

DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222173

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—67—11-1-68—5,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No.

۳۳۳ د ۱۹۱۵
ف

Accession No.

۴ ۶۷۵
۶۷۵

Author

Title

شرح عبدالحلیم (محمد)
۲۹ ۱۶
ما فی مفتوح ۲

This book should be returned on or before the date last marked below.

فاتح مفتوح

ایک

رہسپ تاریخی ناول جس میں فرانس میں عربوں کے داخل ہونے
کی تاریخ کے ساتھ وہاں کا ایک بچا عاشقانہ قصہ بیان کیا گیا ہے

صفحہ

ادیب نے بہت مولانا مولوی محمد علی صاحب ادا م اللہ فیوضہ

جو

اپریل ۱۹۱۵ء سے پانچ سالہ تک رسالہ دل افروز میں شائع ہوا
اور بعد تکمیل مرتب ہو کر

اہتمام خاکسار محمد سرور الحق (حکیم) سینجر دگداز و دل افروز

۱۹۱۴ء میں

دگداز پریس لکھنؤ میں چھپ کے شائع ہوا

شش

مولانا شہزادہ کی مشہور نظر

سے مکمل نہ دست کار خانہ روضہ الریاضین و کتب مصنفہ مولانا صاحب موصوف بہت ہی خوبی سے چھپوائی گئی ہے۔ ناظرین کی رائے سے یہ کتاب بھی طلب کر لیں۔ سکاٹی ایڈیشن کی قیمت ۲ رو ۲۰ ہے محمول کے واسطے مکمل علیحدہ ارگمال فرمائیے۔

کارخانہ روضہ الریاضین لکھنؤ کا اعلیٰ عطر

آپ ایک دفعہ آزمائے تو دیکھیں

عطر کے لیے لکھنؤ مشہور سی گراس فوس لہ جو عطر ہے۔ ہا ہر دلو کو نکونین بتائیو کہ کہن ال کی روائی نو کو بیہ ہا ہر اور ان کے دل فصل کا خیازہ ان غیبوں ہی کو اٹھا تا رہا ہے جو باہر سے نکوانے اور بدلنے خریٹے یہ مجبور ہیں اور بعض اشتہار دیتے داؤن کی یہ حالت ہے کہ روئیہ کا مال دو کو اور بھی دیا کو بھیجے جتے ہیں ہا ہر خرابان دیکھ کے جھپٹے دسہ لیا جو کہ باہر کے جو صاحب ملک بایں آنے سے معجز و مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر استہام کر کے مال بخوبی جانچ کر کے اور کیفیت خرید کر کے روانہ کر دیا کہ جس کا بہت اچھا اور قابل اطمینان انتظام کیا گیا ہے۔ عطر کے شائق ایک بار امتحان مانگو اور دیکھ لیں کہ ہا ہر درویش سے انھیں کیسا اچھا عطر اور کتنے دامن کو شفا ہے۔

عطر وانی کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر حنا فی تولہ صابون	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر

خوشبودار تیلوں کی فہرست بھی ملاحظہ ہو

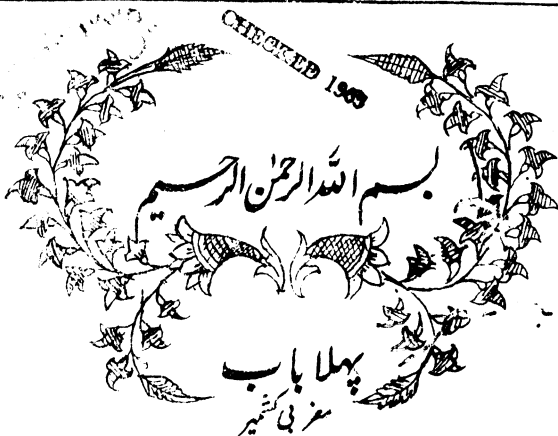
روغن چینی کی برہم	روغن میدی کی برہم	روغن کیوئی کی برہم	روغن خانی کی برہم
-------------------	-------------------	--------------------	-------------------

اے درجے کا خوشبودار عمدہ اور با مزہ تنبا کو

زردہ تنبا کو شکی فی تولہ	عطر ہا ہر	قوام تنبا کو شکی فی تولہ	عطر ہا ہر
عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر	عطر ہا ہر

نٹیٹ - درخواست آتے ہی دیوبند اہل روانہ ہوگا باردا بنصاف ڈاک غیر ذمہ فرما رہا۔

آپ کا خادم حکیم محمد اسحاق الحق منیجر دکن از کٹرہ بن بیگ خان لکھنؤ



سلسلہ کے آغاز ہی میں بہار کا موسم آگیا ہے۔ اور کشمیر مغرب زمین یعنی کوہستان پر سے نیز کی گھاتیاں مجاہدین عرب کی نظر میں جنت الفردوس کا نمونہ بن گئی ہیں۔ قدرت کی بزم طرب نیز نگیاں دکھا رہی ہے۔ اور جوانان جہی نے رنگین ہبشتی کٹے پہن لیے ہیں۔ سر بہ فلک پہاڑوں نے اگرچہ اسلامی تہذیب کی سادگی بنا بنے کے لیے برف کے سفید برآق عامے سر سے نہیں اتارے مگر موسمی نیز نگیاں کے جوش نے انھیں بھی گردن سے پاؤں تک جنتیوں کا سبز لباس چھا دیا ہے جس میں خیابا بہار نے تورنگ برنگ پھولوں کے نظرفریب بیل بوٹے ہی تاکے ہیں مگر خود ان کی روانی طبع نے کمال شوقینی سے اپنے نخل سبز کے داموں میں جا بجا چھوٹی چھوٹی ندیوں سے چمکی کا لہریا بنا کے آبشار رواں کا لچکا تانک لیا ہے۔ جو تبدیل اوتات کی مناسبت سے موسمی آفتاب کی کرنوں کی مدد سے کبھی رُہلا ہوتا ہے اور کبھی سُترا ہو جاتا ہے۔

نغمہ سچ طیور جنھوں نے موسم سرما کی سرد مزاجیوں سے آشفہ ہو کے مشرق و مغرب یعنی فرانس و ہسپانیہ کو شہروں میں عباد وطنی اختیار کر لی تھی اب بہار کا مزدو سٹی کے داہرے آگے ہیں۔ اپنے وطنی عشقوں یعنی پہاڑوں اور وادیوں کے خوبصورت پھولوں کے پاس بیٹھ بیٹھ کے کبھی شکوہ ہجران کا وفر کھوتے اور کبھی ذوق وصال کا نغمہ دلکش چھیڑ دیتے ہیں۔

غرض موسم کی حسن آرائیوں نے اس مغربی کشمیر یعنی کوہسار پر سے نیز کے
 ہر چہرہ کو عروس بہار کا چہرہ سے بھرا آغوش بنا دیا ہے۔ اور جس طرف نظر اٹھ
 جاتی ہے حسینان باغ فطرت کا جلوہ نظر آ جاتا ہے۔ خصوصاً وادی آران جس
 میں سے جو کہ ہر موسم اور ہر زمانہ میں لوگ ہسپانیہ سے فرانس میں چلے جا سکتے ہیں
 ایسا نہایت بخش عیش کوہ بن گئی ہے کہ اس جنت میں پیراج کے پھلے کو محض ہی نہیں
 چاہتا۔ ہر طرف اپنی بہار پر اترنے والے پہاڑ برف کے نیلے باندھنے اور ہر پہاڑ
 پہنچنے دوٹھا بنے کھڑے ہیں۔ اور ان کے درمیان میں قدرت نے گھونگھٹ دے
 دی کے یکے بعد دیگرے بہت سے سرخسار پیدا کر دیے ہیں۔ قدرت نے یہاں دو تضافاتی
 ندریوں کے سرچشمے ایک دوسرے سے ملا دیے ہیں۔ ایک طرف دریائے غرونہ کی
 مشرقی شاخ کا منبع ہے جو انھیں سرسبز گھاٹیوں میں سے شمال کی طرف اتر کے فرانس
 کے رانن کوہ اوبیدانوں سے گزرتی ہوئی شہر تلووس کو چلی گئی ہے۔ اور دوسری
 طرف دریائے رینہ کی ایک مشرقی شاخ ہے جو نر عتیرہ کہلاتی ہے۔ اور اس
 کو ہستان کے پہاڑوں سے گزرتی ہوئی ہسپانیہ کے پہاڑوں میں شہر بشکنس میں بھی ہے
 انھیں دونوں ندریوں کے درمیان میں ایک بلند تختہ زمین پر پڑنا چھوٹا
 شہر الباب واقع ہے۔ جسے ٹکڑیوں پر اترنے والے اپنی گود میں لے کے اونچا کر دیا
 ہے۔ اور اس کے گرد گرد دونوں ندریوں کی جدولیں بنا دی ہیں۔ یہ شہر اس قدر
 بلند ہے کہ پہاڑوں کے درمیان سے اتنے فاصلہ پر واقع ہوا ہے کہ دور دور کا منظر
 آنکھوں کے سامنے ہو جاتا ہے۔ جنوب کی طرف دو پہاڑوں کے درمیان سے اس
 مغربی کشمیر کا مشہور اونچا قلعہ کوہ ملا پتہ آٹھ میل کی مسافت سے جھانک رہا ہے۔
 دوسری طرف مشرقی کھائی کے درمیان میں بیان کا سب سے اونچا پہاڑ کوہ متعال
 تقریباً ۳۰۰۰ میل کے فاصلہ پر سر اٹھائے کھڑا ہے۔

شہر بشکنس ان اطراف میں سب سے بڑا عربی کیمپ ہے جہاں مملکت فرانس پر
 حملہ کرنے کے لیے دس بیس ہزار عربی فوج بزمائے میں موجود رہا کرتی ہے۔ وہاں سے
 نر عتیرہ کے کنارے کنارے ایک سڑک آئی ہے جو کوہستان کی اعلیٰ بلندی پر
 چڑھتی ہوئی چھ سات سو میل کر کے ایک چھوٹی سی بستی دیمہ میں گزرتی ہے۔

اور وہاں سے پانچ میل آگے بڑھ کے اس مغربی کوہ قاف کے راجہ اندر کی تختگاہ یعنی شہر الباب میں آگئی ہے۔ اور اُس سے آگے پانچ میل کے فاصلہ پر شہر قسطلون میں پہنچتے ہی نہر غزنہ کے ساتھ ساتھ فرانس کے میدانون میں اتر کر مملکت فرانس کے مشہور شہر طربوس میں جا پہنچی ہے۔

یہ شہر نک جاڑے کے موسم میں تو بر فباری کی وجہ سے دشوار گزار ہو جاتی ہے۔ مگر آج کل خوب جا رہی ہے۔ چنانچہ اس وقت جب کہ دو گھڑی دن باقی ہے۔ اور آفتاب کی طلانی شعا عین ہلکی اور نہایت خوشگوار ہوگئی ہیں۔ عربی سواروں کا ایک غول بنگشہ سے الباب کی طرف جا رہا ہے۔ جو نہر عسیرہ کے کنارے اُس کی روانی کی بہار دیکھتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ نہر عسیرہ اُن کے سامنے سے شور مچاتی۔ غاروں اور گڑھوں میں پھاندتی۔ چٹانوں سے لڑتی۔ سنگلاخ زمین پر سر پٹتی اور دھوم مچاتی ہوئی شمال سے جنوب کی طرف اتر رہی ہے اور یہ سوار اُس کے مقابل جنوب سے شمال کی طرف پہاڑ کی بلندی پر چڑھ رہے ہیں۔

ان سب کے سروں پر بڑے بڑے سفید عامے ہیں جن کے آخری دو ایک پھیر تحت الحنک کی وضع سے لگے اور کٹوں میں پلٹے ہوئے ہیں۔ اور جس طرح اوپر عاموں کے پیچ میں کوفلاوی خودوں کی نوکین نکل کے چمک رہی ہیں۔ ویسے ہی چہرہ دن کے نیچے خوبصورت نوکیلی ڈاڑھیاں تحت الحنک میں سے نکل آئی ہیں۔ سردی اور برن کی مفرت سے بچنے کے لیے یہ سوار پوستیں کی قبائیں پر اُن کے موٹے موٹے سیاہ فرض پہنے ہیں۔ جو بھاری زرہوں کو چھپائے ہوئے ہیں۔ پاؤں میں اُن کے گرم پانچامے ہیں۔ اور چمڑے کی پٹیوں سے کمر کی کسی ہوئی ہیں۔ ان کے مختلف رنگ کے اندلسی گھوڑے زبردست قوی ہیکل اور کھمبے ہوئے تھ پاون کے ہیں جو کہ ہستانی راستوں میں بڑی بے تکلفی سے چلتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو بہت آسانی اور آہستگی کے ساتھ پہاڑ کی بلندی پر چڑھائے لیے جاتے ہیں۔ موٹے سیاہ و بیزکل اُن کی پیٹھوں پر بھی پڑے ہوئے ہیں۔

چند قدم خاموش جا کے سردار نے جوان سواروں میں متاثر بلند بالا اور کوئی ۳۰ سال کی عمر کا خوش رو اور وجیہ جوان ہے نہر عسیرہ کی طرف

اشارہ کیا اور ایک قریب والے ساتھی سے کہا "ابو عامر۔ اُدھر دیکھنا سرکیسی
 بہار دکھا رہی ہے؟ شفاف پانی مسطح جتان پر اس طرح گرتا ہے کہ معلوم
 ہوتا ہے پار سے کی ہبیا آگئی ہے۔ یا مشاطہ بہار نے پہاڑ کو دھلانا کے اُس کی
 پیشانی میں چاندی کا سہرا باندھ دیا ہے۔ اور دیکھنا وہ بہت عظیم طیور وہاں
 بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟"
 ابو عامر یاسیدی! منتظرین کہ پانی قرارے تو اُس میں اتر کے نہائیں اور پھر جی
 چھلیوں کا شکار کریں۔

مہر وار شکار کریں! بے شک۔ دنیا ایک عام شکار گاہ ہے۔ سہارے، تازہ، منجھوتے
 شکار کرنے کے لیے پیدا ہوئی ہے۔ (ابو الحارث (شیر) اور ابوالآبرو (چیتا) میٹھیوں کا
 شکار کرتے ہیں۔ ابو جہینہ (ریچھ) ہر لون کا شکار کرتا ہے۔ ابو جہدہ (بھیریا)
 بھیر بکریوں کا شکار کرتا ہے۔ اُم الشماخ (بلی) پرندوں کا شکار کرتی ہے۔
 ابو الحجاج (عقاب) بڑے بڑے طیور کا شکار کرتا ہے۔ ابو الخطاف (چیلہ)
 مرغی کے بچوں کا شکار کرتی ہے۔ ابو الخراب (اُلو) جو ہیون کا شکار کرتا ہے اُم نافع
 (مرغی) حشرات الارض کا شکار کرتی ہے۔ اور مسلمانوں کا کام ہے کہ کافروں کا
 شکار کریں۔ اور دنیا کو شرک و کفر سے پاک کر دیں۔ تو پھر ابن ابی السعس کو
 بھی شکار کا کیون نہ شوق ہو؟

ابو عامر! یاسیدی! خافا ہوں کہ گوشہ نشین عبادت گزاروں کا متقیانہ
 مذاق یہ ہے کہ کوئے میں بیٹھ کے خدا کو یاد کریں اور خوریزی سے بچیں۔ اگر ہمارے
 بہادر سردار اور قائد عثمان بن ابی سعید نخعی اسے پسند نہ کریں۔"

عثمان۔ مگر خدا کی قسم یہ نصرانی راہبوں کا مذاق ہے۔ اسلام کے عبادت گزاروں
 اور دینداروں کا مذاق یہ ہو ناچاہیے کہ عبادت کے وقت عبادت کریں اور عیش
 کے وقت عیش۔ صلح کے زمانے میں امن کے طرندار ہوں اور جہاد کے وقت جنگ کے

عہ عربی زبان میں یہ ان سب جانوروں کی کہنیں ہیں۔ اور اگر کبھی ان کا ذکر عزت
 کے ساتھ کرنا ہوتا ہے تو یہی استعمال کی جاتی ہیں۔

عہ قائد عربی میں سپہ سالار کو کہتے ہیں۔ (انہیں میں تمام افراد فوج عموماً قائد ہی کہلاتے تھے)

ابو عامرؒ بجا ہے۔

عثمانؓ میں تو ان زہاد و عباد کو ہا لکل نہیں پسند کرتا جو نماز روزے کو جہاد پر فضیلت دیتے ہیں۔ میرے عقیدے میں جہاد سب سے بڑی عبادت ہے۔

ابو عامرؒ اس میں کیا شک ہے؟

عثمانؓ اسی قدر نہیں۔ میں دنیا میں لطف اٹھانے اور ہر جائز لذت و مسرت کے حاصل کرنے کو ثواب کا کام خیال کرتا ہوں۔ اس وادی کی بہار دیکھو۔ اس نہر کی روانی کا خیال کرو۔ اس کے پھولوں کی خوبصورتی پر غور کرو۔ اس کے مرغزاروں اور اس کی روئیدگی کی شادابیوں کی طرف توجہ کرو۔ اور ان آزاد چالاک پھرتیے اور خوبصورت ظہور پر نظر ڈالو۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس بہار سے مسرت حاصل کرنا کوئی بڑا کام ہے؟

ابو عامرؒ کوئی نہیں کہہ سکتا۔

عثمانؓ اور میں اسی لیے بشکس سے الباب کو جاتا ہوں۔ کہ آج کل کی بہار اور فصل گل کی نیرنگیوں سے لطف اٹھاؤں۔ الباب میری نظر میں دنیا کی جنت ہے جہاں خداوندی نیکوئی کے لطف اور زندگی کی تمام لذتیں جمع کر دی ہیں۔ دنیا میں اس زیادہ خوبصورت کوئی شہر نہیں ہو سکتا۔

ابو عامرؒ مگر یاسیدی۔ یہ موسم جب کہ کوہستان کے راستے کھل گئے ہیں اور گھاٹیوں کی برت کھل گئی ہے بجائے عیش پرستی کے فوج کشی اور جہاد کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

عثمانؓ تمہارا یہ کہنا بالکل درست ہے۔ میرا بھی جی ہی چاہتا ہے کہ موسم گل کی ان تمام لذتوں کو چھوڑ کے میدان جہاد میں قدم رکھوں۔ بہار کے زمانے میں اس انسانی شکار میں مجھے زیادہ مزہ آتا ہے۔ تم اب تک دیکھ لیے کہ میں نے اکوی طینہ کے ملانے میں تھلکہ ڈال دیا۔ اور جب ہیشم بن عبد اللہ کلابی۔

عہ اکوی طینہ وہی ملا ہے جو آج کل گسکوئیہ کہلاتا ہے۔ یہ فراش کے جنوبی و مغربی کونے پر سمندر کے کنارے واقع ہے۔ اور وہاں آدور کی دس بارہ شاخوں نے پھیل کے اس کی خوب باریکاری کی ہے۔

در بار خلافت کا فرمان لاکے اندلس کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی ہے اور مجھے جہاد کے لیے روانہ کیا ہے تو میں بڑے حوصلے اور جوش کے ساتھ بیان آیا تھا۔ اور اُس کو ہستان کے اُس پار جا کے علم جہاد بلند کرتے ہی کو تھا۔ لیکن ظلیلم تک پہنچنے پایا تھا کہ خبر آئی ہتیم نے ملک پر ظلم شروع کر دیا۔ ساری رعایا میں ہم ہی پیدا ہو گئی۔ بڑے بڑے شرفا سے عرب اور معزز خاندانی لوگ قید کر لیے گئے۔ بہتر زیاد بن زائدہ کا ایسا شریف النفس صاحب علم و فضل اور مقبول عام سردار بھی اُس کے ظلم سے نہ بچ سکا تو مجھے اپنی باگ روکنی پڑی اور شکست میں آ کے خاموش بیٹھ رہا۔ اس لیے کہ جب ملک کے اندر ایسی برہم پیدا ہو رہی ہے تو باہر جا کے جہاد کرنے میں سیکڑوں طرح کے اندیشے ہیں۔ فرض کیجیے جدید فوج کی ضرورت پڑی تو کیا کیا جائے گا؟ جن لوگوں کو دالی ملک پر بھروسہ نہیں وہ اپنے بچوں اپنے گھر بار اور اپنی جائیدادوں کو کس پر چھوڑ کے جہاد پر جائیں گے؟

ابو عاصرؒ آہ ہتیم نے تو اس ملک کو تباہ کر دیا۔ دانشور یا مولانا وہ بڑا بے رحم جاہل اور ظالم ہے۔ وہ سخت گیر ہی نہیں بلکہ روپیہ کے لالچ سے لوگوں کا گھر بار علانیہ لوٹا لیا کرتا ہے۔

عثمانؒ: احمد مذکور اس کا انتظام ہو گیا۔

ابو عاصر (حیرت سے): ”کپادہ معزول ہو گیا؟ (دونوں ہاتھ اٹھا کے) یا ذوالکرم والا کرام تیرا شکر! مگر اس کے کچھ حالات تو بیان فرمائیے۔ ہم نے مطلق نہیں سنا۔

عثمانؒ: آج ہی شکست میں مجھے اس کا حال معلوم ہوا۔ اور عجیب واقعہ پیش آیا جس سے امیر المومنین ہشام بن عبد الملک کی بیدار مغزی اور رعایا پروری ظاہر ہوتی ہے۔ ہوا یہ کہ جب یہاں کی شکایتیں اُن کے گوش گزار ہوئیں تو انھوں نے بہت ہی مخفی طور پر محمد بن عبد اللہ اشجعی کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ تم ہسپانیہ میں چند روز پوشیدہ رہو گے ہتیم کی حالت اور حکومت کی بخوبی جانچ کرو۔ اور اگر یقینی طور پر ثبات ہو جائے کہ وہ رعایا پر ظلم کرتا ہے تو میرا یہ فرمان (جو اُسے اُسی وقت لکھ کے دے دیا گیا تھا) دکھا کے حکومت اُس سے چھین لو۔ اُسے سزا دے۔ رعایا میں سے جس جس کو اُس کے

ہاتھ سے ضرر پہنچا ہو اُس کا معاوضہ کرو۔ اور مناسب شخص کے ہاتھ میں عمان حکومت دے کے واپس آؤ۔ محمد بن عبداللہ بیان آ کے دو مہینے چھپا رہا۔ اندر ہی اندر تحقیقات کر کے ہیشم کی حالت معلوم کر لی۔ اور ناگمان ایک دن دارالامارت قرطبہ میں پہنچ گئے ہیشم کو فرمان خلافت دکھایا۔ اور عمان حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ہیشم کو پہلے گدھے پر سوار کر کے شہر میں ہنڈایا۔ اور پھر ایک زبردست لشکر کی حراست میں دمشق روانہ کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے تمام شہروں میں بیکر وادیا کر جس کسی کو ہیشم دے کے ہاتھ سے کسی قسم کا ضرر پہنچا ہو حاضر ہو کے اپنا نقصان ثابت کرنے اور اُس کا معاوضہ لے۔

ابو عامر امیر المومنین نے جرجی مرمت اور نوازش کی۔ ایسے نواب کے لیے لوگ دل و جان سے کیوں نہ دعا کریں؟ مگر معلوم نہیں ولایت کا کیا انتظام ہوا؟ کیا محمد بن عبداللہ انتہی ہی بیان کے والی رہیں گے؟

عثمان "واللہ اعلم۔ مگر اُن کا بیان تو یوں ہے کہ بیان حکومت کرنے کو نہیں بلکہ امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کے لیے آئے ہیں۔ اور چند روز کے اندر یمن کے کسی قائد کو والی مقرر کر کے واپس جائیں گے؟"

ابو عامر دیکھیں ہسپانیہ کی قسمت کس کے ہاتھ میں دی جاتی ہے؟ اگر استحقاق کا خیال کیا جائے تو ولایت کا آپ سے زیادہ کوئی مستحق نہیں ہے۔

عثمان "میں دودفہ اس خدمت کو انجام دے چکا ہوں۔ اور افریقیہ کے والی مجھی کو پسند کرتے ہیں۔ اگر ہیشم خاص امیر المومنین کا فرمان لے کے نہ آ گیا ہوتا تو اس وقت میں ہی والی اسپین ہوتا۔ مگر افسوس کہ محمد بن عبداللہ انتہی مجھ سے واقف نہیں ہیں۔ تاہم اگر وہ میدان کے لوگوں میں سے کسی کو منتخب کرنا چاہتے ہیں تو اتنیس ہے کہ اُن کی نظر میرے سوا کسی پر نہ پڑے گی۔"

ابو عامر اور غالباً آپ کا یہاں سرحد پر موجود اور جہاد کے لیے مستعد ہونا انھیں آپ کی طرف اور زیادہ توجہ دلائے گا۔

عثمان "یہ نہ کہو۔ یہاں دُور پڑے رہنے کی وجہ سے مجھے کسی قدر اندیشہ ہے۔ قرطبہ میں کون ہے جو ابن انتہی کو میرا خیال دلائے گا؟ اگرچہ آج کل کی یہ بہار

چوڑ کے جانے کو جی نہیں چاہتا مگر تمھاری راے ہو تو چند روز کے لیے قرطبہ چلا جاؤں؟
ابو عامر اس سے ابن اسبغی کو خیال پیدا ہو گا کہ آپ کو ولایت اندلس کی ہوس ہے۔
 خود آپ کے جانے سے اچھا ہے کہ مجھے اور لیث بن خطلہ الفہری کو آپ وہاں بھیج دیں۔
 ہم لوگ ان کے سامنے آپ کے صفات اور آپ کی بہادریاں بیان کریں گے۔ آپ کی
 خوش تدبیریوں کو اُن کے ذہن نشین کریں گے۔ اور جہاں تک ممکن ہو گا ابن اسبغی کو
 آپ کا خطرہ نہاد بنا دیں گے؟

عثمان بے شک یہی مناسب ہے۔ اور حسن اتفاق سے لیث شہر الہاب میں موجود
 بھی ہیں۔ میں کل ہی تم دونوں کو روانہ کر دوں گا؟

ان باتوں نے عثمان بن ابی سیدہ کو نہر عسیرہ کی رودانی۔ نہرہ زارون کی دلکشی
 اور نگہبوش پہاڑوں کی نظرفرہی کی طرف سے بالکل غافل کر دیا تھا۔ پکایک
 نگاہ اٹھا کے دیکھا تو شام ہو نے کو تھی۔ پہاڑوں میں چھپے ہوئے آفتاب کی
 روشنی پر تیرگی غالب آرہی تھی۔ طیسر سیرنگل اور نعتہ سنجی کی ہوس پوری کرنے
 میں آخری جوش دکھا رہے تھے۔ اور شہر الہاب کا بھانٹک نظر کے سامنے تھا۔
 غرض گھوڑوں کو ایڑتبا کے یہ لوگ دم بھر میں شہر کے اندر داخل ہو گئے۔

اگوٹھک وضع کے اُس پڑائے عالیشان دو منز لے مکان میں جو حکام دوا لبان ملک
 کے ٹھہرنے کے لیے مخصوص تھا جا کے قیام کیا۔ ساری بستی میں امیر عثمان ابن ابی
 سیدہ کے ورد کا انتظار ہو رہا تھا داخلہ کی خبر فوراً مشہور ہو گئی۔ اور اس
 عالیشان دارالامارت میں جو معرزمین استقبال کے لیے موجود تھے اُن میں لیث بن
 خطلہ الفہری کو دیکھ کے عثمان بن ابی سیدہ بہت خوش ہوا۔ بڑھ کے اُس سے
 مصالحتہ کیا۔ اور کہا کہ تم مجھے ایک ضروری کام ہے۔ کھانا میرے ہی ساتھ
 کھانا اور بے بوچھے نہ جانا؟ اس کے بعد تمام حاضرین سے مصالحتہ کر کے
 اور سب کی مزاج پررسی کر کے کچھ مقامی حالات دریافت کر کے اُنھیں اور
 سوا ابن ہمار کے اپنے تمام ہمراہی سواروں کو بھی رخصت کیا۔ اور اپنے خاص
 کمرے میں جا کے خود وزرہ اُتارے۔ اور ایک عری معطط عباسیہ کے
 دیوان خانے کے بڑے ہالی میں آ بیٹھا جہاں خدام نے آتش خالتے میں آگ

روشن کر رکھی تھی۔ اور ابو عامر اور لیث بن خطلہ کے سوا کوئی اور شریک صحبت نہ تھا۔ عثمان بن ابی سیدہ کے اشارے سے ابو عامر نے لیث سے محمد بن عبداللہ اشجعی کے آنے کے واقعات کو تفصیل سے بیان کر کے کہا ”اب وہ کسی دلی کو انتخاب کرنا چاہتے ہیں جس کا استحقاق ہمارے امیر عثمان کے سوا کسی کو نہیں۔ مگر اُن کے بیان دُور ہونے کی وجہ سے اندیشہ ہے کہ ابن اشجعی کو اُن کا خیال نہ آئے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ہم آپ قرطبہ میں چل گئے اُن سے ملیں اور اُن پر اپنے امیر کے حقوق اور اُن کی قابلیت ظاہر کریں ؟ اس میں آپ کی کیا رائے ہے ؟“

لیثؓ : ”مناسب ہی نہیں اس کی ضرورت ہے۔ اور میں بڑی خوشی سے چلنے کو سوجھد ہوں۔“

عثمانؓ : ”تو بس زیادہ بحث کی ضرورت نہیں۔ اس وقت کے مشورے کو بالکل راز رکھنا چاہیے اور کل ہی صبح کو آپ دونوں روانہ ہر جائیں۔“

اس کے بعد دسترخوان بچھا۔ تینوں نے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھایا۔ ہاتھ دھوئے اور اپنی اپنی قیام گاہ کو روانہ ہوئے۔ ابو عامر اور لیث بن خطلہ نے رات ہی کو سفر کی تیاریاں کر لیں۔ اور علی الصبح اپنے مضبوط گھوڑوں پر سوار ہو کے کوچ کر دیا۔

دوسرا باب

اُس وقت کی پرتشکیل حالت

انہیں ہی برس ہوئے کہ عربوں کا پہلا سپہ سالار طارق بن زیاد جس کے نام کو جبرائیل قیامت تک یاد دلاتا رہے گا ساحل اندلس پر اتر آتا تھا۔ وہ کسٹھ میں حملہ آور ہوا تھا۔ اور اب سلسلہ زمین۔ مگر اتنی ہی مدت میں متکون مزاح دولت بنی امیہ دمشق اور غیر مستقل گورنران افریقیہ کے ہاتھ سے اندلس کو چودہ عرب والیوں کی صورت دیکھنا نصیب ہو چکی ہے۔ خلفائے دمشق کو ہسپانیہ غفلت کی غفلت و وسعت کا حال نہیں معلوم تھا۔ جس کی وجہ سے اُس کی حکومت کا انتظام دلی افریقیہ یعنی مراکش انجرائر اور طرابلس المغرب کے حاکم کے سپرد کر دیا

عیا تھا۔ اور اُسے اختیار تھا کہ جسے مناسب سمجھے اُنڈس کا حاکم مقرر کر دے۔
 سنہ ۷۵۰ھ میں جب ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا ہے تو افریقہ کا گورنر بشر بن
 خنظلہ کلبی تھا اور اُنڈس کا والی بشر کا ایک عزیز عبسہ بن سہیم کلبی۔ عبسہ نے
 بہت اچھا انتظام کیا۔ ایک دورہ کر کے بد نظمی کی شکایتیں ریف کیں۔ اور
 بھوڑے ہی زمانے میں عدالت گسترہ کی کچھ ایسی شان دکھا دی کہ مسلمان
 عیسائی۔ یہودی سب اُس سے بے خوش تھے۔ اندرونی اصلاحوں کے بعد
 اُس نے کوسہار پرے نیز کی گھاٹیوں سے نکل کے فرانس کے علاقہ پر حملہ
 کیا۔ دو ایک شہر فتح کیے مگر ایک میدان میں ایسا زخمی ہوا کہ جان بر نہ ہوسکا۔
 شہرت شہادت پہنچے وقت سپہ سالاری کا علم خضیر بن عبد اللہ فرمی کے ہاتھ
 دیا اور خود حورون کے آغوش میں لیٹ کے جنت کی بہار دیکھنے لگا۔
 مگر والی افریقہ بشر نے خضیر کی ولایت نامنطور کی اور عبسہ کی جگہ اپنے
 ہی قبیلہ کے ایک رکن یحییٰ بن سلمہ کلبی کو والی اسپین مقرر کر دیا۔ یحییٰ ابھی
 اچھی طرح ملک کی حالت کو سمجھنے بھی نہیں پایا تھا کہ بشر گورنری افریقہ سے
 معزول ہو گیا۔ اور کلثوم بن عامر نے دار الخلافہ دمشق سے آکے اُس سے
 گورنری کا جائزہ لے لیا۔ اس انقلاب کی خبر اُنڈس میں پہنچی تو اگرچہ کسی
 کو یحییٰ سے کوئی واقعی شکایت نہ تھی مگر بعض لوگوں نے محض اس خیال سے کہ
 شاید کوئی ایسا شخص والی اُنڈس مقرر ہو کے آجائے جو ہم پر مہربان اور ہمارا
 دوست ہو یحییٰ کی شکایت لکھ بھیجی اور کلثوم نے عثمان بن ابی یسعہ کو والی
 اُنڈس مقرر کر کے روانہ کیا کہ یحییٰ سے جا کے چارج لے لے۔ یون ہمارا امیر و
 جس سے ناظرین پہلے ہی باب میں مل چکے ہیں سنہ ۷۵۰ھ میں وارد اسپین ہوا۔
 اور ملک کا حکمران بن کے آیا۔

عثمان ابن ابی یسعہ نے عمان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی انتظامات کی
 اصلاح کی۔ اور جہاد پر روانہ ہو گیا۔ بعض بے فکر دن لے جو اپنے اعراض کے
 خیال سے روز نیا انقلاب چاہتے تھے کلثوم کو اُس کی بھی شکایتیں لکھیں۔ کلثوم
 نے بے عقلی سے عثمان کو معزول کر کے اُس کی جگہ خذیفہ ابن احوص قسبی کو

روا نہ کیا اور اس کی اطلاع دارا بخلاف دمشق میں کر دی۔ خلیفہ میں انتظامی قابلیت نہ تھی۔ اُس سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنی اور کلثوم کے پاس پھر والی کی شکایتوں کا ایک طومار پہنچ گیا۔ مجبوراً اُس نے خلیفہ کو مقرر کر کے پھر عثمان ابن ابی سیدہ کو حاکم اندلس مقرر کر دیا۔ اور خلیفہ ہشام کی خدمت میں عرضداشت بھیجی کہ عثمان کی حکومت اندلس مستقل طور پر منظور فرمائی جائے۔

ہشام نے اس کو پسند نہ کیا کہ جس شخص کی شکایت ایک بار ہو چکی ہے اُسے پھر حاکم مقرر کیا جائے۔ اس لیے خود اپنے بیان سے ہیشم بن عبد اللہ ابی کو منتخب کر کے روانہ کیا کہ اندلس میں جا کے ہوشیار رہی اور خوش اسلوبی سے حکومت کرے۔ کس گئی مجال تھی کہ فرمان خلافت سے سہرتا ہی کرے؟ کلثوم کا کچھ زور نہ چلا۔ اور ہیشم نے آگے ابن ابی سیدہ سے حکومت کا چارج لے لیا۔ یہ ہیشم بڑا ظالم و جابر اور طامع شخص تھا۔ اندلس والے جو آئے دن شکایتیں کر کر کے والیوں کو بر لویا کرتے تھے اُس کے ہاتھ سے انھیں اپنی ملکوں مزاجی کی قرب منرا ملی۔ اُس نے آتے ہی ابن ابی سیدہ کو توجہ داکا حکم دے کے سرحد پر بھیج دیا۔ اور ملک میں طرح طرح کے ظلم شروع کر دیے۔ جسے چاہا مٹوا دیا۔ جس کو چاہا قتل کر ڈالا۔ اور سارے ملک میں ہاسے ہاسے پڑ گئی۔ اور وہ چونکہ خاص امیر المؤمنین کا مقرر کیا ہوا تھا اس لیے کلثوم سے بھی جارہ جوئی نہ ہو سکتی تھی۔ بعض لوگوں نے عاجز آ کے اُس کے قتل کی سازش کی جس کا حال کھل گیا اور ہیشم نے سب سازشیوں کو پکڑ کے قتل کر ڈالا۔ لیکن دربار خلافت میں بھی اس کی شکایت میں عرضیوں کا تانا باندا بندھ گیا تھا۔ پہلے تو ہشام نے ٹالا۔ مگر جب دیکھا کہ معاملہ طے نہیں ملتا تو محمد بن عبد اللہ اسجی کو اپنا فرمان دے کے حکم دیا کہ "تم پوشیدہ طور پر اندلس میں جاؤ۔ وہاں چند روز ٹھہری رہ کے پتہ لگاؤ کہ اہل اندلس کی یہ عرضیاں کہاں تک سچی ہیں۔ اگر غلط ثابت ہوں تو وہاں کے والی کو مطلع کر کے عرضی گزاروں کو دروغ گوئی کی سزا دو۔ اور اگر سچی نکلیں تو میرا یہی فرمان پیش کر کے

حکومت ہسپانیہ کا جائزہ ہینم سے لے لو اور اُسے سخت سزا دو۔ جن جن لوگوں کو ضرر پہنچا ہو اُن کا جبر نقصان کرو۔ اور جس شخص کو قابل اور نیک نفس پاؤ وہاں کا حاکم و والی مقرر کر کے واپس آؤ۔

ابن اشجی دو مہینہ تک بلا داندلس میں خاموش مارا مارا پھرا۔ قرطبہ میں چند روز تھک کے ہینم کی حالت کا بخوبی اندازہ کیا۔ اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ ہینم حقیقت میں ظالم ہے۔ اور ملک کو نوٹے کھاتا ہے تو ایک دن جیکہ والی سے دربار میں بہت سے مغزین جمع تھے معمولی طور پر اُس سے جانے ملا اور ظاہر کیا کہ میں امیر المؤمنین کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ ہینم نے خلیفہ کا نام سنتے ہی اُس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اور اپنے برابر مسند پر بٹھا کے خیریت دریافت کرنے لگا۔ دو چار باتیں کر کے ابن اشجی نے فرمان خلافت نکال کے پیش کیا جسے پڑھتے ہی ہینم کا چہرہ اُتر گیا۔ اُسی وقت حکومت کا چارج دے کے مسند سے اُتر گیا۔ اور بعض امیدوار ہوا کہ نیا والی اُس کے ساتھ رحم دلی و شفقت کا برتاؤ کرے گا۔ مگر ابن اشجی نے اُن تمام الزامات کی فہرست جو ہینم پر عائد کیے گئے تھے جیب سے نکال کے سُنائی اور جواب طلب کیا۔ ہینم سے سوا اس کے کہ مذمت سے سر جھکا لے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ابن اشجی نے فریاد یوں اور مظلون کو طلب کر کے تمام الزامات کو شادتوں سے ثابت کیا۔ اور حکم دیا کہ ہینم کو بھرے برسوار کر کے قرطبہ کی سڑکوں پر ہنڈایا جائے۔ اور جب اُسے اُس کے ہاتھ کے ستارے ہوؤں کے سامنے خوب ذلیل کر لیا تو اپنی مفصل رپورٹ کے ساتھ ایک زبردست کارروائی حراست میں دمشق کی طرف روانہ کر دیا تاکہ خاص خلیفہ ہیشام کے ہاتھ سے اپنے اعمال کی سزا پائے۔

اس کارروائی کے بعد ابن اشجی نے اشتہار دے دیا کہ ہینم کو جس کسی کے ہاتھ سے کچھ ضرر پہنچا ہو آ کے اپنے نقصانات کو ظاہر اور ثابت کرے تاکہ جہاں تک ممکن ہو اُن کا معاوضہ کیا جائے۔ اور ظاہر کر دیا کہ "میں داندلس میں حکومت کرنے کو نہیں آیا ہوں۔ جس غرض کے لیے آیا تھا وہ حاصل ہو گئی اب صرف اتنا کام باقی ہے کہ کسی قابل ہو شیار اور مصنف مزاج

شخص کو تلاش کر کے یہاں کا والی بناؤں - اور عنان حکومت اُس کے ہاتھ میں دے کے واپس چلا جاؤں -

اب بیان دے دو یہی کاموں میں مشغول تھا - یا تو ہینم کے ہاتھ کے ستم زدوں کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اور اُن کے مالی نقصانوں کا معاوضہ کر کے اُن کی شکایت شنی کرتا یا - اس سچو میں لگا رہتا کہ انا بس کے امیرون قائدوں (سپہ سالاروں) اور نقیبوں (عالیوں) میں سب سے زیادہ ممتاز اور نیک کون شخص ہے -

- ایک دن اسی فکر میں بیٹھا تھا - اور قرطبہ کے چند صاحب اثر اُمراء و علما صحبت میں تھے کہ ناگهان ابو عامر اور لیش بن غنطلہ فری نے آ کے کہا "اسلام علیک یا امیر! ابن اشعی نے مسلام کا جواب دے کے اُن سے مصافحہ کیا - اور پوچھا "آپ کون حضرات ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟" دونوں نے اپنا نام اور نسب بتا کے کہا "ہم دست بوسی کے لیے جبال البرطاط سے حاضر ہوئے ہیں"

ابن اشعی "مرحبا! مرحبا! میرا جی چاہتا تھا کہ خود آ کے اُس پر نفا کو ہسار کی سیر کروں - میں نے اپنے زبان کے برہنہ اور سیاہ پہاڑ دیکھے ہیں جن میں جا کے انسان کو وحشت ہوتی ہے - مگر سنتا ہوں کہ آپ کے ملک کے یہ پہاڑ نہایت ہی سرسبز و شاداب ہیں"

لیش "میرے نزدیک تو امیر ضرور تشریف لے چلیں - آج کل ہمارا موسم ہے اور البرطاط کا ہر چہ چپہ و کھینے کے قابل ہے - پہاڑوں کے واسطے پھولوں سے بھرے ہوئے ہیں - نہرین قدم قدم پر جاری ہیں - سبزے نے بلندی و پستی میں جدھر دیکھیے استبرق سبز کا فرش بچھا رکھا ہے - جس میں قدرت الہی کے قلم نے رنگ برنگ پھولوں سے نقش و نگار بنائے ہیں - نسیم کے چھوٹے آئے ہیں

عہ کو ہنساں پرے نیز کو عجب لوگ جبال البرطاط کہتے ہیں - اسپین والے اُن دنوں اس پہاڑ کو "پرتاس" کہتے تھے - یہ لاطینی کے لفظ "پورت" کا بگاڑ تھا جس کے معنی "دروازے" کے ہیں - چونکہ اس میں جا بجا درے ہیں جن میں سے ہر کے راستہ گیا ہے

اس یقین اسپین والوں نے پرتاس دروازوں والا پہاڑ کہنا شروع کیا - عرب البرطاط کہنے لگے -

جو ہار کے قلوں کی برن سے ٹھنڈک خٹکی اور فرحت لے آتے ہیں۔ غرض انسان کو ایک ایسی بہار نظر آتی ہے کہ بے اختیار کہنے لگتا ہے: **فبارک اللہ احسن المخلوقین** اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ میں اس عالم فانی میں نہیں بلکہ جنت اعلیٰ میں ہوں۔ **ابن ابی نعیم**۔ میں ضرور چلتا مگر افسوس امیر المومنین نے زیادہ بھڑکے کی اجازت نہیں دی ہے۔ اور دشواری یہ ہے کہ بیٹم کے ہاتھ کے مظلوم برابر آئے جاتے ہیں۔ اس شخص نے بیان بڑے بڑے مظالم کیے۔

ابو عامر۔ آپ کا آثارِ رحمت ربانی ہو گیا۔ امیر المومنین اگر چند روز اور خبر نہ لیتے تو ایسا ملک کے تباہ ہونے میں کوئی بات نہیں اٹھ رہی تھی۔

ابن ابی نعیم۔ مگر مجھے تحقیق کرنے سے پتہ لگا کہ بیان کے لوگوں میں بھی یہ سخت عیب ہے کہ ہمیشہ اپنے حاکموں کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ اور اکثر شکایتیں غلط اور بے بنیاد ہوتی ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ تھا کہ اس مرتبہ ان کی شکایتوں کا دیر میں لحاظ کیا گیا۔

لیث۔ مناسب تو یہ ہو گا کہ گناہ شکایتوں کا لحاظ ہی نہ کیا جاسکے۔ ہاں جو لوگ اپنا نام لکھ کے شکایت کریں ان کے نام لکھ لیے جاسکتے ہیں۔ اور ان کی تحریر کی بنیاد پر تحقیقات کی جاسکتے ہیں۔

ابن ابی نعیم۔ آئندہ یہی کیا جائے گا؟

لیث۔ بیٹم سے پیشتر بیان کے حاکم عثمان بن ابی سیدہ تھے جنہیں والی افریقہ نے محض بے بنیاد شکایتوں کی بنا پر دو مرتبہ مقرر کر کے ہٹا دیا۔ اور ہر دفعہ ان کے ہٹانے پر بچھتا ہے۔

ابن ابی نعیم۔ یہ عثمان ابن ابی سیدہ کون ہیں؟ اور کیسے شخص ہیں؟ میں نے ان کے حالات مختلف لوگوں سے دریافت کیے مگر اطمینان نہیں ہوا۔ اور خود ان سے ملاقات کی نوبت نہیں آئی۔

لیث۔ عثمان نہایت ہی لائقِ بیدار مغز۔ مستعد۔ اور کارگزارِ شخص ہیں۔ وہ بنی نخم اور لخمیوں میں سرفراہ بنی ختم کی یادگار ہیں۔ سستہ معین کلثوم بن عام نے انہیں مقرر کر کے بھیجا تھا۔ اور کلثوم ہی کے ساتھ وہ دمشق سے ارضِ مغربہ

افریقہ میں آئے تھے ۔

ابن ابی جحیٰ : لیکن اُن کی شکایت کیوں ہوئی ؟

لیسٹ : یہ تو آپ نے خود ہی فرمایا کہ اندس والے بے وجہ اور بے بنیاد شکایتوں کے حامی ہو گئے ہیں ۔ آپ والی افریقہ سے اور بیان کے تمام قائدوں اور فقیہوں سے دریافت کر سکتے ہیں کہ ابن ابی سید کے انتظامات میں کوئی بات شکایت کے قابل نہ تھی ۔ انھوں نے اس دلت کا انتظام ہاتھ میں لیتے ہی دورہ کیا ۔ اور اپنا اطمینان کرتے ہی جبال البرطات میں چلے گئے کہ فرنگستان کے نصارا پر جلا کرین

ابن ابی جحیٰ : فی الحال کہاں ہیں ؟

لیسٹ : شرباباب میں جو عین جبال البرطات کے اندر واقع ہے ۔

ابن ابی جحیٰ : شاید انھیں پہاڑوں کی بہار دیکھنے کا شوق زیادہ ہے ؟

لیسٹ : اُن کے دہان ہونے کی یہ وجہ نہیں ہے ۔ اصلیت یہ ہے کہ ہشتم نے جب اُن سے حکومت کا جائزہ لیا تو غالباً دل میں خیال کیا کہ جب تک ابن ابی سید یہاں موجود رہیں گے مجھے آزادی سے ملک کے ٹوٹے کا موقع نہ ملے گا ۔ فوراً انھیں حکم دیا کہ فوج لے کے سرحد پر چلے جاؤ ۔ اور جہاد کرو ۔ ابن ابی سید کا اصلی مذاق فتح مذی اور جہاد تھا ہی فوراً جی تدر لشکر جمع ہو سکا ساتھ لے کے جبال البرطات میں چلے گئے ۔ ہنوز دشمنوں پر گوج نہیں کرنے پائے تھے کہ مشہور ہوا ہشتم نے ملک کو نوٹا شروع کر دیا ۔ اور رعایا میں پریشانی پیدا ہوئی ۔ ایسی بے امنی کے زمانے میں انھیں منارہب نہیں معلوم ہوا کہ جہاد کریں ۔ اور اپنے جھنڈے کے نیچے اُن سپہ سالاروں کو بیجا میں جنھیں اپنے گھر بار کی طرف سے اطمینان نہیں تھا ۔ اور حاکم ملک کے دشمن ہو رہے تھے ۔ یہ دشواری نہ پیدا ہوئی ہوتی تو اب تک وہ فرانس کے ملک میں ہوتے ۔ اور علم اسلام اس وقت تک کمین کا کمین ہو نہ

گیا ہوتا ؟

ابن ابی جحیٰ : یہ تو انھوں نے عقلندی کی کہ ایسے نازک وقت میں جہاد کو

ملتوی رکھا ۔ لیکن خود انھوں نے ہشتم کے حالات سے والی افریقہ یا امیر المومنین

کو کیوں نہ اطلاع دی ؟

لیث : "اول تو وہ قرطبہ میں موجود نہ تھے کہ اپنے چشم دید حالات لکھتے۔ اور اگر سنی سناٹی افواہ لکھ بھی بھیجتے تو سمجھا جاتا کہ انھیں حکومت کا شوق ہے۔ اور چونکہ ان سے ولایت اسپین چھینی گئی تھی اس لیے سننے والی کی شکایت کرتے ہیں؟ ابن ابی جحی : "خیر ہو گا۔ میرا اب اس قدر کام رہ گیا ہے کہ کسی لائق شخص کو یہاں کا دانی و حاکم بنانے کے واسطے جاؤں اور ہجرت کے ہاتھ کے ستائے ہوؤں کی دادرسی کا کام بھی اسی کے سپرد کر دوں؟"

ابو عامر : "تو جناب نے کچھ فیصلہ فرمایا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد یہاں کا دانی کیون ہو گا؟"

ابن ابی جحی : "اسی فکر میں ہوں۔ ابھی میں نے کوئی مستقل رائے نہیں قائم کی ہے۔ اور جو رائے قائم کروں گا بھی تو اُسے اُسی وقت ظاہر کروں گا جب عنان حکومت اُس کے ہاتھ میں دوں گا۔ میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو صاحب علم ہو۔ پورا سپاہی ہو۔ اور دینی حیثیت سے اور دُن پر فضیلت رکھتا ہو؟"

لیث : "علم و فضل کی نسبت تو میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن اگر جناب تجر بہ کار مصنف مزاج۔ بیدار مغز۔ اور بہادر بنزد آزما دھونڈا صبیح تو عثمان ابن ابی سیمہ سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا؟"

ابن ابی جحی : "مگر اتنی خرابی ہے کہ ایک بار اُن کی شکایت ہو چکی ہے۔ اگر امیر المومنین پوچھ بیٹھے کہ ایسے شخص کو کیوں مقرر کیا جس کے بارے میں ایک بار شکایت کی آواز بلند ہو چکی تھی تو کیا جواب دیا جائے گا؟"

ابو عامر : "مگر یہ تو آپ پر آشکار ہو گیا کہ وہ شکایتیں بے اصل تھیں؟"

ابن ابی جحی : "مانا کہ بے اصل تھیں مگر امیر المومنین کے دل سے اس بات کو کون نکالے گا کہ جس کسی کی شکایت کسی ملک کے لوگ کر چکے ہوں چاہے وہ شکایتیں بے اصل ہی ہوں اُسی کو وہاں کا دانی مقرر کر دینے کے یہ معنی ہیں کہ جن لوگوں نے شکایت میں زبان کھولی تھی انھیں اُن کے دشمن کے ہاتھ میں دی دیا جائے گا؟"

لیث : "مجھے تو یقین ہے کہ ابن ابی سیمہ کے دل میں اُن شکایتوں کا خیال بھی نہ رہا ہو گا؟"

ابن اشجعیؒ مگر امیر المومنین کو اس کا یقین کیونکر دلایا جائے۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہو گا کہ ابن ابی یسعہ چونکہ بہادر ہیں اور جہاد کا بھی شوق رکھتے ہیں اس لیے اندلس کے غلام قائد اور امیر الجہاد وہی رہیں۔ مگر استقامی معاملات کسی اور کے سپرد کر دیے جائیں جو علم و فضل اور نیک نفسی و اتقا میں ان سے افضل ہوں۔

امیرؒ آپ کو اختیار ہے۔ مگر ولایت اندلس کا استحقاق انھیں کو ہے؟
البتہ اصرار اور میرے نزدیک تو اگر وہ نہ منتخب کیے گئے تو ان کا دل ٹوٹ جائے گا۔ سلطنت کے ہاتھ سے اپنے بہادر افسروں اور قائدوں کی دل شکنی نہیں ہونی چاہیے۔

ابن اشجعیؒ اگر تم یہ سمجھ گئے ہو تو ابن ابی یسعہ بہت بُرے آدمی ہیں۔ جیسے حکومت کی ہوس اور آرزو ہو وہ سب سے زیادہ غیر مستحق ہوا کرتا ہے۔ یاد کرو کہ جب عمر بن الخطابؓ نے خالد بن ولیدؓ کو معزول کر دیا ہے تو ان کی بہ ظاہر کس قدر بے وقعتی اور بے قدری ہوئی تھی، اور ان کے حقوق ان کے خیال میں کس قدر پامال ہوئے ہوں گے، مگر انھوں نے کیسے استقلال کیسی بے نفسی اور کیسی خوشی سے امیر المومنین کے حکم کی تعمیل کی؟ ابن ابی یسعہ کا مرتبہ بہادر می یا نیک نفسی کسی بات میں خالد سے نہیں بڑھ سکتا۔

محمد بن عبداللہ اشجعیؒ کی اس تقریر نے ابن ابی یسعہ کے دونوں وکیلوں کی زبان بند کر دی۔ اور وہ بائوس و ناکام ہو کے اُس کی صحبت سے اٹھ گئے۔ ان کے جانے کے بعد ابن اشجعیؒ نے قاضی زیاد بن زائدۃ الشیبانی کی طرف دیکھ کے جو دیر سے خاموش بیٹھے ابن اشجعیؒ اور لیث و ابو عامر کی گفتگو سن رہے تھے کہا ”معلوم ہوتا ہے یہ دونوں خود ابن ابی یسعہ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں زیادؒ غالباً آپ کا خیال صحیح ہے۔“

ابن اشجعیؒ یہ ابن ابی یسعہ کیسا شخص ہے؟
زیادؒ وہ کوئی بُرے شخص نہیں ہیں۔ منظم ہیں۔ مدبّر ہیں۔ بہادر ہیں۔ مہمان
سور متعفن مزاج ہیں۔ مگر ان تمام خوبیوں کے ساتھ ان کے مزاج میں رنگینی

شوقینی اور عیش طلبی ہے۔ ار نہ ہونے کی کیا وجہ؟ عمر ابھی تیس برس سے زیادہ نہ ہوگی۔ پھر اس سس مین انسان مردہ دل بھی ہوگا تو کہاں تک؟
ابن اشجیؒ تو ایسے حدیث العبد لوگون کے ہاتھ میں اتنی بڑی ذمہ داری کا کام کیونکر چھوڑا جاسکتا ہے؟

زماویہؒ آخر آپ نے اس خدمت کے لیے کسے تجویز کیا ہے؟
ابن اشجیؒ اب زیادہ غور و جستجو کی ضرورت نہیں ہے۔ آج رات کو میں تنہائی میں غور اور خدا سے استشارہ کروں گا اور پرسون جمعہ کو جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ بیان کے کس اعیان و ائمہ کے سامنے ظاہر کر دوں گا کہ میں نے کسے والی ہسپانیہ مقرر کیا ہے؟

یہ کہہ کے ابن اشجی حاضرین سے رخصت ہو کے اُٹھ گئے۔ اور اسی وقت اعلان کر دیا گیا کہ آئندہ جمعہ کو بعد نماز لوگون کو معلوم ہوگا کہ کون شخص دالی اندلس مقرر ہوا۔ سارے قرطبہ اور قرب و جوار کے تمام گاؤں میں دھوم مچ گئی۔ اور دوسرے دن اُن تمام شہروں میں بھی جو یہاں سے تین تین چار چار منزل پر واقع تھے خبر پہنچ گئی۔ اور جس نے سُنا ارادہ کیا کہ اب کی فریضہ جمعہ خاص قرطبہ کی جامع میں ادا کرے۔

اسی دھوم دھام اور انتظار میں وقت مقررہ آ گیا۔ جامع مسجد میں اتنی خلعت جمع ہو گئی جتنی کہ کبھی نہیں جمع ہوئی تھی۔ مسجد کے باہر ملک کے عیسائیوں اور یہودیوں کا مجمع تھا جو نئے دالی کا نام سننے کے اُسی قدر مشتاق تھے جن کا کہ مسلمان محمد بن عبداللہ نے نماز پڑھائی۔ اس کے بعد ایک غیر معمولی پُرجوش اور عبرت خیز خطبہ پڑھا۔ اور خطبہ میں جب خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کے لیے ترقی و اقبال کی دعا کر چکا تو منبر سے اتر کے صف اول میں ایک چکر لگایا۔ اُسی گشت میں ایک معروہ معزز اور سن رسدہ وزی و قار عالم عبد الرحمن بن عبداللہ انکلبی الفاظی کو ہاتھ پکڑ کے اٹھا لایا۔ اور انھیں منبر پر اپنے برابر کھڑا کر کے کہا "یا معاشر المسلمین! اس وقت سے آپ کے امیر اور حاکم اور دالی ہسپانیہ یہ بزرگ ہیں جن سے زیادہ صاحب علم و فضل۔ و نیدار۔ پاک طینت۔ محرم و متبرک۔

اور قابل اطمینان شخص اس سرزمین پر میرے خیال میں کوئی نہیں ہے۔ جن کو میں نے
بحکم امیر المومنین آپ کا والی اور حاکم مقرر کیا ہے
یہ کلمات سننے ہی مسجد میں ہر طرف سے ”مرحبا! مرحبا! بارک اللہ!
بارک اللہ! کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور لوگ مارے خوشی کے آپس سے باہر ہوئے
جاتے تھے۔ جب نعرہ ہاتھ مسرت کا شہر رکھ ہوا تو اسے انجمنی نے کہا ”اب میں
اپنے ان محترم دوست کو آپ کے اس شہر پر کھڑا کر کے اُتر آتا ہوں۔ اور آئندہ
کے لیے آئے گا کہ آپ کے اور آپ کو ان کے سپرد کرتا ہوں۔ میرا کام پورا ہو گیا۔
اور کل ہی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔ لیکن یہ امید دل میں لے کے جاؤں گا کہ آپ
میرے اس انتخاب سے خوش ہوں گے۔ اور ان کی کارگزاری سے مہسبانہ
امن و امان میں رہ کے اپنے مفتوحات کو روز افزون ترقی دے گا۔ نفس
اب آپ سے آپ کے امیر ہی اپنے فصیح و بلیغ الفاظ میں خطاب کریں گے؟
عبدالرحمن بن عبداللہ نہایت ہی نیک نفس اور محتاط و پرہیزگار بزرگوں
میں تھے۔ تابعی ہونے کی فضیلت رکھتے تھے۔ اور بڑے بڑے صحابہ رسول اللہ
کی آنکھیں دیکھتے ہوئے تھے۔ ہر شخص اُن کے علم کا معترف اور اُن کی خوبیوں کا
معتقد تھا اور اُن کا ادب کرتا تھا۔ اور اسی وجہ سے جب لوگوں کو اپنی امیدوں کے
خلاف یہ معلوم ہوا کہ وہ ہمارے والی اور حاکم مقرر ہوئے ہیں تو اُن کی خوشی
کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اب اُنھوں نے ایک نہایت ہی فصیح خطبہ پڑھا۔ اور مسجد
کی کارروائی ختم ہو گئی جس کے بعد شہر وں اور گاؤں میں لوگ ایک دوسرے
کو مبارک باد دیتے تھے۔ اور عام رعایا کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ تھی۔

تیسرا باب عیش میں غفلت

شام کا وقت ہے۔ اور ابن ابی سیدہ اباب کے قصر امارت کے کوٹھے پر
بٹھا گرد کی فضا اور پہاڑوں کی بہار دیکھ رہا ہے۔ قسطہ اور فرائض کے شہر
عہ قسطہ جسے انگریزی میں کسٹائل کہتے ہیں اس میں کا وہ صوبہ تھا جو (بقیہ صفحہ ۲۰ میں)

نزہونہ کی کئی خوبصورت لونڈیاں خدمت گزاری کے لیے سامنے دست بستہ کھڑی
ہیں۔ عروس بہار کے بناؤ سنگھار کو دیکھتے دیکھتے ابن ابی یسعہ نے ایک نہایت ہی
حسین و پرہیزگار لوندھی کی طرف دیکھا جسے خلع بن عباس لخرامی نزہونہ کے عرب
قلعہ دار نے ہدیہ اُس کے پاس بھیجا تھا۔ اُس کے حسن و جمال اور اُس کی دلکش
اداؤں کا نظارہ کر کے اپنی ایک پُرانی مسئلہ کی عربی دان لوندھی ریحانہ سے
کہا "اس کا حال پوچھو۔ اور دریافت کرو کہ اس کے ملک میں کوئی اس سے بھی
بڑھ کے حسینہ ہے؟" ریحانہ نے اُس کی زبان میں اُس سے یہ سوال کیا تو مسکراتے ہوئے
بولی "ہمارے یہاں بھی خوبصورت ہیں مگر حسین سچ پوچھیے تو شاہزادی منینہ
ہے۔ جس کے حسن کا سارے ممالک فرنگ میں شہرہ ہے۔ اور جس کی ایک
مٹا ہوا غلط انداز پر وہاں کے بادشاہ اپنی سلطنتیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔" ریحانہ
نے اس کا ترجمہ ابن ابی یسعہ کو بتایا تو وہ متعجب ہو گیا۔ اور پوچھوایا کہ "شاہزادی
منینہ کہاں ہے؟" جواب ملا "فرانس میں۔" اُس کے حسن کی سب سے بڑی
صفت یہ ہے کہ فقط اپنے رخ زیبیا اور اپنی چشم نرگسین کی قوت سے اپنے ملک
کو بچاتی اور دشمنوں کو پامال کرتی ہے۔"

پوچھا گیا "یہ کیسے؟" کہا "اس طرح کہ چہرے پر نقاب ڈال کے میدان
جنگ میں آتی ہے۔ اور جیسے ہی حریف کا سامنا ہوتا ہے نقاب اُٹھ کے ایک
ایسا جلوہ حسن دکھا دیتی ہے کہ وہ حیران و ششدر ہو کے بے حس و حرکت
رہ جاتا ہے۔ یوں اپنے حسن کی شراب سے مدہوش کرتے ہی منینہ آتے
گرا کے مار ڈالتی ہے۔"

یہ واقعات سن کے ابن ابی یسعہ اور زیادہ متحیر ہوا۔ اور کہا "کاش میں اس
شاہزادی کو دیکھتا۔" پھر ریحانہ سے کہا "خیر۔ اب اس وقت جی چاہتا ہے کہ
نغمہ دلکش سنوں۔ کوئی چیز کاؤ؟"

میں عیسائیوں کے قبضہ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اور اُس کے بعد سے عرب لوگ ہمیشہ اس پر حملہ
کے کرتے تھے۔

عہ نزہونہ فرانس کا ایک شہر ہے جو کہ ہستان پر نیز کرداس میں ہے۔ عربوں کا اس پر بہت بڑا قبضہ ہے۔

رہی تھی۔ "بار کی چیز گاؤں یا رجز کی ہے"

ابن ابی سعیدؓ کوئی ایسی چیز گاؤں میں دو دنوں بائیں ہون ہے
رہی تھی نہ بہت خوب؟ اور یہ دو شعر ایسی مریلی پُر نغمہ آواز میں گائے کہ
کہ بساری وادی گونج اٹھی : —

وہ ہم آغوش دور ہو رہی ہے بید مجنون سے
ہے کیسی ہلکا اُس کوہ کی چوٹی دہ گردون سے
سکھ ہم چاہتے ہیں فتح۔ اپنی آرزویہ ہے

رہے یہ ہاتھ ہم آغوش تیغ تیز بخون سے
رہا نہ نے جب "یہ ہاتھ" کے لفظ کو عثمان کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے
پتایا تو فورسرت سے وہ بخود سا ہو گیا۔ لگران شعرون کا وہ اچھی طرح متوجہ
نہیں ہے چکا تھا کہ اُس کی نظر ایک شخص کی طرف اٹھ گئی جو بشکنش کی جانب
سے دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ دل میں کہا "معلوم ہوتا ہے یہ شخص کوئی ضروری خیر
لایا ہے۔ کیا میں والی اندلس مقرر ہو گیا؟ یا ادھر کسی دشمن نے سر اٹھایا؟
اپنے غلام طلحہ کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ سامنے آیا (اُس نووارد شخص کی
طرف اشارہ کر کے) کہا "اس شخص کو فوراً میرے سامنے لا کے حاضر کرو"
طلحہ بجا آوری حکم کے لیے واپس گیا اور تھوڑی دیر میں اُس شخص کو لا کے
سامنے کھڑا کر دیا جس کی سانس پیٹ میں نہ سماتی تھی۔ اور اس قابل
نہ تھا کہ کچھ کہے یا بات کا جواب دے۔ چند منٹ میں جب وہ بات کرنے کے
قابل ہوا تو بولا "مجھے بشکنش کے قائل نے بھیجا ہے"

عثمان ابن ابی سعیدؓ "کس لیے بھیجا ہے؟"

شخص "اُنھیں کسی آنے والے سے معلوم ہوا کہ عبدالرحمن بن عبداللہ مکی انصاف
والی اندلس مقرر ہوئے"

عہ رجز ان اشعار کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ سے اہل عرب اپنی بہادری و شجاعت
کے دعوے کیا کرتے تھے۔

عہ دور و اسپین کی ایک نندی کا نام ہے۔

عثمان - (حیرت سے) "عبدالرحمن کبھی! وہ نیک ہیں۔ پابند دین ہیں۔ عالم
ہیں۔ فاضل ہیں۔ تابعی ہیں۔ حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ سب کچھ ہیں مگر
انھیں حکومت و ولایت سے کیا واسطہ؟ کسی نے جھوٹ خبر اڑادی ہوگی۔
اسرا عہد سے کامستحق مجھ سے زیادہ کوئی نہیں ہے (تازہ واروسے) انھیں
یہ خبر کس سے معلوم ہوئی؟"

شخص "سرکاری طور پر تو اطلاع نہیں آئی۔ ورنہ میں سرکاری تحریر
نہ لیتا آتا؟ قرطبہ سے ایک مسافر آیا ہے اس نے قرطبہ کے کسی کارکن میں یہ
خبر سنی تھی؟"

عثمان "بابا صلی علیہ وسلم! ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں تو نہ قانون گا کہ ابن اشعری کے
اے جوشیار اور رانا شخص نے ایسا بیودہ انتخاب کیا۔ (خود ہی دل میں)
"لیکن اگر یہ سچ نکلا تو بہت بُرا ہوگا۔ اور میں رعایا کو منہ دکھانے کے
قابل نہ رہوں گا۔ مگر یہ ہو کیسے سکتا ہے؟ میرے دوست ابو عامر اور لیث
کے بیٹے ہیں۔ انھوں نے کچھ تو کارگزاری کی ہوگی؟ مجھے یقین نہیں آتا کہ
ابن اشعری نے ایسا لغو انتخاب کیا ہو۔ خیر۔ جو کچھ ہو دو چار روز میں معلوم
ہو جائے گا؟"

گو ابن ابی سید کا دل نہیں چاہتا تھا کہ ایسی خبر کو باور کر لے مگر اس کے دل
میں ایک اندیشہ سا پیدا ہو گیا۔ بار بار اس خیال کو دل سے نکالتا تھا
مگر وہ بھر یاد آجاتا۔ اور متفکر و پریشان کر دیتا۔ امید و ہم نے خیال کے
صد پاپلو بولائے۔ اور آخر ایک دفعہ تھنڈی سانس لے کے کہہ اٹھا "اس
ناقدری کے زمانے میں جو نہ ہو تعجب ہے۔ لیکن اگر میں والی نہ ہوں تو میرے
لیے دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو ہمیشہ سرحد پر جہاد کرتا رہوں۔ اور یا منہ چھپا
اندلس سے چلا جاؤں۔ جس سرزمین پر حاکم تھا وہاں حکومت بن گئے
رہنادر شوار ہے؟"

ابن ابی سید کی رنگینی طبیعت اس فرحت بخش وادی اور اس جنت
ارضی میں سوا بے فکری اور پیش کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتی تھی۔ وہ

اکثر پُر نضا وادیوں میں پھرتا۔ نہروں کے کنارے بیٹھ کے اُن کے شفات پانی سے دل کی کثافت دھو تا۔ پہاڑوں اور آبشاروں میں جا کے چرند پرند کو اپنے جگر دوز تیروں کا نشانہ بناتا۔ اور جب دگر میں آ کے بیٹھتا تو حسین سے حسین اندلسی کینزون کے جھر مٹ میں بیٹھ کے صحبت نشا ط گرم کرتا۔ اُن کا نغمہ دلکش سُنتا۔ اُن کے ناز و کرشمہ سے دل میں محبت و الفت کی گرمی پیدا کرتا۔ مگر جب سے یہ اڑتی سی خبر سُنی ہے عیشِ لیے مزہ ہو گیا۔ اور ان تمام دلچسپیوں کا لطف جاتا رہا۔

اندلس کی طرف سے جتنے مسافر آتے ہیں جن میں اکثر مسیحی یا درمی ہوتے ہیں سب سے دریا فت کرتا ہے کہ اندلس میں کون شخص دالی مقرر ہوا ہے؟ مگر کسی سے طمینان کے قابل جواب نہیں ملتا۔ اسی پریشانی اور الجھن میں رہتا ہے۔ پورا ایک ہفتہ گزر گیا۔ اور اب انتظار کی بے صبری اعتدال سے گزرنے لگی ہے۔ بار بار کہتا ہے "ابو عامر اور لیث بھی وہاں جا کے بیٹھ رہے ہوتے تو کب تک آچکے ہوتے؟ کیا وہ بھی نئے والی کا دم بھرتے لگے؟ اور میرا ساتھ چھوڑ دیا؟ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ عربوں میں اور چاہے جتنے عیب ہوں بے وفائی نہیں ہے" اپنے کمرے میں خاموش بیٹھا تھا اور یہ فکر میں پریشانی کر رہی تھیں کہ یکایک طلح نے آ کے عرض کیا "یا سیدی۔ ابو عامر اور لیث بن خظلة الغری ابھی ابھی آئے ہیں۔ اور اسباب اُتارنے کے لیے اپنی اپنی تیار کیا ہوں کو گئے ہیں"

عثمان "آگے! تو فوراً بلاؤ۔ جا کے کہو کہ اسباب پیچھے اُتار کے رکھ لیں گے پہلے مجھ سے آگے مل جائیں۔ اپنے ساتھ ہی لے کے آنا" طلح "بہت خوب" کہہ کے چلا گیا۔ اور اب ابن ابی لیث کے دل میں پریشان خیالات کا طوفان عظیم برپا تھا۔ امید و یاس کی لڑائی میں خاتمے کا فیصلہ کُن سرکہ ہو رہا تھا۔ اتنے میں لیث نے آ کے کہا "السلام علیک یا امیرا" عثمان (دُشمنی کے جوش میں ہوجانے سے) "مرحبا! مرحبا! میں ہی امیر اندلس ہوں نہ؟"

لیٹ۔ آپ ہمارے امیر اور آقا ہیں۔ اس جواب نے جوش کے شعلوں پر پانی سا ڈال دیا۔ اور یاس کے لہجے میں پوچھا "کیا میں سارے ہسپانیہ کا امیر نہیں ہوں؟"

لیٹ۔ ہونا تو آپ ہی کو چاہیے تھا مگر انوس ابن اشجی نے انتخاب میں غلطی کی۔

عثمان۔ اگر مجھے نہیں منتخب کیا تو بے شک غلطی کی۔

لیٹ۔ اصل یہ ہے کہ وہ زائد خشک ہیں اور اپنے مذاق کے متقی پر ہنرگار کے سوا کسی اور کو نہیں پسند کرتے۔

عثمان۔ میرے بار میں تم سے ان سے کچھ گفتگو بھی ہوئی تھی؟

لیٹ۔ میں اور ابو عامر ایک ساتھ ملے تھے اور دیر تک گفتگو رہی۔ آپ کے

حسن کارگزاری کو بیان تک زور دے کے بیان کیا اور آپ کی اس قدر مدح سرائی کی کہ وہ قائل ہو گئے اور جواب نہ بن پڑتا تھا۔ لیکن اس کا

کیا علاج کہ ان کا رجحان ایسے ہی شخص کی طرف تھا جو رات دن روزے نماز میں

مصرف رہے۔ عالم و فاضل ہو۔ محدث و فقیہ ہو۔ اور مفتی شرع ہو۔ میں نے

یہ بھی کہہ دیا کہ حکمرانی اور چیز ہے اور زہد و تقویٰ اور چیز۔ آپ کے حقوق

ظاہر کیے۔ آپ کی ہمدردی اور آپ کا شوق جہاد ان کے دل پر نقش کیا۔ بگڑے ماننے

پر بھی وہ قائل ہو گئے تھے۔ اور ہمیں امید ہو گئی تھی کہ آپ کے سوا کسی کو منتخب

نہ کر سکیں گے۔ لیکن تیسرے روز جمعہ کے دن نماز کے بعد جب انتخاب دائی ہوا

وقت آیا تو انھوں نے ہماری وہ امید خاک میں ملا دی۔ عبدالرحمن بن

عبد اللہ الکلبی الغافقی کا ہاتھ پکڑ کے منبر پر کھڑا کر دیا۔ اور اعلان کر دیا کہ

میں نے ان کو والی اندلس مقرر کیا۔ اُس وقت ہمارا کیا زور چل سکتا تھا؟

ہاتھ مل کے رہ گئے۔

اب عثمان بن ابی سیعہ نے خاموش ہو کے کہا "نا امید ی دیاس سے

سہر چکا لیا تھا کہ ابو عامر نے آکے کہا "السلام علیک یا سیدی و مولائی۔"

عثمان اس قدر دلیہ تھا کہ بغیر سلام کا جواب دیتے مہر اٹھا کے بولا "انوس

تھارا جانا بالکل بے سود ہوا ؟

ابو عاصرؓ ہم بہت ہی ناوم ہیں۔ سمجھانے اور قائل کرنے میں کوئی بات اٹھانیں رکھی تھی۔ مگر افسوس معاملہ اپنے بس کا نہ تھا۔

عثمانؓ : عبد الرحمنؓ کی دلایت کو اہل قرطبہ نے کس نظر سے دیکھا ؟

لمیثؓ : معاملہ فہم اور سنجیدہ لوگ تو کیا خاک پسند کریں گے ؟ مگر عوام انسان نے جو ان کے معتقد و متبع ہیں ان کا انتخاب سن کے خوشی کے بہت نعرے بلند کیے۔ اور اس کے بعد قرطبہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آج سے زیادہ خوشی کا دن لوگوں نے کبھی دیکھا ہی نہ تھا۔

ابو عاصرؓ مگر یہ چند روز کی خوشی ہے۔ جب انتظامات ملکی میں خرابیاں برپا کی اور نظر آجائے گا کہ ایک ملا اور زاہد خشک خالی نماز روزے سے اچھا مدبر نہیں ہو سکتا۔ تو پھر حسب معمول شکایتوں کا دفتر کھلے گا۔ نئے والی فتنی شکایت میں امیر المومنین کے پاس عرضیاں جانے لگیں گی ؟

ابو عاصرؓ اور سیدی عثمانؓ ابن ابی سید امیر ہسپانیہ منتخب ہوں گے ؟

عثمانؓ : مگر اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں ؟ میں تو اس قابل ہی نہیں رہا کہ اندلس میں کسی کو منہ دکھاؤں۔ جی چاہتا ہے کہ ادھر سے فرانس کی طرف اتر جاؤں اور لزبون سے جہاز پر سوار ہو کے افریقہ اور وہاں سے ارض شام کو چلا جاؤں۔

لمیثؓ : یا سیدی ! آپ نہ مایوس ہوں اور نہ آپ اس قدر عجلت فرمائیں۔ ایک زمانہ ضرور آئے گا جب آپ ہی یہاں کے والی و حاکم ہوں گے۔ عبد الرحمنؓ کا زمانہ برس بھر سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔ پھر ان کے بعد آپ ہی خیال فرمائیں کہ آپ کے سوا اس خدمت کا کون مستحق ہو سکتا ہے ؟

عثمانؓ : یہ تو اب بھی تھا۔ مگر میں محروم رکھا گیا۔ اور ایک نئے شخص کے ہاتھ میں عمان حکومت دے دی گئی۔ اچھا مانا کہ میں صبر سے کام لوں مگر اب یہاں بیکار بیٹھ کے کیا کروں ؟ کیا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہوں ؟ یہ تو مجھ سے نہ ہو سکے ہیں ؟

لیث : "خاموش بیٹھ کے دیکھیے کہ عبدالرحمن کیا کرتے ہیں ؟ اور آپ کی نسبت کیا حکم دیتے ہیں ؟ میرا خیال ہے کہ امیراجماد آپ ہی رہیں گے۔ اس خیال کو ابن ابی نعبی نے مجھ پر ظاہر بھی کیا تھا۔ اور یقین ہے کہ عبدالرحمن سے کہہ گئے ہوں گے۔"
ابو عامر : "مولانا۔ آپ چند روز یونین (ان پھارڈون) کی سیر کریں۔ فصل گل کے ترے یونین۔ (ان حسین پر ہی جمال جو اسی زونڈ یون) کے ناز و کرشمہ میں دل لگائیں اور دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے ؟ آپ کو بیکار نہ بیٹھنا پڑے گا ؟"
عثمان : "یہ خیال ہے تو میں کل بشکنس میں جا کے فوج کا جائزہ لوں۔ اور جس قدر زیادہ لشکر جمع ہو سکے جمع کروں ؟"

لیث : "ضرور آپ کو جہاد پر اپنی مستعدی دکھا دینی چاہیے۔"
عثمان : "مگر فوج کے جمع کرنے کے لیے ہمیں اندس کے صوبوں میں گشت لگانے یا کم از کم ظلیلہ تک جانے کی ضرورت ہوگی۔ اور مجھ سے اس ناکامی کی حالت میں یہ نہ ہو سکے گا۔ میں لوگوں سے چار آنکھیں کر کے بات نہ کر سکوں گا۔ اس کا انتظام تم ہی کو اور تمھارے ساتھی قائدوں کو کرنا ہوگا۔"
لیث : "ہم حاضر ہیں۔ اگرچہ بڑا بھاری سفر کیے چلے آتے ہیں لیکن اگر کل ہی آپ بشکنس چلیں تو ہمراہ رکاب ہوں گے۔"
عثمان : "ہاں میں کل ہی چلوں گا۔ اور بغیر تمھیں ساتھ لیے نہ جاؤں گا۔ اگرچہ ہمارے کی بہار کا لطف چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مگر اب مجھے سخت مستعدی دکھانے کی ضرورت ہے۔"

ابو عامر : "یاسیدی۔ میرے خیال میں تو جو لطف جہاد میں ہے حکومت کرنے میں نہیں ہے۔"
لیث : "بشرطیکہ بیچ بیچ میں گل اندام مہ جالون کے حسن سے لطف اٹھانے کا موقع ملے۔ اس کو لیث اور ابو عامر رخصت ہو کے اپنی اپنی قیام گاہ ہوں کو گئے۔ اور دوسرے دن صبح ہی کو عثمان بن ابی سیم نے دونوں کو ساتھ لے کے جنوب کی طرف کوچ کر دیا۔ دوپہر ہوتے ہوئے بشکنس میں داخل ہو گیا۔ اور اسی وقت حکم دے رہا کہ پرسوں سناگر مجاہدین کا جائزہ ہوگا۔ سب لوگ حاضر رہیں۔"

چوتھا باب

بھولون کی لڑائی

دہ سزمین جو پرے نیز یعنی جبال ابرطات کے شمال میں واقع ہے اور آج کل فرانس کی متحدہ قلمرو میں شامل ہے اُن دنوں اگرچہ خاص یہی علامتہ ملک ”فرنگ“ کہلاتا تھا لیکن کسی ایک سلطنت کی قلمرو میں نہیں شامل تھا۔ یورپ میں اُن دنوں فیوڈل سسٹم کی حکومت تھی۔ یعنی ہر زمیندار اور ہر چھوٹا بڑا سردار اپنے گھر کا نواب اور اپنا آپ بادشاہ تھا۔ یہ لوگ آپس میں لڑتے بھڑتے اور کٹے مرنے رہتے۔ لیکن اگر کوئی غیر قوم کا حملہ آور اُن کے ملک کا قصد کرتا تو اُس کے مقابل میں سب ایک ہو جاتے۔

شمالی دامن پرے نیز کا مشرقی کونہ جس کا صدر مقام شہر نربونہ تھا عربوں نے لڑ بھڑ کے بڑی لشکروں سے قبضہ میں کر لیا تھا۔ جہاں ہمیشہ اُن کا زبردست لشکر موجود رہا کرتا۔ مگر مغربی کونے سے شمال میں دور تک آ کوئی طانی کا علاقہ سمندر یعنی بے آف بسکے کے کنارے کنارے چلا گیا تھا اُس پر چرائے مراد چینی خاندان شاہی کے یوڈنیر نام ایک فرما مراد کی حکومت تھی۔ یوڈنیر ملکی حالت کے لحاظ سے کاؤنٹ (نواب) کا درجہ رکھتا تھا۔ مگر اپنی خاندانی رفعت و منزلت کی وجہ سے بادشاہ کہلاتا۔ اور لوگوں میں نہایت ہی ہر د لغزیز تھا۔ جو حصہ ملک اُس کے قبضہ میں تھا نہایت زرخیز اور بے انتہا سرسبز شاداب تھا۔ دریا مغز اوہ سے (جو فی الحال بد اس ساؤ کہلاتا ہے) اُس کی سرحد شروع ہوتی تھی۔ درمیان میں دریاے اُدور کی بسیون شاخیں شاداب میدانوں اور مرغزاروں کی آبیاری کرتی تھیں۔ شمال میں دریاے غزوہ تھا جس کے کنارے پُرانا شہر بُردی غالہ (جو آج کل بورڈ و کہلاتا ہے) اور جنگ کے زمانے میں پیرس کو خطرناک حالت میں دیکھ کے دولت فرانس کا صدر مقام قرار دیا گیا) اُس کا دار السلطنت تھا۔

شاہ یوڈنیر وقت کے مشہور بہادر و دلیر تھے۔ رد و پیش کے

بڑے بڑے کاؤنٹون اور زبردست حملہ آوروں نے اُس پر متواتر حملہ کیے مگر ہمیشہ شکست کھا کے ناکام و نامراد واپس گئے۔ انھیں کے اندیشے سے اُس نے اپنی فوج کو خوب تیار کر رکھا تھا۔ اور ضرورت کے وقت دلا کا فوج میدان میں لا سکتا تھا۔ اُنڈلس کے بعض عرب سرداروں نے بھی اُس پر حملہ کیے۔ جن میں کبھی اُسے فتح ہوئی اور کبھی عربوں کو۔ لیکن اس کی نوبت کبھی نہ آئی تھی کہ اُس کی قلعہ کا کوئی حصہ مسلمانوں کے قبضے میں چلا گیا ہو۔

اس زمانے میں شاہ یودنیر موسم بہار کی دلچسپیوں سے لطف اٹھانے کے لیے اپنے پورے خاندان اور وزراء سے مملکت کے ساتھ مغربی حصہ کو ہزار پرے نیز کی گھاٹیوں میں آیا ہوا ہے۔ اور پڑانے شہر اڈوس میں مقیم ہے۔ جس کے سامنے سرسبز پہاڑیاں اپنے مہر دامنوں میں صد ہا شہر کے خوبصورت اور نازک پھول بھر بھر کے ہر طرف سے پیش کیا کرتی ہیں۔ اڈوس کی آبادی سے مشرق طرف دو میل کی مسافت پر ولی یوحنا کی ایک بڑی بھاری زیارت گاہ ہے۔ جہاں بہار کے موسم میں جب کہ راستے ہر طرف سے صاف ہو جاتے ہیں ہزاروں لاکھوں خلقت زیارت کو آتی ہے۔ تمام آراء فرانس نے تو اسے سمجھ کے اور شاہ یوڈنیر سے اجازت حاصل کر کے یہاں عالیشان گرجے خوبصورت خانقاہیں اور وسیع و چر شکست سرانمین تعمیر کرائی ہیں۔ اُن میں صد ہا راہوں نے سکونت اختیار کر لی ہے۔ جو پہاڑوں کی خلوت گاہوں میں جا کے چلے نکھینچے۔ ریاضتیں کرتے۔ اور دلکش بہار کی زبانی خاموش سے خالق عالم کا نام سُن سُن کے اپنی عبادت و ریاضت میں خلوص پیدا کرتے ہیں۔ چھوٹی نرنیز کا بیٹا اور سر چشمہ اس مقدس زیارت گاہ سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ جہاں سے یہاں تک نرنیز کو رہ دس بارہ جگہ بلند یوں سے گرتی اور باکآہستہ پید آرتی ہوئی آتی ہے۔ خصوصاً یہاں کی آخری آبشار جو سنگ مرمر کی ایک سید چٹان پر گر کے بکھر جاتی ہے نگاہ کر سامنے ایک بہت ہی دلچسپ منظر پیش کر دیتی ہے۔ کسی آنکھ بزرگ نے عالم رویا میں دیکھا تھا کہ یوحنا حواری یہاں بیٹھے غسل کر رہے ہیں یہی اس مقام کی برکت و حرمت کی ابتدا تھی جس نے اس چشمہ کو نہایت ہی متبرک

بنادیا۔ اور زائرین اُس سی پانی بھر بھر کے لے جاتے اور اُسے ہر مرض کی دوا اور ہر بلا کا ردِ خیال کرتے ہیں۔

زیارت گاہ سے ایک میل اُوپر جہاں سے نہرنیو کا چشمہ بہاڑ کے اندر سے نکلا ہے شاہ یودیر نے ایک عالیشان قصر بنوایا ہے۔ اور اُسی قصر میں ہر سال جب ہر ملک کے زائر وں کا مجمع ہوتا ہے بادشاہ یودیر یہاں آگے موسم بہار کے ایام لطفت و مسرت میں بسر کرتا ہے۔ قصر کے گرد اگر دُعا س نے ایک وسیع اور روح افزا چمن لگایا ہے جس کے ہر پھول اور ہر بوٹے کی پرورش متبرک نہرنیو کے پانی سے ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں کاٹ کے پانی سارے باغ میں پھرایا گیا ہے۔ یہ نہریں ہر وقت جاری رہتی ہیں۔ اور باغ میں جس جگہ ٹھہر جائے آب روان کی زبان رفتار سے تقدیس و تحید باری کے ساتھ حسن و عشق کے رموز اُلفت سُن لیے جاسکتے ہیں۔ یوں تو کوہستان کا ہر حصہ معشوقہ قدرت کا آغوش بنا ہوا ہے مگر اس چمن میں عروس بہار کو انسانی صنعت نے اپنا زیور چھانکے ایسا آراستہ دُپیراستہ کر دیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے حسن کی دیوی وینس کا تخت یہیں بچھا ہوا ہے۔ اور کیونکہ ہر پھول کی آڑ میں بیٹھا اپنی عشق کی کہان سے نشانہ بازی کر رہا ہے۔

اسی چمن میں نہرنیو کے ایک آبشار کے قریب لالہ دُزگس کے خود دُپیراستہ کے چھوٹے گھنڈے کے اندر پانچ پری جمال گلغذائیں پھولوں سے کھیل کھیل کے موسم بہار کے نرے لے رہی ہیں۔ اور اس بے رنجی سے پھولوں کو نوچ نوچ کے ایک دوسرے پر چھینکتی ہیں کہ معلوم ہوتا ہے پھولوں کو اپنے رنگ و بو کا دعویٰ کرتے دیکھ کے بگڑ گئی ہیں اور چاہتی ہیں کہ دم بھر میں سارا چمن اُجاڑ کے رکھ دیں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر میں اس پھولوں کی ٹرائی میں تھک گئیں۔ سب کی سانس پھول گئی۔ گورے گال محبت بھری ٹرائی سے وینس و نائرون کی حسن کی دیوی تھی اور کیونکہ عشق کا دیوتا جن کو یورپ میں مسیحیت پہلے بھلا سکی تھی اور آج تک بھلا سکی ہے۔

کی اس نازک مشقت سے ارغوانی ہو گئے۔ اور نازک پیشانیوں پر تھکن کی دلاویز پڑ مردگی نمایاں ہوئی۔ مگر ساری وادی اور چین کے پھول ابھی ویسے ہی شگفتہ و شاداب ہیں اور گویا ان نہ دشمن کی بے بسی کو اپنی فتح تصور کر کے کھل کھلا کھلا کے ہنس رہے ہیں۔ جس پر چڑھ کے اور جھنجھلا ان طرہ دار حسینوں نے پھر پھولوں کو گستاخی کی مترادف شروع کر دی۔ لیکن اب بجائے اس کے کہ پھولوں کو توڑ توڑ کے ایک دوسرے کی طرف اُچھا لیں آنچلون میں بھر بھر کے بیجاتی اور اپنے ساتھ کی ایک ملائک فریب حوروش کے سر پر اُچھا لیتی ہیں۔ اس مہ پارہ کا حسن و جمال ان پانچوں نازنینوں میں وہی فقیہ رکھتا ہے جو چودھویں رات کے جاند کو تاروں پر ہوتی ہے۔ وہ بگڑ بگڑ کے اور توریان بدل بدل کے ڈانٹتی۔ اور جھنجھلا جھنجھلا کے ڈھیلے ہاتھوں سے مارتی ہے مگر ساتھ دایاں ایک ننیں سنتیں اور پھولوں کا بیٹھ برساتے جاتی ہیں۔

ان سب شوخ و اکھبذوں کی وضع ایک ہی سی ہے۔ سب رنگین شیشی سادی ساریاں باندھے ہیں جن کی بندش ناز آفرینان ہند کی ساریوں کی بندش سے جدا اور نرالی ہے۔ کیونکہ نازک گردنوں سے ایڑیوں تک سارے پنڈے کو اس نئے انداز سے چھائے ہوئے ہیں کہ جا کا جا سے جانستان جھول بدل کو اُچھا زلی شکنیں پیدا ہو گئی ہیں۔ سب کی ساریوں کے رنگ جدا ہیں۔ سنہری زلفیں سنہری۔ اور زلفیں چکری۔ سب ایک خوبصورت حلقے سے روک کے پیٹھ پر بکھرا دی گئی ہیں۔ جن کے پیچے رنگ برنگ ساریوں کی شوخ واک عجب زائد فریب آتی بان پیدا کر رہی ہے۔ طلائی اور نقرئی حلقے سب کی جبھی ناز پر زربین تاجوں کا کام دے رہے ہیں۔ لیکن وہ سینے مہ پارہ جس پر ہر طرف سے پھولوں کا بیٹھ برس رہا ہے اور اس سے اتنا متاثر رکھتی ہے کہ اُس کے سر پر زربین حلقے کے اوپر سونے کا ایک مربع ہلال زلفیں میں آٹکا ہوا ہے۔ جس کے الماس شعلہ باری میں اُسی کی چشم خان کے سریت ہیں۔

اب کی جو ایک نازنین نے اُس پر پھول برسائے تو اُس نے بگڑ کے اور
 تیوریاں بدل کے کہا "بس۔ سلوڑیا۔ بس۔ میں نے بہت طرح دی"
 سلوڑیا "اچھا تو مان لیجے کہ آپ بارگئین۔ (دوسری ساتھ والی سے جو
 گود میں پھول بھر کے لا رہی تھی) "کیون فلاویا۔ ہے نہ؟ جب تک
 شائزادی اپنی زبان سے نہ کہہ دیں کہ بارگئین ہم کیسے مان لیں گے؟"
 فلاویا "ہرگز نہیں۔ اس محبت کی لڑائی میں کسی کی مردت نہیں کی جاتی"
 شائزادی "یہ بھی ایک کھیل تھا ہو چکا۔ اتنا نہیں ستاتے کہ انسان گھبرا اٹھے۔"
 فلاویا "اچھا یہ پھول جنھیں میں لاپکی ہوں انھیں تو آپ پر برسایں گے
 رہوں گی (جو تھی ہنس نازنین سے) رو ملدا۔ کیا کہتی ہو؟ اُجھالوں؟"
 شائزادی "دیکھو میں نے کہہ دیا ہے اب مجھے نہ ستانا۔ میں بہت تھک گئی ہوں"
 فلاویا "میں آپ کی تو مردت کروں؟ اور ان خوبصورت پھولوں کا خیال
 نہ کر دوں جنھیں توڑ کے لائی ہوں؟ یہ نہ شکایت کریں گے؟"
 رو ملدا "اچھا ایک کام کرو۔ بس پلشیر یا چپکی کھڑی ہیں۔ ان سے پوچھو
 یہ جو کہہ دیں وہی فیصلہ ہے؟"

شائزادی "میں کسی کا فیصلہ نہیں مانتی"
 پلشیر یا "اے تو آپ کو میرا بھی اعتبار نہیں رہا۔ میرا فیصلہ سن تو لیا ہوتا؟"
 شائزادی "سب سنا ہوا ہے۔ انھیں کی سی تم بھی کہو گی؟"
 رو ملدا "اچھا پلشیر یا تم انھیں کی سی کہہ دو۔ یہ شائزادی ہیں۔ ہماری
 سرتاج ہیں۔ مالک ہیں۔ ان کا کہنا سب پر مقدم ہے۔ ہاں جو یہ کہیں
 وہی تم بھی کہو؟"

شائزادی "میں حکومت کی راہ سے نہیں کہتی۔ اچھا اگر سب مل کے
 تمہارے پیچھے پڑ جائیں تو تم کیا کہو گی؟"
 سلوڑیا "ہاں ہاں ایہ نہ کہو۔ بلکہ یہ کہہ کر یہ نازک ہیں۔ بڑی خوبصورت
 ہیں۔ اس لیے ہم سب کو لے کاٹنا اٹھانا چاہیے؟"
 فلاویا "یہ حکومت تو اُس وقت چلے گی جب کوئی ناز بردار پیدا ہو؟"

پیشتر یا۔ اسے ہے اور تو دوسرا جھگڑا پیدا ہو گیا۔ میری کوئی نہیں سنتا۔
 فلاویا۔ تم بھی کہو لو۔ اپنا ارمان نکال لو۔ لیکن یہ نہ ہوگا کہ میں اُن
 پھولوں کو یونہی پھینک دوں۔ جیسے یہ نازک ہیں ویسی ہی نازک بدن ہیں
 بچاؤ بھی ہون گئے۔

پیشتر یا۔ اسے تو تمہیں بھی ضد ہے کہ بچاؤ ہی کر دو کرو؟ یہ نہیں ہو سکتا کہ
 ان کی بدعتیان گوندھ کے شاہزادی کے نگلے میں ڈال دو؟
 فلاویا۔ منظور۔ مگر شرط یہ ہے کہ شاہزادی اجازت دیں؟

شاہزادی۔ (فلاویا) "تمہارے ایک دفعہ پھول برسادیں سے میرا کچھ
 نہ بگڑ جائے گا۔ تمہیں اختیار ہے جی چاہے بار بتا کے پنھاؤ یا یونہی مجھ پر
 اُچھال دو۔ غصہ تو مجھے اس پر تھا کہ سب کی سب مل کے میرے پیچھے
 پڑ گئیں۔ ہزار رو کو نہیں مانتیں۔ منع کرو۔ سمجھاؤ۔ مارو۔ پیٹو۔ ایک
 نہیں سنیں۔ اب آدمی بن چکی ہو تو میں کہتی ہوں کہ جس طرح جی چاہے
 اپنا ارمان نکال لو؟ اجازت پاتے ہی فلاویا نے وہ پھول جو گود میں بھرے
 تھے شاہزادی کے سر پر برسادیے۔ اور شاہزادی نے اُنھیں جھاڑ کے اور
 زمین پر گرا کے ایک ٹھنڈی سائس لی اور کنا۔ میری سہیلو۔ اس گلزار
 کی بہار جی بھر کے ٹوٹ لو۔ اور جس قدر کھیلا جائے کھیل تو۔ کیونکہ ہمارے
 اطمینان کا زمانہ گزر گیا۔ اور اس باغ میں آج ہی اور مہمان ہیں؟

پیشتر یا۔ کیوں؟ خیریت تو ہے؟ میں تو جانتی تھی کہ ہر سال کی طرح
 اب کی بہار کا موسم یہاں ختم کر کے جب برف پڑنے لگے گی ہم اپنے گھر
 جائیں گے۔

سلووریا۔ اے ہاں۔ ابھی تو دلی یوحنا کی زیارت کا میلہ بھی نہیں ختم ہوا؟
 شاہزادی۔ مگر انیسویں۔ ایسی مصیبت سر پر آئی ہے کہ کسی بات کا
 خیال نہیں کیا جاسکتا؟

فلاویا۔ آخر کچھ بتائیے بھی تو سہی۔ ایسی وہ کون سی مصیبت آن پڑی ہے
 کہ ہم اکیلا رہی یہاں سے چل کھڑے ہون گئے؟

روملد! معلوم ہوتا ہے ہماری شاہزادی نے کسی کوٹ کے ساتھ شادی منظور کر لی۔ اور اب ہمارے ساتھ نہیں بلکہ اپنے دُلہا کے ساتھ ہان کی ہمارے لطف اٹھائیں گی؟

پیشیریا! ان کی عقل کے بھی تربان جائے۔ شادی ٹھہرتی اور ہمیں خبر نہ ہوتی؟ تجھے تو یقین ہے کہ بغیر ہمارے مشورے کے شاہزادی کسی کو اپنا دُلہا نہ بنائیں گی؟

شاہزادی! اندوسہ کے عربوں نے ہمارے ملک پر چڑھائی کر دی۔ آج ہی ماسوسون نے خبر دی ہے کہ اُن کا ایک سردار بڑی بھاری فوج لے کے پیرے نیز کے ادھر اتر چکا ہے اور ہفتہ ہی عشرے میں اُن کا لشکر ہماری سرحد کے اندر گھس پڑے گا؟

فلانویا! اے ہے! میں سمجھی تھی کہ کوئی بڑی خوف کی بات ہوگی۔ اسکا ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ جس ملک کی شاہزادی اور سرتاج ہماری ماہوش اور نگہرہ منینہ ہوں اُسے کسی دشمن کا کیا خوف ہے؟ جو ہمیشہ ہوا وہی اب بھی ہوگا۔ ہماری شاہزادی نے لڑائی کے میدان میں پہنچنے کے

چہرے سے نقاب الٹی۔ اور دشمن سردار غش کھا کے گر پڑا۔ اور ادھر وہ گرا اور اُدھر ہمارے بہادر سپاہیوں نے جھٹ کے اُس کا کام تمام کر دیا۔ پیشیریا! مگر ہمارے پیش میں تو خلل پڑ گیا؟ یا تو یہاں ان پھولوں کی بہادر دیکھ رہے تھے یا یہ سب چھوڑ چھاڑ کے بُردی غالہ کی گرمیاں برداشت کر رہے گئے۔ عربوں کی منحوس اور کالی کلونی صورتیں دیکھیں گے؟

منینہ! اور پیش میں خلل پڑنے کے علاوہ بین کہتی ہوں فرانس کے بادشاہوں اور شاہزادوں کی اور بات تھی۔ وہ میرے حسن کی تعریف سن کے اور میرے عاشق ہونے کے آئے تھے۔ اُن پر زور چل گیا۔ عربوں کے سردار بالکل غیر قوم۔ غیر مذہب۔ غیر زبان۔ اور غیر مذاق کے لوگ ہیں اُن پر خدا جانے میرا زور چلے یا نہ چلے؟

سلوریا! یہ نہ کہیے۔ مقدس و محترم مان مریم نے آپ کو وہ بلا کا حسن

دیا ہے کہ انسان تو انسان حیوان کی بھی بھوک پیاس جاتی رہتی ہے!
 روملہ! "میں تو کئی بار اس کا تاشا دیکھ چکی ہوں۔ شاہزادی لڑائی میں
 جس وقت دشمن کے سامنے اس پیارے کھڑے ہوتے ہیں۔ نقاب ہتائی میں معلوم
 ہوتا ہے کہ اندھیری رات میں یکایک آفتاب نکل آیا۔ سب کی آنکھیں چکاچوند
 ہو جاتی ہیں۔ اور جس پر آپ کی نظر کا کوئی تیر بڑ گیا وہ توجہ دم ہر کے
 گرتا اور کلیجا کپڑے کے بیٹھ جاتا ہے۔ فرانس نے دو کاؤنٹوں کا میرے
 سامنے یہی حال ہوا۔"

پلنگیر یا "خیر اب دعا کر دے مسیح اس لڑائی میں بھی یہی اثر جاری شانہ رکھا
 کے حسن میں اور یہی توڑ چارہی ملکہ کی نگاہ ناز کے تیر میں پیدا کر دیا۔
 فلاویا۔ "تو اب ہم بیان سے کب روانہ ہوں گے؟"

منینہ "کل ہی صبح کو کوچ ہے۔ اور اب چلو اپنا اسباب و سباب بندھو
 چلنے کا سامان کریں۔
 حکم پاتے ہی سب سیلیان شاہزادی کے ساتھ قصر میں گئیں۔ اور
 باغ میں سناٹا ہو گیا۔"

پانچواں باب

نامرودی میں جو انفر دیان

سپہ گران عرب کا ایک بڑا بھاری لشکر کو ہزار پرے نیز کی ایک مشرقی
 گھاٹی سے نکل کے شہر طراسقو کی طرف جا رہا ہے جو دامن کوہ سے چھ
 سات میل کی مسافت پر ہے۔ اس میں چالیس ہزار بہادر نبرد آزما ہیں
 بیس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے۔ سواروں میں زیادہ تر جوانان
 عرب ہیں جو مراکو اور آندلس سے سمٹ کے یہاں آئے ہیں اور بد لون
 میں اکثر بربری اور آندلسی مسلمان ہیں۔ جن کی پلٹنی الگ الگ مرتب
 اور جدا جدا بیرون کے پتے ہیں۔ ان کے لباسوں میں تو کیسانی اور
 کیرنگلی نہیں ہے۔ مگر اسلحہ سب کے ایک ہی قسم کے ہیں۔ سواروں کے

ہاتھوں میں نیزے اور کروں میں تلواریں ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر فولادی خودوزرہ پہنے ہیں۔ پراووں کے ہاتھوں میں چوڑے سیٹھے۔ غلاؤں پر کمانیں۔ کروں میں ترکش اور خنجر۔ اور پٹھوں بدگول ڈھالیں ہیں۔

یہ لوگ چلتے چلتے جو زمین آ کے بار بار صدائے تکبیر بلند کرتے ہیں۔ اور اُن کے مہیب نعرے پشت پر اگر پہاڑوں سے ٹکرائے گئے انھیں چھپے بٹاتے ہیں تو سامنے شہروں اور بستیوں میں زلزلہ ڈالتے ہیں۔ اور لوگوں پر رعب ڈال کے انھیں توحید کی طرف بلائیں۔ جاتے جاتے یہ لشکر طراسقو کے جنوب طرف ایک نہری کے سرچشمے کے پاس پہونچا جو یہاں قریب ہی ایک پہاڑ سے نکل کے آئی ہے۔ اُس کا پاک و صاف پانی ابھی زمین کے اثروں اور آبادی کی گندگیوں سے میلادور خراب نہیں ہونے پایا ہے۔ اور اُس میں قریب قریب وہی تازگی اور صفائی ہے جو آپ باران میں ہوتی ہے۔

اُس نہر کی رودانی کو دیکھ کے امیر اکبیش نے جو ہمارا دوست عثمان ابن ابی یسوع کی ختی ہے اپنے پُرائے انیس صحبت لیث بن خطلہ فہری سے جو سفید علم خلافت بنی امیہ کو اپنے ہاتھ میں لیے اُس کے ساتھ ہی ساتھ آ رہا ہے کہا "لیث - اب طراسقو تین میل سے زیادہ نہ ہوگا۔ شہر کے اندر داخل ہونے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اور اس سے پاکیزہ چشمہ پھر کہیں نہ ملے گا۔" یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آج یہیں پڑاؤ ڈال دیں۔ طراسقو ہمارا ہی شہر ہے یہاں سے فقط تھوڑی سی فوج لینا ہے۔ اس کام کے لیے خود ہمارے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ ابو عامر کو بھیج دو کہ جتنے سپاہی مل سکیں جاسکے لے آئیں۔ اور ہم یہاں ٹھہر کے عصر کی نماز پڑھیں اور جہاد کے متعلق جو انتظامات کرنا ہوں یہیں سے کر لیں؟

لیث "بہت مناسب ہے۔ ہمارے سپاہی کو ہستان کا دشوار گزار اور سخت راستہ ملے کر کے آئے ہیں۔ تھک بھی گئے ہوں گے؟"

اس مشورے کے مطابق قیام کا حکم دے دیا گیا۔ تمام قبائل اور کل برقوں کے سپاہی اپنے اپنے گرد ہوں میں تقسیم ہو کے اُس پایاب

ندی کے کنارے کنارے دونوں طرف اتر پڑے۔ دم بھر میں سادے
 خیمے کھڑے ہوئے لگے۔ بہتوں نے اپنی چادرین اور اپنے کھلے تان لیے۔ اور
 سب نے ٹھہرتے ہی ندی کے کنارے بیٹھ گئے پانی پینا اور وضو کرنا
 شروع کر دیا۔ یہ لوگ آب روان سے لطف اٹھا ہی رہے تھے کہ مؤذن نے
 صدا سے "اللہ اکبر" بلند کی۔ اور سب ہاتھ منہ پونچھے ہوئے دوڑ دوڑ
 کے سپہ سالار عسکریہ کے خیمے کے سامنے ایک وسیع میدان میں جمع
 ہونے لگے جو ناز کے لیے چھوڑ دیا گیا تھا۔ چونکہ اس زمانے تک سزا
 قوم ہی مقتدا سے قوم ہوتا تھا اس لیے سب نے عثمان ابن ابی سیدہ کے پیچھے
 جماعت سے عصر کی نماز پڑھی۔ بعد نماز سب نے اپنے اپنے مقاموں میں
 جا کے کچھ کھا یا پیا۔ اور اس پڑ فضا مرغزار کی سرسبزی و شادابی کی
 سیر کرنے لگے جس کی حد بندی جنوب کی طرف کوہستان پرے نیز کر رہا تھا۔
 اور شمال کی طرف آفتاب فلک سبزے کے فرشِ مخملین سے ہم آغوش تھا۔
 جس میں جا بجا درختوں کے ٹھنڈے اور سب سے تودے نشیب و فراز پیدا
 کر رہے تھے۔ اور انہیں کے درمیان میں طراسق کے چند گرجوں کے نوکیلے گھس
 نایاں تھیں۔ آسمان کی بدھنگی کو تاسیند کر کے ہلکے بے آب ابر نے اُسے اپنی
 سفید پھیٹی پڑائی اور جا بجا سے مسکی ہوئی چادر اور عادی تھی۔ جس میں
 سے مغرب کی طرف آفتاب کبھی کبھی اپنا منہ نکال کے جھانک لیتا تھا۔
 آخر آفتاب یونین "۲" : "یدارے نائی" پر ہیزے کئی کی ادا سے معشوقانہ
 دکھاتے دکھاتے پردے ہی پردے میں غائب ہو گیا۔ اور مسلمانوں نے
 اُسی پہلی شاہ سے نماز مغرب پڑھی۔

بعد مغرب عثمان بن ابی سیدہ اپنے خیمے میں چراغ کے پاس بیٹھا۔ قلم
 و دات منگو کے قلعہ دار زبیر بن خلف بن عباس الخزاعی کے نام اس
 مضمون کا خط لکھا: — "میں دالی ہسپانیہ عبدالرحمن بن عبداللہ بن
 کے حکم سے فرانس پر جا کر نے کے لیے فوج لے کے آگیا ہوں اور ارادہ یہ ہے
 کہ اگر می طائی کی ریاست کو مملکت اسلام میں شامل کر لیا جائے۔ یہ ہے

پاس کافی لشکر موجود ہے۔ اور اگر ضرورت ہوگی بھی تو آندلسیہ سے برابر فوجیں آتی رہیں گی۔ اس لیے بغیر زبونہ میں آئے مین ہیمن سے شاہ یودیر کے ملک میں داخل ہوتا ہوں۔ یہاں سے کوچ کر کے سنٹا لیز میر پہ حملہ کروں گا۔ اور اسی طرف سے بڑھتے بڑھتے جا کے اُس کے دارالسلطنہ بُردی غالہ کا محاصرہ کر لوں گا۔ لہذا تمہارا یہ کام ہے کہ جس قدر فوج فراہم کر سکو ساتھ لے کے مدینہ طولوس پر چڑھائی کر دو۔ شہر آغیہ کو فتح کرتے ہوئے آؤ۔ اور بُردی غالہ کے محاصرے میں میرے ساتھ شریک ہو جاؤ۔ تاکہ جانو کہ اس مہم میں جیسی جلدی کیجئے ہے دسی ہی جلدی اور مستعدی کا تمہیں بھی لحاظ رہے تاکہ جاڑوں کا موسم شروع ہونے سے پہلے ہی یہ مہم پوری ہو جائے۔

یہ خط لکھ کے اُس نے ایک سوار کو دیا اور حکم دیا کہ "اگر چہ چار دن کا راستہ ہے مگر تم گھوڑا اڑاتے ہوئے جاؤ اور دو دن میں پہونچا دو" اور زبانی بھی تاکید کر دیا کہ "فورا" لشکر لے کے اُٹھ کھڑے ہوں۔ میں ادھر پرانے شہر برف دوئی نم میں جے اب نصار آہستہ بر طرانہ کہتے ہیں دریائے غردنہ کے پار اُتر دوں ادھر وہ بھی شمال میں طولوس کو فتح کر کے اسی دریائے غردنہ کے پار ہوں۔"

ابن ابی سید نے خط کی کارروائی سے فارغ ہو کے سر اٹھایا تو ابوعامر کی صورت نظر آئی۔ پوچھا "تم طراسقو میں گئے تھے؟" ابوعامر "جی ہاں گیا تھا۔ وہاں کے شیخ کو اپنے ساتھ لیتا آیا ہوں۔ آپ خود اُس سے گفتگو کر لیں۔"

عثمان "اس طول اہل کی کیا ضرورت تھی؟ یہ محبت کا موقع تھا۔ تم نے وہیں کہہ دیا ہوتا تو وہ سپاہیوں کے فراہم کرنے کی کارروائی کرنے لگتا۔ خیر بلاؤ۔"

ابوعامر جا کے اُسے اپنے ساتھ اندر لے آیا۔ اور عثمان نے صاحب سلامت کے بعد کہا "میں جہاں دیر جا رہا ہوں اور گو کافی فوج میرے

ہمراہ موجود ہے۔ اور اُنڈلوسیہ سے اور بھی آئے گی مگر اس موقع پر ہر اسلامی شہر کا فرض ہے کہ جہاد کے لیے کچھ سپاہی دے۔ تمھارا شہر کتنے سپاہی دے سکتا ہے؟

شیخؒ: "یا سیدی۔ میں تعمیل حکم کے لیے حاضر ہوں۔ مگر یہاں کی رعایا عموماً مسیحی ہے جو جزیہ ادا کرتی ہے اور جہاد میں نہیں شریک ہو سکتی۔ صرف پچاس عربی اور بربری مسلمان سوار شہر کی حفاظت کے لیے یہاں رکھے گئے ہیں۔ لیکن اُن کا یہاں سے بٹنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

عثمانؒ: "یہاں کے درستہ القرآن کا کیا حال ہے؟ اُس کی کوشش سے کچھ مسلمان ہوئے؟ آخر تمھارے یہاں نو مسلموں کی کس قدر تعداد ہے؟"

شیخؒ: "سب ملا کے پانچ سو کے قریب نو مسلم ہیں۔ مگر اُن میں سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کے قابل دو سو آدمیوں سے زیادہ نہ نکلیں گے۔ اگر حکم ہو تو اُن کو میں ساتھ کر دوں۔ لیکن اس کا آپ اندازہ کر لیں کہ یہ لوگ بھروسے کے قابل ہیں یا نہیں؟"

عثمانؒ: "(ذرا غور کر کے)" کچھ صفائے نہیں۔ تو حید کا مزہ پانے کے بعد پھر کوئی ایسا ہی شامت زدہ ہو گا جو مرتد ہو جائے ورنہ صراط مستقیم سے نہیں منحرف ہو سکتا۔ تم اُن لوگوں کو جمع کر کے محل صبح تک پہنچا دو تو وہاں ورنہ میرے جانے کے بعد روانہ کر دینا تاکہ میں جس شہر میں ہوں مجھ سے آمین؟"

اب سب رخصت ہوئے۔ اور ابن ابی یسعہ اپنے حرم کے زاتانے خیمے میں جا کے سو رہا۔ صبح کو بعد نماز فجر اس لشکر نے مغرب و شمالی کی طرح کوچ کیا۔ یہاں سے چار ہی میل پر شاہ یودیز کی قلعہ و شروع ہو گئی تھی۔ اُس میں داخل ہونے کے بعد تقریباً پندرہ سولہ میل کی مسافت اور طے کر کے یزبرست

لشکر علاقہ اکوی طانی کے پہلے آباد شہر قنقرانی پر پہنچا جس کا فی الحال مسیحیوں نے اپنے ایک راہب اور ولی کی نسبت سے سینٹا لیز بیر نام رکھ لیا تھا۔ یہاں عیسائیوں کے صرف دو ہزار پیادے تھے جنھوں نے مسلمانوں کے آنے کی خبر سُننے کے مقابلے کی تیاریاں کیں۔ تین ہزار شہزادوں

کو بھی ساتھ لے لیا اور پانچ ہزار کی جمعیت سے شہر کے باہر نکلے۔ لیکن جب عربی لشکر کا اتنا بڑا سیلاب عظیم دیکھا تو ایسے گھبرائے کہ بے لڑے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور عثمان نے بغیر کسی مزاحمت کے شہر پر قبضہ کر لیا۔

رات یہاں بسر کر کے علی الصباح لشکر اسلام نے کوچ کیا تو دوپہر ہوتے ہوئے دریا سے غدنہ کے کنارے تھا۔ جس کے اُس پار شہر سنتا برطاندہ کی عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ دریا پار یودیز کے مغرور لشکر کے ساتھ یہاں کی پانچ ہزار فوج اور بہت سے شہری و النہر دریا کنارے مغین باندھے کھڑے تھے کہ اندلسیہ کے لشکر اسلام کو پار نہ اُترنے دیں۔ مگر عثمان ابن ابی یسوع کو اپنے جاسوسوں اور رہبروں سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہاں سے قریب ہی دوسیل پر دریا بالکل پایاب ہے۔ اُس نے اپنی پیدل فوج کو تو دشمنوں کے مقابل اس پار مجاہد کیا کہ تیر برس سانا شروع کریں۔ اور خود سواروں کے ساتھ نہایت خاموشی سے اُس مقام پر پہنچا جہاں دریا پایاب تھا۔ اور پار اُتر گیا۔ یودیز کے سپاہی حریف کی کوششوں سے غافل تیر اندازوں کو جواب دے رہے تھے کہ ناگہان اُن کے داہنے طرف سے عربوں کا قرتا ٹھنکا۔ طبل جنگ بجا۔ سواران عرب نے نیزے ٹھکائیے۔ اور تکبیر کہنے کے زور و شور سے حملہ کر دیا۔ اس سیل مرگ کو آتے دیکھ کے عیسائی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور شام سے پہلے ہی شہر سنتا برطاندہ بھی بے ردک ٹوک عثمان کے قبضے میں تھا۔

مسلحہ دو روز معرکہ آرائی کرنے کی وجہ سے عثمان نے پانچ روز تک یہیں قیام کیا۔ اور چھ دن نماز جمعہ پڑھ کے آگے کوچ کرنے کو تھا کہ طرقتو کے دو سو نو مسلم سپاہی آگئے جن میں سے کچھیں سوار اور باقی پیادے تھے۔ عثمان نے اُن کو اندلسی رسالوں اور پلٹون میں شامل کر کے روانگی کا طبل بجایا اور اس انسانی سیلاب نے پہاڑوں کی دشوار گزار زمین طے کر کے اور تنگ گھاٹیوں کی زحمٹوں کو برداشت کر کے دو دن میں تقریباً تیس میل کی مسافت طے کی۔ پہاڑی گاؤں کو لوٹ لوٹ کے رسد فراہم کی۔ اور قسطنطنیہ

مشہور طریقہ کے سامنے تھا۔ یہاں کے دشمنوں نے مقابلے اور لڑائی کا پورا سامان کیا تھا۔ اور اُس کا ہر آزمایہ سالار فریڈرک پچیس ہزار فوج نیے ہوئے موجود تھا۔ یہ شہر اٹور کی ایک شاخ کے کنارے آباد تھا۔ اور اُسی کے اُس پار فریڈرک کا لشکر پر اباندھے گھڑا تھا کہ اُنڈلس کے لشکر کو پار نہ اُترنے دیں گے۔

ابن ابی سیع نے اسی پار پڑاؤ ڈال دیا۔ اور دونوں لشکروں میں دریا کے دونوں کناروں سے تیرد پیکان کے ذریعہ سے حریفانہ صاحب سلامت ہوئی۔ دریا کا پاٹ یہاں زیادہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہلین قریب ہی کے پہاڑوں سے وہ نکلا ہے۔ مگر پھر بھی ڈباؤ تھا۔ اور بغیر کشتیوں کے پار ہونا دشوار تھا۔ لیکن اس کا انتظام عثمان نے یہ کر لیا تھا کہ بہت سے لکڑی کے ٹھوس شہتیر اونٹوں پر ردو کے ساتھ لائے گئے تھے۔ اور دریا سے غرونہ کے ملاحوں سے پندرہ بیس کشتیاں بھی لے کے اونٹوں پر لاد لی گئی تھیں۔ یہ لٹھے دریا میں ڈال دیے گئے۔ اور اُن پر چار پانچ پیدل سپاہی چڑھ کے بانٹوں سے کھینچے ہوئے چلے۔ ساتھ ہی مسلمان سواروں نے گھوڑے پانی میں ڈال دیے۔ اُن کے روکنے کی بہت کوشش کی گئی۔ اور بہت سے حملہ آور پانی میں گر کر کے ڈوب گئے۔ لیکن سواروں کے ایک گروہ نے پار پہنچ کے دشمنوں کو ہٹا دیا۔ اور اتنا موقع پاتے ہی ہزاروں سپاہی دریا سے اُتر گئے۔ اور سب نے ایسی جان بازی سے مقابلہ کیا کہ دشمن دریا کا کنارہ چھوڑ کے ہٹ گئے۔ اور اُنڈلس کا سارا لشکر اطمینان کے ساتھ پارا ہو گیا۔

عربوں کی ایسی خطرناک یورش دیکھ کے فریڈرک نے اپنے لشکر کو جمع کر کے ارادہ کیا کہ ایک ہی حملہ میں لڑائی کا فیصلہ کرے۔ اُن کے محلے کے ساتھ ہی میدان قیامت گرم ہو گیا۔ جس جوش سے فرانسیسی حملہ آور ہوئے تھے ویسے ہی جوش سے عربوں اور اُنڈلسیوں نے اُنھیں اپنے نیزوں پر ردو کیا۔ اور دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ سینہ۔ میسر۔

قلب - جبرہ دیکھیے ٹوٹ کا بازار لگا ہوا تھا۔ زندگی کے رشتے کٹ رہے تھے۔ اور عمرین قضاے سہرم کے فرشتوں کے ہاتھوں سے منقطع ہو رہی تھیں۔ فرانس والے اپنے وطن کے لیے اگرچہ سر پر کھیل کے لڑ رہے تھے اور سر جانے پر آمادہ تھے اور محبت وطن کے جوش میں ایک ایچ زمین بھی نہ چھوڑتے تھے۔ مگر اُنہی لشکر کی کثرت کا اُن پر دباؤ بڑھ رہا تھا۔ سرفروشی کے حصول پر بھی اکثر اوقات انھیں عربوں کے حملوں کی ٹھکرکھا کے چند قدم پیچھے ہٹ ہی جانا پڑتا تھا۔

ایک ایسے ہی موقع پر جبکہ مسیحی مجبور ہو ہو کے اور دباؤ لگایا گیا شے کے ہٹ رہے تھے عثمان ابن ابی یسوع نے دو ہزار جزا سواروں کرے کے کلبہ کی اور اس زور و شور سے حملہ کیا کہ دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور آخر ایسے جگہ آئے کہ نہایت باجواہی کے ساتھ بھاگے۔ قلب کے لشکر کی شکست کے ساتھ ہی ساری فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ عربوں نے تعاقب کیا۔ دس بارہ میل تک ہر طرف خون کا میخہ برس گیا۔ کیونکہ نہ آس پاس کا کوئی گاؤں تھا نہ بڑی پیش کی کوئی بیڑک تھی جہاں حامیان وطن کی لاشیں برہنہ اور بے گورد کھن نہ پڑی ہوں۔ اس لیے کہ قاتلوں نے ستر پوشی کے لیے کپڑا چھوڑ بھی دیا تھا تو اُسے وطن کے بے رحم چور اُتار لے گئے۔

فتح کے بعد ابن ابی یسوع اپنی ساری فوج کے ساتھ طربس میں داخل ہوا۔ اور پورے شہر میں ایک گشت لگا کے باہر دریا کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے قیام میں رعایا سے جزیہ وصول کیا گیا۔ استغون راہوں اور کنیے والوں کو سند آزادی عطا کی گئی پھر پید و سیل مکان لے کے اُن میں مسلمان زخمی رکھے گئے۔ ایک مدرسہ اعران کھولا گیا تاکہ وہ پید کی تبلیغ کے ساتھ زبان عرب کی بھی تعلیم دے۔ مال غنیمت اور نوٹھی غلام جو کچھ کہ ہاتھ آئے تھے اُن کا پانچواں حصہ امیر اندلسیہ عبدالرحمن کے پاس مزدہ فتح کے ساتھ روانہ کر دیا گیا۔ اور باقی حصہ رستمی مسلمانوں میں اس حساب سے تقسیم کیا گیا کہ سواروں کو پیدل لوگوں کا دو ناملا۔

اسی زمانہ قیام میں تمام سپاہیوں کو کافی موقع مل گیا کہ اگر ضرورت تھیں تو اپنا حصہ غنیمت اپنے گھروں میں بیچ دین۔

اب عثمان کا لشکر بڑی ہمتوں اور زبردست حوصلوں کے ساتھ پڑا نے شہر آل لورد کی طرف بڑھا جسے ان دنوں اولردن کہتے تھے۔ یہ بہت آباد شہر تھا۔ وہ تمام زائر اور مذہبی عقیدت کیش جو شہر انوس میں ولی پو خان کی زیارت کے لیے آتے پہلے چند روز اسی شہر میں قیام کرتے۔ اور اس کی سوا دہائی ہفتہ دور دور کے آفاقیوں کا مجمع رہتا۔ خود شاہ یو دیز جب اپنے دارالسلطنت بروہی غانہ سے انوس میں آتا تو اسی شہر میں سے ہو کے گزرتا۔

اولردن دریائے انڈور کی دو چھوٹی مغربی شاخوں کے بیچ میں آں کے سنگم کی جگہ پر واقع تھا۔ جو اگرچہ پایاب تھیں مگر بہت ہی تیز بہتی تھیں۔ علم ہیر کی شکست کے بعد یو دیز کی فوجیں بیان جع ہوئی تھیں۔ جن کو خزاہ یو دیز نے نئے لشکر سے لگ پونچائی تھی۔ اور تمام حاسیان وطن اور جان نثاران ملت نے قسم کھائی تھی کہ مسلمانوں کو بیان سے آگے نہ بڑھنے دیں گے۔

مگر بہت ہمارے ہوئے لوگوں کو از سر نو ہمت بندھانا۔ اور ان میں تازہ جوش پیدا کرنا آسان نہیں ہے۔ جس وقت مجاہد ہی عرب کی فوجیں دکھائی دیں سفید اندلسی علم منور دار ہوا۔ اور ان کے قرتا کی رعب دار آواز کی نون میں آئی سب نے اپنے جسم میں ایک جھر جھری سی محسوس کی اور چہرے اتر گئے۔ مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ وطن کی حمایت۔ زن و فرزند کی حفاظت اور دین کی عزت و حرمت سب ہمارے استقلال اور ہماری پامردی سے وابستہ ہیں۔ افسردہ نے پرجوش و خروش کرکے کہہ کہہ کے اور جوش دلایا اور اولردن کا پچاس ہزار لشکر ندیوں کے پار اتر کے خود ہی آگے بڑھا کہ

ان جری لوشیروں سے ان کی دست برد کا بدلے لے۔ دشمن کو تیار دیکھ کے عربوں نے حملہ کر دیا۔ اور بڑی سخت لڑائی ہونے لگی۔ جو سیدان بارش کے وقت ندی میں پانی پونچا یا کرتا تھا آج خون سے اس کی آبیاری کر رہا ہے۔ ورنہ جان شجاع اور قوی حمت کا

جوش تھا بہادران جنگ تھک گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں شل تھے۔ شام ہونے کو آگئی تھی۔ اور لڑائی سے کسی کا ہاتھ نہڑ کتا تھا۔ آخر آفتاب غروب ہو گیا۔ اور رات نے دو دن شکر دن کے درمیان میں آکے اپنا سیاہ پردہ ڈال دیا۔ دونوں طرف کے تھکے ماندوں میں گھر یا خیموں تک آنے کی کمان تاب تھی۔ رات تارے گن گن کے عرصہ جنگ کی خون آشام زمین بجا پر کاٹی۔ اور صبح ہوتے ہی خدا سے بغیر و امحاح دعاے فتح مانگ کے پھر مصروف کارزار ہو گئے۔ اور کل کے تھکے ہاتھوں سے جس مستعدی و سرگرمی کی امید نہیں کی جاسکتی تھی پھر دکھا دی۔ مگر رات ہی کے اندھیرے میں دس ہزار عربوں کا ایک جبار لشکر جنوب کی طرف پانچ چھ میل پر جا کے دریا کے پار اتر گیا تھا۔ اور تاروں ہی کی چھان میں نہایت خاموشی کے ساتھ شہر اور دن کے قریب گھاٹیوں میں پہنچ کے چھپ رہا تھا۔

صبح کو لڑائی شروع ہوئے دو گھنٹوں سے زیادہ زمانہ نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے یکایک ہاتھوں کی بلندیوں پر طبل جنگ بجوایا۔ عربی قرنا پھٹنے سے سب نے کھڑوں کو ایڑ ہٹا کے بائیں ڈھیلی کر دیں۔ اور للکارنے اور نعرہ ہاے تکبیر بلند کرتے ہوئے شہر پر آ پڑے۔ ساتھ ہی شہر کے بازار یوں عورتوں اور بچوں نے گھبرا گھبرا کے چٹخیں مارنا اور رونا پٹنا شروع کر دیا۔ یہ ہنگامہ سن کے مسیحی مبارزان جنگ کے ہوش جاتے رہے۔ اور لڑنا بھول کے سوچنے لگے کہ ہم بھاگنے کے تو کمان جا میں گئے ہ، ساتھ ہی ان کے مقابل حریفوں نے زور و شور کے ساتھ ہر طرف سے حملے شروع کر دیے۔ حملہ آور شہر کی تکبیر کی آواز میں مبارزان جنگ کی تکبیروں سے ٹکرائی اور دونوں آوازیں ساتھ مل کے گرو کی ہاتھوں میں گونجتی تھیں۔ ایک عرصہ حشر بپا تھا جس میں کان پڑھی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اور کوئی کسی کی نہ سنتا تھا۔ آخر خامیاں وطن قتل اس کے کہ بھاگنے کا راستہ سوخ سکین بھاگنے لگے۔ افسروں نے للکار کے بہت رد کا۔ مگر یہ وہاں سفروں کے کان دہ اور ضرورت کسی بات کا خیال نہ کرتے اور یہ وہاں

بھاگے جاتے تھے۔ عربوں نے یہ حالت دیکھتے ہی اپنے بڑھے ہوئے حوصلوں کے زور میں حملہ میں اور شدت اور تعاقب میں تیزی ظاہر کی۔ اور مغربیوں کا یہ عالم تھا کہ بھاگتے راستہ نہ ملتا۔ ہزاروں بھاگتے مین مارے گئے۔ اور سیکڑوں دریائیں ڈوب مرے۔ غرض شام سے پہلے اور لہروں مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔

پچھٹا باب

فتح پر تلی ہوئی معشوقہ

پہرہ دن چڑھے کادقت ہے۔ آفتاب افق مشرق سے بہت بلند ہوا آیا ہے۔ اور شاہ یوزدیز اپنے قدیم بارونق دار السلطنت بردی قارہ (بورڈو) کے اُس عالیشان قصر میں ہے جو اب واقع ہے۔ دریائے غزنہ اس قصر کے مشرق جانب بہا ہے۔ اور چونکہ وہاں قریب ہے اس لیے یہاں اُس کا پاٹ و وکیل سے کم نہیں ہے۔ جس کے متحرک و متوج پانی پر آفتاب کی کرنیں نور برسائے گا۔ کے پانی میں پارس کی سی چمک اور بے قراری پیدا کر رہی ہیں۔

دریائے صدا ہاں گشتیاں اور جہاز چل پھر رہے ہیں جن میں سے اکثر ہزاروں خلقت کو بہاؤ پر لالا کے شہر میں اتارتے اور غالی ہو کے واپس جاتے ہیں۔ یوزدیز اپنے ایک پرائوٹ کمرے میں ہے۔ ایک نقش و زرنگار تخت پر پاؤں ٹکائے اور سر جھکائے بیٹھا ہے۔ اور نہایت ہی متفکر و متردد ہے۔

سانے ایک چھوٹی سی چوکی پر اُس کی ناز پر دروہ بیٹی سینہ بٹھی ہے جس کی خوبصورت پیشانی میں شکنیں اور جس کے ہنسکھ چہرے کی حد سے زیادہ سنجیدگی و متانت ظاہر کرتی ہے کہ باپ کی فکر و دین میں وہ پوری طرح شریک ہے۔

لیکن باپ کی فکر مندی کو خطرناک اور سلطنت کے حق میں مفرد دیکھ کے اُس نے کوشش کی کہ اُس کے دل پر سے فکر وں کا بار ہٹائے۔ اور جہاں تک بنے اُس کی تسلی و تسنی کیے۔ کہا "ابا جان۔ آپ زیادہ پریشان نہ ہوں۔ آپ کہہ پریشانی سارے ملک کو پریشان کر دے گی؟

یوزدیز بیٹی۔ پریشان نہ ہوں تو کیا کروں؟ ملک کے سارے جنرل

حصہ پر دشمنوں کا قبضہ ہو گیا۔ میری ملک کے بڑے بڑے آباد اور پُر نفعا شہر جو دینی حرمت رکھتے ہیں ان کے ہاتھ میں چلے گئے۔ سنتا لزمیر - سنتا برطانہ - قنہ الی - اوتیرون - اور طرمیس سب پر اندلس کے مسلمان قابض ہیں۔ میرے لیے اپنے پسندیدہ و محبوب ترین شہر انوس کے جانے کا راستہ بند ہو گیا۔ اور یوحنا حواری کی زیارت کو اب جو لوگ جا سکتے تھے ان پر دین کے دشمنوں کی حکومت ہو گئی۔ پہلے مجھے اندیشہ نہ تھا۔ مگر طرمیس اور اوتیرون کی لڑائیوں نے میری ہمت پست کر دی۔

منہجہ: آپ بہت نہ باریں - اور جن لوگوں کے حوصلہ پست ہو گئے ہوں انھیں بھر مقلط پر آمادہ کریں۔ یہ کسی فرانس کے نواب یا کونٹ سے بڑا ہی نہیں بلکہ ایسے دشمن کا مقابلہ ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کی عزت آبرو اور ساری قوم کا دین خطرے میں ہے۔ لوگ بڑی خوشی سے لڑیں گے۔ آپ انھیں جمع کر کے روانہ تو کریں؟

یوویز: "فوج تو میں جمع کر ہی رہا ہوں۔ اور لوگ جوق جوق آ کے میرے جھنڈے کے نیچے جمع بھی ہوتے جاتے ہیں۔ مگر میرا دل اندر سے بیٹھا حاکم ہے۔ اوتیرون میں جن لوگوں کو شکست ہوئی وہ میرے بھر دے کے لوگ تھے۔ اور ان کی بھاری پرچھے تاز تھا۔ جب ان کے قدم اکھڑ گئے تو یہ لوگ جو فوج میں نے بھرتی ہو رہے ہیں کیا سامنا کریں گے؟"

منہجہ: اب لڑائی کا یہ طریقہ ندر ہے کہ ہماری فوجیں میدان میں مقابلہ کر کے ایک ہی لڑائی میں اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیا کریں؟ بلکہ اب ان لوگوں سے قلعہ بند ہو کے لڑنا چاہیے۔

یوویز: یہ تو پہلے ہی ہوتا۔ مگر خرابی یہ تھی کہ پہرے نیر کے ان نشیبی شہروں میں سے کسی میں بھی قلعہ نہ تھا۔ وہاں کی فوجیں میدان میں نہ لڑتیں تو کیا کرتیں؟

منہجہ: غیر مضائقہ نہیں۔ اب ہمارے تین زبردست قلعہ ان کے راستے میں موجود ہیں۔ ایک قرقوسہ جو سمندر کے قریب بیان سے اسی میل پر ہے۔

دوسرا سو تویم جو ملک کے اندرونی حصہ میں ہے یہاں سے ستر میل پر ہے۔
 بغیر ان دونوں شہروں اور ان کے قلعوں پر قبضہ کیے وہ آگے نہیں بڑھ
 سکتے۔ اور اگر وہاں سے بھی بڑھ آئیں تو تو سیو کا سب سے بڑا زبردست
 قلعہ رو کے گا جو یہاں سے تیس میل پر موجود ہے۔ ان کے ان قلعوں کی
 فصلوں کو خوب مضبوط کرایے۔ اور ان میں اس قدر غلہ اور سامان رسد
 جمع کر لیجئے کہ کم از کم دو برس کے لیے کافی ہو سکے۔ ہمارے سپاہی ان میں
 اطمینان سے بیٹھ کے مقابلہ کریں گے۔ عربوں کا ان پر کچھ زور نہ بچھو۔ اور
 وہ وقتاً فوقتاً جبہ موج دیکھیں گے نکل کے دشمنوں کو پریشان کر دیں گے۔
 یوویز یہی ہیں بھی سوچ رہا ہوں۔ اور سوا اس کے سفر ہی کیا ہے۔ مگر
 آویروں کے قبضے سے نکل جانے کا مجھے بڑا قلق ہے۔

منینہ: اباجان اس بار سے میں بھی آپ ماہوس نہ ہوں۔ مدت تک
 قلعہ بند رہے جب ہمارے سپاہی عربوں کو تھکا تھکا کے مار لیں گے تو پھر
 نکل کے اپنے ان شہروں پر بھی قبضہ کر لیں گے۔

یوویز: میں نے اس وقت اپنے مشیروں اور سرداروں کو مشورہ کیا کہ
 لیے ملایا ہے۔ اتنی ہے کہ سب جمع ہو گئے ہوں۔ ان کے سامنے میں اس
 تجویز کو پیش کرنے والا ہوں۔ اور ارادہ ہے کہ اگر یہ تجویز طے ہو جائے
 تو کل ہی میں خود ان شہروں میں جا کے قلعوں کی حفاظت اور قلعہ بندی
 کا انتظام اپنے سامنے کراؤں۔

منینہ: اباجان آپ تو سیو میں کھڑے جو بڑی غالہ پر حملہ کر رہے ہو اس کے
 لیے آخری قلعہ ہے۔ اور تو سو سو تویم میں جانے کی جگہ اجازت دیجیے۔
 میں وہاں کی حفاظت کا پورا بندوبست کر لوں گی۔ اور آپ دیکھیں گے کہ
 میں کیا کرتی ہوں۔ مسیح کی درگاہ سے مجھے امید ہے کہ دشمنوں کو آپ تک
 نہ پہنچنے دوں گی۔

یوویز: بھئی۔ ان وحشی عربوں کے مقابلے میں تمہارا جانا من سب نہیں
 ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے پاس رہو اور مجھے انہیں مشورہ

دے کے میری تسلی کیا کرو۔“

منیٹہ: ”نہیں ابا جان میرا جانا ضروری ہے۔ میں نہ جاؤں گی تو نہ ان دونوں قلعوں کی مضبوطی کا انتظام ہی ہو سکے گا اور نہ کوئی سپاہیوں کی ہمت بندھائے والا ہوگا۔“

یوویز: ”اگر تم چلی جاؤ گی تو میرا سارا دل تم میں لگا رہے گا اور قلعے کا کچھ انتظام نہ کر سکوں گا۔“

منیٹہ: ”کیونکہ کیا میں کبھی لڑائی پر نہیں گئی ہوں؟ یا آپ نے خود ہی مجھے جنگ کے میدان میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے؟“

یوویز: ”میں نے اجازت بھی دی۔ اور تم نے جو اندر جی سے مقابلہ بھی کیا۔ مگر وہ لڑائیاں اُن لوگوں سے تھیں جن میں انسانیت تھی۔ بڑے اُس آتی تھی۔ اور جو تمھاری پوری پوری قدر جانتے تھے۔ اور یہ لڑائی آدمیوں سے نہیں وحشی درندوں سے ہے۔“

منیٹہ: ”تو کیا میں نے کبھی شیر کا شکار نہیں کیا ہے؟ اور درندوں سے نہیں لڑی ہوں؟“

یوویز: ”مگر بیٹی یہ لوگ اُن درندوں سے بھی بدتر ہیں۔“

منیٹہ: ”ابا جان اس میں آپ زیادہ انکار نہ فرمائیں۔ اور مجھے جانے کی اجازت دیں۔ آپ خوشی سے اجازت نہ دیں گے تو میں چھپ کے بھاگ جاؤں گی۔ مگر اُن لوگوں سے مقابلہ ضرور کروں گی۔“

یوویز: ”ایسا ہی شوق ہے تو اُس وقت مقابلہ کر لینا جب وہ قریب آجائیں گے۔“

منیٹہ: ”مگر میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ اتنی دُور تک بڑھ آئیں۔ میں انھیں دُور روکوں گی۔ اور آپ دیکھ لیں گے کہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دوں گی۔“

یوویز: ”نہیں ایسی ہی ضد ہے تو میں مجبور ہوں۔ دل مانے یا نہ مانے خواہ مخواہ اجازت دوں گا۔ لیکن قطعی اسے قائم کرنے میں اتنا صبر کرو کہ میں آج کی کمیٹی میں اپنے وزیروں اور سرداروں سے بھی اس معاملہ میں مشورہ کر لوں۔ تمھارا کوئی بھائی بھی نہیں ہے۔ اور میری زندگی کی

سرت صرف تھارے دم سے ہے۔ تمہیں میرے تاج و تخت کی وارث اور موروثی خانہ دان کی یادگار ہو۔ اس لیے میں اپنی ذات سے زیادہ تمہاری حفاظت ضروری سمجھتا ہوں۔ بہتر یہ ہوتا کہ تم قوسیو میں ٹھہرتیں اور مجھ سے کہتیں کہ قوسوہ اور سوسیو میں جا کے عربوں سے مقابلہ کروں؟

مینہ: "اس کو کوئی نہیں گوارا کر سکتا۔ بادشاہ تک دشمنوں کی رسائی اُس وقت ہونی چاہیے جب کوئی دوسرا نہ باقی رہے؟"

یوویز: "اچھا تو اب کیٹی کا وقت آگیا۔ تم اپنی سہیلیوں کو بلالو۔ اور ہمیں بیٹھ کے اُن سے باتیں کرو۔ جب تک میں کیٹی سے فراغت کر کے آجاؤں گا؟"

یہ کہتے ہی خادم کو آواز دی۔ اور ایک بہت ہی کمسن اور خوبصورت بچہ جو نہایت پُر تکلف اور بھاری کپڑے پہنے تھا سامنے آ کے ادب سے کھڑا ہوا۔

یوویز: "دربار کے کمرے میں سب لوگ جمع ہو گئے؟"

بیج: "(زمین بوس ہو کے)" حضور سب آ گئے۔ اور اب کسی کا انتظار نہیں ہے؟"

یوویز: "تو میں بھی چلا؟" یہ کہہ کے اٹھا۔ بیج اُس کے پیچھے ہو لیا۔ اور اُس کے جاتے ہی شاہزادی کی چاروں سہیلیاں جو دوسرے کمرے میں بادشاہ کے

جانے ہی کی منتظر بیٹھی تھیں آگئیں۔ اُن کی صورت دیکھتے ہی مینہ نے کہا "تم سب کی کیا رائے ہے؟ اباجان تو میرے جانے کو کسی طرح نہیں منظور کرتے؟"

پلیشیر یا "پھر اُن کے حکم میں کون دخل دے سکتا ہے؟"

سلویریا: "مگر ہماری شاہزادی کے حسن کا استعان رہ جائے گا۔"

فلوویا: "اور مجھے یقین ہے کہ ہماری شاہزادی نے جس طرح اور کئی دشمنوں کو زیر کیا ہے عربوں کے سردار کو بھی زیر کر لیں گی۔"

مینہ: "اور کوئی زیادہ خوف کی بھی بات نہیں ہے۔ میں کہتی ہوں کہ عہ فرنگستان کے اُس زمانے کے باوشاہوں اور امیرون کا معمول تھا کہ خوبصورت کس لڑکے جو جنت کے غلاموں کا موتہ ہوتے اپنی خدمت میں رکھتے۔ یہ لڑکے بیچ کھاتے تھے اُن کے لباس کے خوبصورت اور قیمتی بنائے اور اُن میں طرح طرح کی ہدا کرتے مینا ایک سے ایک بڑھ کے حوصلہ دکھاتا۔

میدان کی لڑائی ہو چکی۔ اب میں تو قوسہ اور سربتوم کے قلعوں میں قلعہ بند ہو کے عربوں سے مقابلہ کروں۔ ہم لوگ قلعہ کے اندر رہیں گے اور دشمنوں کا کوئی زور نہ چلے گا۔ لیکن انھیں ہم ذرا بھی غافل پائیں گے تو یکایک نکل پڑیں گے اور سخت نقصان پہنچا دیں گے؟

روملہدا "تھا تو اچھا مگر جب بادشاہ مانتے ہی نہیں تو کیا ہو سکتا ہے؟" منینہ "مانتے کیسے نہیں؟ میں نے حد سے زیادہ اصرار کیا۔ اور آخر راضی ہوئے کہ اس معاملہ کو اس وقت اپنے مشیروں کے سامنے پیش کریں گے۔ اور اگر ان لوگوں نے پسند کیا تو خوشی سے مجھے جانے کی اجازت دے دیں؟"

فلاویا "تو آپ چاہئیں۔ اول تو کوئی سردار آپ کا جانا یونہی نہ پسند کرے گا۔ اور جب بادشاہ کی بھی یہی رائے دیکھیں گے تو سب کے سب خلاف ہی رائے دیں گے؟"

منینہ "مگر جیسے کچھ ہو میں جاؤں گی ضرور۔ اباجان کو اس کی اچھی طرح خبر نہیں ہے کہ میں حریف کو کس طرح بے بس کر دیا کرتی ہوں؟" پلشیریا "فوج کے جن سرداروں نے آپ کا کمال دیکھا ہے انھوں نے بیان نہ کیا ہو گا؟"

منینہ "نہیں۔ کسی نے نہیں کہا۔ ایک آدھ عورت نے بیان بھی کیا تو انھیں یقین نہیں آیا۔ فوج کے سردار جنھوں نے دیکھا انھوں نے اُن فوجوں کو اپنی کارگزاریاں بنا کے دکھایا (مسکرا کے) میری تعریف کرتے تو ان کی جو انگریز میں ہنسنے لگ جاتا ہے؟"

سلوریا "مجھے تو یہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ آپ کو لڑائی پر جانے کی اجازت دیں؟"

منینہ "وہ اجازت دین یا نہ دین میں جاؤں گی ضرور۔ اور تم سب کو بھی میرے ساتھ چلنا ہو گا؟"

فلاویا "ہم آپ کو چھوڑ کے کہاں جا سکتے ہیں؟ اب تک تو یہ ہوا کہ دشمن سردار جب آپ کا رخ زیبا دیکھ کے بدحواس ہوا ہماری فوج کے سپاہیوں نے

اُسے مار ڈالا۔ مگر اب کی خود ہم آپ کے ساتھ ساتھ رہیں گے۔ اور جیسے ہی کوئی شکار آپ کے تیر نظر کا گھائل اور برق جہال کا نشانہ بنے گا گرفتار کر لیں گے۔ مجھے تو یہ دیکھنا ہے کہ عرب کیسے ہوتے ہیں؟ اور اُن پر حسن کا کیا اثر پڑتا ہے؟ روملدا! مگر شاہزادی بناؤ سنگھار کا سب سامان اور زیب و زینت کی تمام ضروری چیزیں یہیں سے ساتھ لیتی چلیے گا۔ وہاں کوئی چیز مگانی نہ پڑے۔ پلشیر یا۔ (ہنس کے) ”یہ بھی کوئی کہنے کی بات تھی؟ شاہزادی کا سنگھار اُن ہمیشہ ساتھ رہتا ہے۔ اور اُن کی مشاطہ بھی کبھی اُن سے جدا نہیں ہوتی؟“

منینہ: ”مجھے تو متنا ہے کہ کہیں عربوں کے سردار کا اور میرا سامنا ہو جاتا۔ میں تھوڑی دیر تک مقابلہ کر کے یکایک نقاب اُلٹ کے اُسے اپنا چہرہ دکھائی اور دیکھتی کہ بدحواسی اور آپ سے باہر ہونے میں اُس کی کیا حالت ہو تی ہے؟“

نہیں معلوم یہ حسن کا جادو اُس پر بھی چلتا ہے یا نہیں؟

سلوریا: ”جادو ہے تو چلے ہی گا“

اتنے میں بادشاہ یودیز کو نسل سے واپس آ کے تخت پر بیٹھ گیا۔ اہل شاہزادی کی سہیلیاں اُٹھ کے بادشاہ کے پیچ کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ یودیز نے تھوڑی دیر تامل کر کے شاہزادی سے کہا ”بیٹی۔ اس وقت تمام وزیرون اور فوجی افسروں کے مشورے سے قرار پایا کہ آئندہ ہم عربوں سے قلعہ بند ہو کے لڑیں۔ اور پہلے سویتوم اور قوقوصہ کے قلعوں کو مضبوط کیا جائے۔ اور جو پچاس ہزار فوج یہاں جمع ہو گئی ہے کل ہی ان دونوں قلعوں میں بکھج دی جائے۔ اور میں جا کے قوسیو کے قلعہ میں کھڑوں اور جہان تک بنے اُسے مضبوط کر دوں؟“

منینہ: ”مگر میرے جانے کے بارے میں کیا رائے قرار پائی ہے؟ میں چاہتی ہوں کہ کل ہی اس فوج کے ساتھ روانہ ہو جاؤں؟“

یودیز: ”تمہارے جانے کو میری طرح اور سب لوگ بھی ناپسند کرتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر کوئی یہیں کا دشمن ہوتا تو اُس کے مقابلے کے لیے تمہارا جانا موزوں نہ تھا۔ عربوں سے لڑنے کے لیے ایک فرنگستان

کی شہزادی کا جانا نامناسب ہے۔ مگر جب میں نے تمہارا اصرار اور تمہاری
خند بیان کی تو اکثر نے منظور کر لیا۔ اور یہ راے ظاہر کی کہ تمہارے جاننے
سے فائدہ ہی ہو گا۔ ہماری فوج کا حوصلہ بڑھے گا۔ اور تمہارے اشارے پر
جان دینے کو تیار ہو جائیں گے۔

منشیہ۔ (خوش ہو کے) "تو مجھے جانے کی اجازت ہے؟"
یوڈیز۔ "مگر میں پھر کہتا ہوں کہ تم میرے ہی ساتھ رہو تو اچھا ہے۔ بجائے
سوتیم اور تو قوصہ والوں کے تمہاری بہادری سے میں ہی کیوں نہ فائدہ
اٹھاؤں؟"

منشیہ۔ "اگر خدا نخواستہ عرب تو سید کے قلعہ تک پہنچے تو میں وعدہ کرتی
ہوں کہ ان سے پہلے میں آپ کے پاس آ جاؤں گی۔ اور لڑائی کے وقت
آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی؟"

یوڈیز۔ (حسرت آلود لہجے میں) "خیر۔ اگر تمہیں جانے کا ایسا ہی شوق ہے تو
جاؤ۔ میں تمہیں مسیح اور دوشیزہ ماہ محترم۔ اور تمام دلیوں کے سپرد کرتا ہوں
یہ کہتے ہی یوڈیز کا دل بھر آیا۔ مگر اس نے اپنے جذبات رقت کو روکا
اور اٹھ کے چلا گیا۔ باپ کے جاتے ہی شہزادی نے اپنی سہیلیوں کو بلا کے
روانگی کی تیاریاں کیں۔ اور دوسرے دن علی الصباح نئی فوج کے ساتھ
جنوب کی طرف روانہ ہو گئی۔

ساتواں باب

عثمان ابن ابی سید کی سبقت

شہزاد لیرون پر قبضہ کرنے کے بعد عثمان بن ابی سید نے ایک زمانے تک
خود تو وہیں قیام کیا۔ مگر مختلف سہ داران عرب کی ماتحتی میں چھوٹی چھوٹی
فوجیں بھیج بھیج کے قرب و جوار کے گاؤں اور مقابلہ کی طاقت نہ رکھنے والے
شہروں پر قبضہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سمندر کے مشرقی ساحل دامن کوہ
پیرے نیز کا پورا علاقہ اس کے زیر حکومت تھا۔ جہاں دیوانی کے

عہدہ دار خراج وصول کرنے - فوجداری و دیوانی کے اختیارات میں لائے - اور نظم و نسق مملکت قائم رکھنے کے لیے اُس نے مقرر کر دیے -

اب عثمان بن ابی یسوعہ کے پاس اندلس سے تیس ہزار لشکر اور آگیا تھا - اور جو لوگ گزشتہ لڑائیوں میں شہید ہوئے اُن کی تعداد وضع کرنے کے بعد بھی اُس کے ہمراہ علم اسلام کے بیچے پچاس ہزار سے زیادہ فوج موجود تھی - اور زیادہ حوصلہ افزا یہ امر تھا کہ ان پچاس ہزار سپہ گردوں میں زیادہ تعداد سواروں کی تھی جن کے حملوں کی دشمن بہت کم تاب لا سکتے تھے -

اب اس عرب سپہ سالار کا ارادہ تھا کہ کوئی طانی کے اُن کو ہستانی شہر ول کی طرف رخ کرے جو مشرقی پیر سے نیز زمین واقع تھے - تاکہ یہاں کی زیادہ تر بہت بخش اور روح افزا وادیوں سے لطف اٹھالے - اور اس طرف کی گھاٹیوں سے براہ راست اندلس کا راستہ جاری کرے - یہ ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک دن خلف بن عباس الحجازی کی تحریروں اور معلوم ہوا کہ وہ طولوس کو فتح کر کے شمال میں دریا سے غزوہ کے پار اُتر آیا ہے اور شہر لقطورہ کے پاس کوشش کر رہا ہے کہ اُسے فتح کر کے دریا سے غرس سے بھی پار ہو اور شہر انعم کی طرف بڑھے -

یہ خط دیکھتے ہی اُس نے دل میں کہا "تب تو مجھے بجائے پیر سے نیز کی گھاٹیوں میں گھسنے کے شمال کی طرف کوچ کر کے یوڈیز کے دار السلطنت بروی غالمہ کا ارادہ کرنا چاہیے - تاکہ طے شدہ تجویز کے مطابق قوسید میں ہم دونوں کے لشکر مل جائیں - خلف اگر مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو اُسے بڑی دشواری پیش آئیں گی - اسی پس و پیش میں تھا کہ امیر اندلسیہ عبدالرحمن غافقی کا خط ملا - اُس نے لکھا تھا "تھاری کارگر اریان قابلِ تفریح ہیں - سارے اندلس میں تھاری شجاعت کی تفریح ہو رہی ہے - اب تم غزائے شمال کی طرف روانہ ہو - اور یوڈیز کے دار السلطنت پر قبضہ کر کے اُس کے ملک کو قلمرو خلافت میں شامل کر لو -"

یہ خطوط پانے کے بعد عثمان بن ابی یسوعہ نے اپنے جاسوسوں سے

دشمنوں کے حالات دریافت کیے تو معلوم ہوا کہ اکوئی طانی کا کوئی لشکر اب اُس کے مقابلے کو نہ آئے گا۔ بلکہ فرانسیسی فوجیں تلحجات سوتیم اور قوصہ میں قلعہ بند ہو کے لڑنے کا سامان کر رہی ہیں۔ یہ سُن کے اُس نے کہا ”وہی“ جس سے میں بچتا تھا۔ اب خدا جانے کتنے ونون محاصرہ کیے پڑا رہنا پڑے؟ اور بڑی دشواری یہ ہے کہ ابن عباس خراجی سے شہر قوسیو میں لے کر وعدہ ہے۔ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گیا تو بڑی خرابی ہو گی۔ اور یہ ممکن نہیں ہے کہ درمیان کے قلعے چھوڑ کے میں آگے بڑھ جاؤں۔ خیر۔ اب توجہ کچھ ہو پیرے تیز کی گھٹائیاں چھوڑ کے مجھے شمال ہی کی طرف بڑھنا چاہیے؟ اُس کے بعد اپنے ہمراہی افسران فوج کو بلانے کے مشورہ کیا اور اُن کو بھی شمال کی طرف بڑھنے پر آمادہ پا کے حکم دے دیا کہ پرسون قوصہ کی طرف کوچ ہے۔

الیردون سے قوصہ تقریباً ستر میل کی مسافت پر تھا۔ لیکن خرابی یہ تھی کہ اگر براہ راست وہاں کا قصد کیا جائے تو راستے میں چار یا پنج دریا پڑے تو تھکے۔ خصوصاً پچھلا عین دریا اور جس کے کنارے یوویز کا کثیر انعقاد لشکر جو قوصہ میں قلعہ بند ہو کے لڑنے کے لیے آیا تھا مزاحمت کرنے کو موجود تھا۔ اور کوسون تک انتظام کر دیا گیا تھا کہ سب کسی جگہ دریا کے پار نہ اترنے پائیں۔ یہ حالات سُن کے عثمان کو اس سفر میں خطرے اور وقتیں نظر آئیں۔ متروک تھا کہ رہبروں سے معلوم ہوا ”بجائے اس سیدھے راستے کے اگر لشکر عرب طر میں میں واپس جا کے شمال کی طرف کوچ کرے اور شہر سوتیم پر حملہ آور ہو اور پھر وہاں سے قوصہ کا ارادہ کرے تو راستے میں کوئی ویرانہ پڑے گا۔ لیکن ہاں اس راستے سے لشکر کو زیادہ مسافت طے کرنا پڑے گی۔ کیونکہ الیردون سے طر میں پینتیس میل۔ وہاں سے سوتیم ساٹھ میل۔ اور وہاں سے قوصہ پچاس میل ہے۔ مگر اس راستے سے حملہ کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ سوتیم کا قلعہ بھی زبردست ہے اور قوصہ کے بعد دشمن اُسی میں پناہ گزین ہو کے لڑنا چاہتے ہیں۔ اگر قوصہ سے

پہلے ہی مسلمانوں نے اُس کا محاصرہ کر لیا تو قرقوصہ کا زور بالکل ٹوٹ جائے گا ؟

یہ حالات معلوم ہونے کے بعد عثمان نے کہا "تو ایک تدبیر کی جائے۔ (اسے ایک پُرانے رفیق مجاہد بن علقمہ اشجافی سے) لشکر کو مین و حصون میں تقسیم کیے دیتا ہوں۔ بیس ہزار مجاہدوں کو لے کے تم دریادوں سے اترتے ہوئے سیدھے قرقوصہ پر جاؤ۔ کشتیان اور ٹوکرے اونٹوں پر لادے ہوئے ساتھ ہی ہیں۔ امید ہے کہ تمھاری مستعدی سے زیادہ دشواری نہ پیش آئے گی۔ باقی تیس ہزار فوج کو مین اپنے ساتھ لے کے یہاں سے طرہیں اور وہاں سے جلدی جلدی کوچ کر کے سویتوم پر جا پہنچو گے۔ ان دونوں قلعوں پر حملہ ہونے سے دشمنوں کی قوت ختم ہو جائے گی۔ اور کیا عجب کہ دونوں آسانی سے فتح ہو جائیں ؟

مجاہد نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اور تیسرے دن دونوں لشکر اپنے اپنے مقررہ راستوں پر روانہ ہو گئے۔ یو دیز کے افسروں کو اس کی اطلاع نہ ہوئی اور جب مجاہد بیس ہزار لشکر عرب کے ساتھ براہ راست قرقوصہ کی طرف روانہ ہوا تو مقابلہ کا جو کچھ انتظام تھا قرقوصہ ہی کے قلعہ میں کیا گیا۔ سوا محوڑی سی فوج کے جو سویتوم میں چھوڑ دی گئی تھی کل لشکر قرقوصہ میں چلا آیا۔ اور مسلمانوں کے روکنے کے لیے دریائے الفور کے کنارے بڑا بھاری لشکر جمع ہو گیا۔ چار ہی پانچ روز بعد اُس میں اور مجاہد کے لشکر میں تیرہ دن کی لڑائی شروع ہو گئی۔ مجاہد اگرچہ دریائے اتر لے کا کافی سامان ساتھ لایا تھا مگر دشمنوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ کسی جگہ اُسے دریائے اتر لے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اُنھوں نے نہایت ہی ہوشیاری و بیدار مغز شی دور دور تک دریائی نگرانی رکھی کہ مسلمان جس طرف سے اترنے کا قصد کریں وہ دریادوں کے پار اترنے میں ٹوکرے کشتیوں سے زیادہ بے خطر ہوتے ہیں۔ اُن کا رواج بعض جگہ اب بھی ہے لیکن اگلے دنوں ساری دنیا میں تھا۔ جھاکڑ کے بڑے بڑے ٹوکرے بنا کے چڑھ منڈھ دیا جاتا اور اُن پر رال کار و غنہ بھر کے مسامات بند کر دیے جاتے ہیں۔

فوراً پہنچ کے روکا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہاں پہنچے پورا ایک ہفتہ ہو گیا۔ مگر مسلمان دریا کے اُس پار نہیں اتر سکے۔ دونوں لشکر دریا کے دونوں کناروں پر آئے سانسے پڑے ہیں۔ اور دون بھر دونوں سپہ گروں کے حوصلے صرف مشق تیراگنی سے پورے ہوتے ہیں۔

آٹھواں باب

ہدی پیکر جاسوس

شاہزادی منینہ اگرچہ بُردی غالہ سے خاص میدان جنگ کا ارادہ کر کے آئی تھی مگر سویتوم میں آ کے ٹھہر گئی اور وہاں کے قلعہ کو اپنی نگرانی میں مضبوط کر رہی ہے بجائے اس کے کہ قوقصہ میں پہنچ کے عربوں کے مقابلے میں جو ہر شجاعت دکھائے یہاں ٹھہر جائے میں اُس کی مصلحت ہے کہ وہ چاہتی ہے ذرا لگ سے کھڑے ہو کے عربوں کی حالت دیکھے۔ اُن کے مذاق و معاشرت سے واقف ہو۔ اور اُن کی لڑائی کا رنگ دیکھے۔ پھر اُس کے بعد آگے بڑھے اُن کا سامنا کرے۔ اسی فکر میں ایک دن اپنی سہیلیوں میں بیٹھے بیٹھے ایک اُبی ہوئی سانس لے کے بولی۔ ”کسی طرح سے مجھے یہ معلوم ہوتا کہ عربوں کا سردار کیسے مزاج اور کس طبیعت کا آدمی ہے۔“

پیشیر یا اب اس لڑائی کے زمانے میں تو شاہزادی یہ بہت مشکل ہے۔ لڑائی نہ ہوتی اور یہ لوگ اندس میں ہوتے تو میں خود بھیس بدل کے جاتی۔ اور پتہ لگاتی۔ لیکن آج کل تو یہ غیر ممکن ہے۔ ہم میں کوئی اتنا بھی تو نہیں ہے کہ اُن کی زبان میں باتیں کر سکے۔“

سکھو یا سویتوم میں تلاش کرادے۔ شاید اندس کی کوئی ایسی عورت مل جائے جو عربوں کی زبان جانتی ہوں یا اُن کے لشکر میں جاسکے۔ منینہ: ”بس یہی ایک تدبیر ہے۔ اِس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟“ فلاویا: ”میں یہاں کے حاکم اور قلعہ دار سرولیس کو بلاتی ہوں۔ شاہزادی

”میں نے حکم دیا تو وہ ہی تین دن میں وہ کوئی ایسی عورت پیدا کر دیں گے؟“
 مینہ: ”اُن کے ذریعہ سے مل تو جائے گی۔ مگر میں چاہتی تھی کہ کوئی جانی بوجھی
 اور بھروسے کی عورت ہوتی۔“

پیشتریا: ”آج کل تو جو ملے گی بھروسے ہی کی ملے گی۔ لوگ عربوں سے اس قدر
 جلتے اور ڈرے ہوئے ہیں کہ اُن کے مقابلے میں ہمارے ساتھ سب ہی دفاوار کی
 کر رہے ہیں۔“

شاہزادی کا منشا پاپے فلا دیا اسی وقت گئی اور سردیٹوس کو بلالائی جو
 حاضر ہو کے آداب بجالایا۔ اور شاہزادی نے کہا ”سردیٹوس میں کوئی ایسی
 عورت چاہتی ہوں جو اندلس کی اور عربوں کی زبان جانتی ہو۔ اور بھروسے
 کی عورت ہو۔“

سردیٹوس۔ (غور سے تامل کے بعد) ”حضور۔ ایک عورت نے چند روز
 ہوئے بیان آکے پناہ لی ہے۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت اور کسین لڑکی ہے۔
 اور اُس کا بیان ہے کہ اطراں طولوس کے ایک مسیحی سردار کی بیٹی ہے۔ عربوں
 کے عرب حاکم نے اُس کا گلاؤن لوٹ لیا۔ اور اُسے گرفتار کر کے عربوں کے
 اسی سردار کے پاس جو اُن کا سب سے بڑا سپہ سالار ہے اور ہمارے مقابلے
 کو آیا ہے نذرانے کے طور پر بھیج دیا۔ مگر وہ کوئی حکمت کر کے بھاگ آئی اُسے
 اُس کے اور کچھ حالات میں نہیں جانتا۔“

مینہ: ”اگر اُس کا یہ بیان سچ ہے تو مجھے اس سے بڑی مدد ملے گی۔ مجھے
 ایسی ہی عورت چاہیے۔ لیکن آج کل تو ایسا زمانہ ہے کہ کسی ناواقف شخص کو
 راز دار بناتے ڈر معلوم ہوتا ہے۔“

سلوریا: ”حضور اُسے ضرور بلو امین۔ اگر خلافت بھی ہوگی تو ہمارا کیا بنائے گی؟
 ہم ہوشیار رہیں گے۔ نہ اُس پر اپنا کوئی راز ظاہر کریں گے۔ اور نہ اُس کے
 کہنے سے کوئی ایسا کام کریں گے جس میں خطرہ نظر آتا ہو۔“

مینہ: ”خیر۔ جو کچھ ہو اُسے بلو انا ضرور چاہیے۔ مگر سردیٹوس۔ تم اس کا تو
 پتہ لگاؤ کہ اپنے گھر بار کی تباہی و بربادی کا جو کچھ حال وہ بیان کرتی ہے

دہ کما ہی تک سچ ہے ؟ آج کل ٹولوس اور اُس کے اُس پاس کے بہت سے لوگ بھاگ بھاگ کے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ تم کوشش کرو گے تو کچھ نہ کچھ ضرور معلوم ہو گا۔

سرو لیٹوس : ”جو حضور کا حکم ہو۔ تو میں اُسے بلواؤں ؟ حضور کے سامنے ہی اُس کا اور اُس کے باپ اور وطن کا نام دریافت کر لوں گا؟ شاہزادی نے اجازت دی اور وہ تعمیل حکم کے لیے روانہ ہوا۔ سرو لیٹوس نے اس عورت کے ایسے صفات بیان کیے تھے کہ شاہزادی اور اُس کی سہیلیوں کو اُس کے آنے کا بعد انتظار تھا۔ اور انتظار کا زمانہ اسی گفتگو میں گزرا کہ اس عورت سے کیونکر ملیں ؟ اور اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں ؟ چنانچہ طے پایا کہ اصل میں چاہے کسی قدر احتیاط کی جائے مگر ظاہر میں اُسے بالکل دوست اور ہمد دم ہمارے جاکے اُس سے اُسی طرح خلا ملا رکھنا چاہیے جیسا کہ دوسری سہیلیوں سے ہے۔ کوئی تین گھنٹے کے بعد سرو لیٹوس نے حاضر ہو کر اپنی اطلاع کرائی۔ اور باریابی کے بعد اُس حسینہ کو لا کے پیش کر دیا۔ یہ ایک نہایت ہی حسین و بڑی جمال سترہ اٹھارہ برس کی لڑکی تھی جس کے حسن و جمال کو شاہزادی اور اُس کے ساتھ والیاں دیکھ کے گھبرا سی گئیں۔ ایک شاہزادی کے حسن پر تو اُس کی خوش جمالی کا کچھ اثر نہیں پڑا۔ مگر چاروں سہیلیوں کے چہرے ماند پڑ گئے۔ اُس کا چہرہ نہ تھا آئینہ بازی کی مہتاب تھی کہ اُس کے چھوٹے ہی سارے چراغ بے نور ہو گئے۔ یہ کمسن حسینہ سامنے آ کے ادب سے آداب بجالائی۔ اور خاموش کھڑی تھی کہ شاہزادی نے بلا کے اپنے پاس بٹھالیا۔

سرو لیٹوس (شاہزادی سے) ”اگر حضور اجازت دیں تو اس عورت کو تا زنین سے میں چند باتیں دریافت کر لوں گا“

حسینہ ”ضرور پوچھو۔“

سرو لیٹوس : ”(اُس حسین لڑکی سے) تمہارے حالات میں نے مختلف لوگوں سے سنے ہیں لیکن خود تم سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ ہماری

شاہزادی میری زبان سے تمھارا ذکر سن کے تم پر مہربان ہو گئی ہیں اور تمھارے حالات سننا چاہتی ہیں۔ اس لیے میں جو کچھ پوچھوں اُس کا صاف صحیح اور مختصر جواب دو۔ پہلے مجھے اپنا نام بتاؤ۔“

لڑکی: ”میرا نام ہیلیٹا ہے۔“

سرویطوس: ”تمھارے والد کا کیا نام تھا؟ وہ کون تھے؟ اور اُن کا کیا واقعہ ہے؟“

ہیلیٹا: ”میرے والد کا نام بریاطیو تھا۔ طیوس سے جنوب و مشرق طرف دریائے غرونہ کے کنارے ایک چھوٹا سا شہر ہے دیرنوسول۔ میرے والد وہاں کے زمیندار اور سردار تھے۔ اور تمام لوگوں میں مشہور ہے کہ اُن اطراف میں سب سے پرانا اور رویوں کے زمانے کا خاندان ہمارا ہی تھا۔ ہم وہاں اطمینان اور خوش حالی سے بسر کرتے تھے۔ اور میں نے بڑے لاڈ پیار سے پرورش پائی تھی۔ مگر ایک دن یکایک ہمارے شہر پر نزبونہ کے مسلمان حاکم نے زبردست لشکر سے حملہ کر دیا۔ ابا جان میں اگرچہ مقابلے کی طاقت نہ تھی۔ مگر جان مالی اور عزت آبرو کا معاملہ تھا جتنے آدمی مل سکے ساتھ لے کے مقابلے کو نکلے۔ اور کئی گھنٹوں لڑتے رہے۔ مگر کب تک؟ آخر شہید ہوئے۔ میرے دو بھائی اور کئی اور عزیز بھی اُن کے ساتھ کام آئے۔ جو لوگ ساتھ گئے تھے اُن میں سے اکثر مارے گئے اور جو بچے بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب کوئی ہمارا رتی اور بجائے والا نہیں باقی رہا تو دشمنوں نے شہر کو لوٹا اور عورتوں اور بچوں کو ٹکڑا کر شروع کر دیا۔ کوئی روکنے والا نہ تھا۔ وہ کئی سو لڑکوں اور عورتوں کو پکڑ کے نزبونہ میں لے گئے۔ جن میں میں بھی تھی۔ دو ہفتہ تک میں نزبونہ کے حاکم کے محل میں رہی اور اُس کے بعد اُس نے مجھے عربوں کے بڑے سردار عثمان کے پاس بھیج دیا۔ وہ اُن دنوں شہر ابا ب میں تھا جو پیرے نیز کی ایک گھاٹی کے اندر ہے۔ میں کئی مہینوں تک اُس کی خدمت میں رہی۔ وہاں اُس کی لونڈیوں اور غلاموں سے میں نے

رہا بڑھایا۔ اور سب کو اپنا دوست بنا کے اتنا اعتبار پیدا کر لیا کہ عثمان جب چند روز کے لیے اُندلس کے شہر بشکنس میں گیا تو میں موقع پا کے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اور گرتی پڑتی بیان پہنچی کہ مسلمانوں کے ظلم سے بچوں۔
سرویطوس : تمہاری داستان بہت ہی افسوس ناک ہے۔ اور مسیح کے فضل سے امید ہے کہ ہماری شاہزادی کے پاس تھیں پناہ مل جائے گی۔ اور وہ عربوں سے تمہارا بدلہ لے لیں گی۔ مگر تمہارے شہر کا کوئی اور شخص بھی بیان ہے ؟

ہیسلینا : بہت سے ہوں گے۔ مگر میں کسی کو نہیں جانتی۔
سرویطوس : تمہارے شہر کی تباہی کا حال تو بہت سے لوگ جانتے ہوں گے ؟

سرویطوس : سب ہی جانتے ہیں۔
سرویطوس : خیر اب تم شاہزادی کی خدمت میں رہو اور آئندہ انھیں کو اپنا حامی و مددگار بنالو۔ اُن سے تم کو اپنی مظلومی کا بدلہ مل جائے گا۔ (شاہزادی سے) اب حضور اجازت ہو تو غلام رخصت ہو ؟

ہیسلینا : ہاں اب تم جاؤ۔ تم نے بڑا کام کیا کہ اس مظلوم لڑکی کو مجھ سے ملاو۔
سرویطوس : اجازت پا کے چلا گیا۔ اور شاہزادی نے ہیسلینا کی طرف توجہ کرتے کہا : میں تم سے مل کے بہت خوش ہوئی۔ اور تمہارا حال سن کے مجھے بڑا افسوس ہوا۔ شاید میری صحبت میں رہ کے تم اپنے غم کو بھول جاؤ۔ مگر یہ بتاؤ کہ یہاں تمہارا کوئی عزیز قریب بھی ہے ؟

ہیسلینا : یہاں کیا کہیں کوئی نہیں ہے۔
ہیسلینا : کہیں تو کوئی ہو گا ؟

ہیسلینا : کہیں نہیں۔ طولوس میں میری ماں کے قرابت دار تھے مگر خدا جانے اُن کا کیا خبر ہوا ؟ زندہ بھی ہیں یا نہیں ؟ اور اگر ہوں بھی تو میں اب اس حال میں اُن سے ملنا نہیں چاہتی۔
ہیسلینا : یہاں تم بالکل اکیلی رہتی ہو ؟

سہیلنا : بالکل اکیلی۔ ایک خانقاہ میں مسافروں کی طرح رہتی ہوں۔ اور ایک نیک بخت ن صاحبہ کی مہمان ہوں۔
 مشیت : تو پھر تم سرے ہی پاس نہ چلی آؤ؟
 سہیلنا : اس سے زیادہ میری کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے؟
 مشیت : تو جاؤ اپنا اسباب لے آؤ۔ (سلوریا سے) تم ان کے ساتھ چلی جاؤ۔
 دو ایک غلاموں کو بھی لیتی جاؤ۔ جو کچھ اسباب ہو اسی وقت اٹھا لاؤ۔ اور بیان لا کے ان کے رہنے کا پورا بندوبست کرو۔ تاکہ آرام سے رہیں اور کسی بات کی تکلیف نہ ہوئے۔

اس حکم کے مطابق سلوریا سہیلنا کے ساتھ اُس کا اسباب لائے کو گئی۔ اور شاہزادی نے اپنی دوسری سہیلیوں کی طرف دیکھ کے کہا "مجھے تو یہ بہت ہی نیک بخت سیدھی سادھی اور بالکل سچی معلوم ہوتی ہے۔ (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) آہ! ان ظالم اور وحشی عربوں کے ہاتھ سے کن کن تو گون پر کیسے کیسے ظلم ہو رہا ہے؟ میرے نزدیک تو یہ لڑکی بالکل بھروسے کے قابل ہے۔ تم کیا کہتی ہو؟

پلیشریا : حضور۔ یہ بہت ہی نیک بخت اور بھولی لڑکی معلوم ہوتی ہے۔ اُسے جھوٹ بولنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ اور اگر ناواقفیت کی وجہ سے کوئی شبہ بھی ہو تو دو چار روز میں جاتا رہے گا؟

اس راے سے رولدا اور فلادیا نے بھی اتفاق کیا۔ اور شاہزادی پھر فوجی اصلاح اور تفصیل قلعہ کی مرمت اور مضبوط کرنے میں مصروف ہو گئی۔ اسی اثناء میں اُسے خبر ملی کہ عربوں کا لشکر تو قوصہ کے قریب آ پہنچا۔ فرانسیسی لشکر نے اُسے دریائے اتر کے کنارے روکا ہے۔ اور دونوں جانب سے بیرون کی لڑائی ہو رہی ہے۔

اب سہیلنا کو ایک ہفتہ ہو گیا۔ چاروں سہیلیوں کی طرح شب و روز شاہزادی کی صحبت میں رہتی ہے۔ شاہزادی اور اُس کی سہیلیاں جہانگیر بنا ہے اُس کی خاطر داشت کرتی ہیں اور اُسے اپنی صحبت میں بے تکلف کرتی

جاتی ہیں۔ ایک دن شام کو کھانے کے وقت شاہزادی فریلمینا سے پوچھا "تم عربوں کی زبان جانتی ہو؟"

فریلمینا: "حضور بالکل نہیں (مسکرا کے) "تھوڑے دنوں میں الباب میں رہتے تھے دو چار لفظ سیکھ گئی ہوں۔ چند روز اور رہتی تو کچھ نہ کچھ ضرور سیکھ جاتی۔"

منینہ: "(عجب سے)" تو تم جس عرب سردار کے گھر میں رہتی تھیں اُس سے تم سے باتیں کیونکر ہوتی تھیں؟"

فریلمینا: "اور اُس سے بات کس نے کی؟ میں جتنے دنوں رہی چکی بیٹھی رہی۔ ایک دن اُس نے اپنی ایک لونڈی ریحانہ کے ذریعے سے مجھ سے دو ایک باتیں کی تھیں۔ ریحانہ اُس کی ایک اُنڈس کی رہنے والی لونڈی ہے۔ منینہ: "کیا یہ وہی بھار اعراب سردار ہے جو فوج لے کے ہمارے ملک پر آیا ہے؟"

فریلمینا: "(ہنس کے)" میرا کیوں ہونے لگا تھا؟ اب میں زبردستی باندھ کے بچھ دی گئی تو اس کو کیا کروں؟ اتنا جانتی ہوں کہ اُس کا نام عثمان ابن ابی لیثہ تھا اگر اس کا یہی نام ہے تو یقیناً ہے کہ وہی ہوگا۔"

پلشتریا: "اچھا تم نے تو اُسے دیکھا ہے۔ بتاؤ کیسا اور کس قطع کا آدمی ہے؟"

فریلمینا: "آدمی تو وہ مجھے بُرا نہیں معلوم ہوا۔ اپنے نوکروں اور لونڈی غلاموں پر مہربان ہے۔ ماتحتوں سے اخلاق کے ساتھ جھک کے اور بہت سادگی سے ملتا ہے۔ مگر اتنا جانتی ہوں کہ ہسپانیہ کے نئے عرب حاکم سے وہ خوش نہیں ہے۔ اُسے امید تھی کہ میں ہی سارے ہسپانیہ کا مالک ہو جاؤں گا۔ لیکن یہ آرزو پوری نہیں ہوئی اور کوئی اور شخص مقرر ہو گیا۔ اس کا اُسے بڑا رنج ہے۔"

روملدا: "اور اُس کی صورت کیسی ہے؟"

فریلمینا: "صورت بھی بُری نہیں ہے۔ عربوں میں میں نے ایسا خوبصورت آدمی نہیں دیکھا۔ گورا ہے۔ قد آور ہے۔ بھرے بھرے ہاتھ پاؤں ہیں۔ گول

چہرہ ہے۔ آنکھوں میں رسیلا پن ہے۔ چہرہ بشارت رہتا ہے۔ اور اس کے ساتھ سب لوگوں پر اُس کی صورت کا رعب بھی پڑتا ہے؟
 منینہ: "اے نہیں! میں تو عربوں کو وحشی، ہوش - کالا کھوتا - بد قطع - بھیانک اور اُن کی صورت ڈراؤنی سنتی تھی؟"

ہیلینا: اکثر عرب سپاہی ایسے ہی ہیں جیسا آپ نے فرمایا۔ مگر وہ تو بہت ہی خوبصورت اور قطع دار ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی بڑی خوبی یہ ہے کہ ہنسکھ با مذاق اور زندہ دل ہے۔ طبیعت میں رنگینی ہے۔ صرف موسم بہار کا لطف اٹھانے کے لیے وہ شہر الباب میں تھا۔ چھوٹوں کی بہار - آبشاروں کی روانی - اور مرغزاروں کی تروتازگی دیکھ کے اُس کے چہرے پر رونق آجاتی تھی۔ اور گھنٹوں کو کھٹے پر سے ہٹھا اسی لطف کو دیکھا کرتا تھا۔ اُسے گانے کا بھی شوق ہے۔ اُس کی کئی لونڈیاں بہت اچھا گاتی ہیں۔ اور اکثر وہ اُن کا گانا سُنا کرتا ہے۔ مجھے تو اُس کی طبیعت میں عشق اور محبت کا مادہ معلوم ہوتا ہے؟

فلوویا: "(ہنس کے)" پس مجھ باتو وہ تم پر عاشق کیوں نہ ہو گیا؟ تم سی پری جمال حسینہ تو اُسے نصیب نہ ہو گی؟
 ہیلینا: اب مجھے تم بنانا چاہتی ہو تو بنا لو۔ مگر میں نہ اس قابل ہوں کہ کوئی مجھ پر عاشق ہو اور نہ ایسی قسمت ہے کہ کسی پر میں عاشق ہوں۔ شاہزادوں نے ایک بات پوچھی تھی مجھے جو کچھ معلوم تھا سچ سچ بتا دیا؟
 فلوویا: "نہیں میں بناتی نہیں ہوں۔ لیکن تھیں یہ خوب معلوم ہے کہ وہ عاشق مزاج اور رنگین طبیعت کا آدمی ہے؟"

ہیلینا: "میں نے تو اُسے ایسا ہی پایا؟"
 منینہ: "اور لڑائی میں اُس کا کیا حال ہے؟"
 ہیلینا: "اس کا مجھے تجربہ نہیں ہے۔ مگر وہاں لوگوں میں مشہور وہ بہت ہی بہادر ہے؟"

منینہ: "مجھے کسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ لڑائی میں اُس کا کیا رنگ ہے؟"

ہیلینا: "انسوس! میں آج کل وہاں نہیں ہوں ورنہ یہ بھی بتا دیتی۔ مگر یہ تو معلوم ہی ہوتا رہتا ہے کہ اُس نے کن کن شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اور کس تیزی سے بڑھتا چلا آتا ہے؟"

مہینہ: "مگر اُس کی تو خبر نہیں ہوئی کہ لڑائی میں وہ خور میدان میں آتا ہے یا اُس کے افسر آتے ہیں؟ اور آتا ہے تو وہ اپنے لشکر میں کہاں پر رہتا ہے اور لڑائی کے میدان میں خاص اُس کی پہچان کیا ہے؟"

ہیلینا: "یہ باتیں تو اُمی کو معلوم ہو سکتی ہیں جو آج کل اُس کے ساتھ ساتھ ہو؟"

پلشیر یا: "ہیلینا۔ تم کہتی تھیں کہ تم نے اُس کی لونڈیوں سے میل جول پیدا کر لیا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ آج کل جا کے تم اُس کی کسی لونڈی سے ملو اور دو چار دن اُس کے ساتھ رہ کے یہ حالات دریافت کر لاؤ؟"

ہیلینا: "اگر شاہزادی کی مرضی ہے تو مجھے جانے میں عذر نہیں۔ مگر حضور یہ خیال ترک کر لیں کہ میں وہاں سے بھاگ کے آئی ہوں۔ سب میری تلاش میں ہوں گے۔ اور اُن کے ہاتھ لگ گئی تو پھر مجھے واپس آنا نہ نصیب ہو گا۔"

مہینہ: "ایسی حالت میں بھلا کون کسے گا کہ تم جان بوجھ کے شہر کے منہ میں چلی جاؤ؟ پھر کیا کروں؟ کسے بھیجوں؟ ان باتوں کے معلوم ہونے کی کوئی تدبیر تو ہونی چاہیے؟"

ہیلینا: "شاہزادی۔ خود میرے جانے میں تو بے شک یہ اندیشہ ہے کہ عرب مجھے قید کر لیں گے۔ لیکن اگر کوئی اور میرے ساتھ جاتا تو میں عربوں کے لشکر کے پاس پہنچ کے کسی جگہ چھڑ جاتی اور اُسے اپنے خط کے ساتھ بھیج دیتی۔ وہ دو چار دن اُن کے لشکر میں رہتا۔ پھر میرے خط کا جواب لے کے میرے پاس آتا۔ اور ہم دونوں شاہزادی کے حضور میں حاضر ہو کے حال عرض کرتے؟"

مہینہ: "تدبیر تو اچھی ہے۔ مگر تمہیں ساتھ لے جانے کے لیے کوئی مرد چاہیے یا عورت؟"

ہیلینا: "کوئی ہو۔ عورت ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ میں اُسے ایک خط عثمان

کی معتبر لٹریچر ریجانہ کے نام لکھ دوں گی۔ اور ریجانہ نے اگر اُسے اپنا دوست بنا لیا تو اُسے ساری باتیں معلوم کرنے کا بہت ہی اچھا موقع مل جائے گا۔ سلو ریا۔ اچھا میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔ مجھے لے چلو گی؟

مینہ۔ تم سے اچھا سا بھتی کون ہو سکتا ہے؟
مینہ۔ اور خط میں تم کیا لکھو گی؟
مینہ۔ (دلفریب شرمندگی کے ساتھ) "عرب سردار نے میری صورت کی کئی بار تعریف کی تھی۔ اور ریجانہ کہتی تھی کہ وہ مجھ پر عاشق ہے۔ اپنی طرف سے خط بھیج کے آزماؤں گی کہ اُسے میرے ساتھ سچ محبت ہے یا خالی زبانی باتیں تھیں۔ اگر حقیقت میں وہ مجھ پر فریفتہ ہے تو پھر جانے کہ آپ کے اختیار میں ہے اس لیے کہ بہت جلد ہی ہمارے فریب میں آجائے گا۔ اس کے سوا میں اُس خط میں یہ ظاہر کر دوں گی کہ شاہزادی مینہ کی خدمت میں پہنچ سکتی ہوں جن کے حسن کی کبھی آپ کے سامنے تعریف کی تھی اگر آپ چاہیں تو اُن سے آپ سے نام و پیام جاری کرادوں؟
مینہ۔ کیا تم نے اُن کے سامنے میرا تذکرہ کیا تھا؟

مینہ۔ جی ہاں۔ میں نے کہا تھا کہ وہ اپنی صورت کی ایک جھلک دکھاتے ہی دوستوں کو بدحواس کر دیتی ہیں اور اُس مدہوشی میں اُن کے سپاہی اُن کا کام تمام کر دیتے ہیں؟

مینہ۔ (اپنے اوپر ناظر کرنے کی ادا سے) "اے ہے تو اُسے اس کی بھی خبر ہے؟ تھیں میرا یہ حال کیونکر معلوم ہوا؟"

مینہ۔ یہ کوئی چھپی بات ہے؟ سارے ملک میں مشہور ہے۔ اپنے گھر میں عورتوں سے اس کا ذکر سنا تھا۔ جب اس عرب سردار عثمان کے پاس گئی اور اُس نے پوچھا کہ تمہارے ملک میں تم سے بھی بڑے کے کوئی خوبصورت ہے تو میں نے کہا خوبصورت میں نہیں بلکہ شاہزادی مینہ ہیں جو دشمن کو ایک ہی نظر میں گھائل کر دیتی ہیں؟

فلانویا۔ یہ تو بڑی مشکل ہوئی۔ جب اُسے ہماری شاہزادی کا حال معلوم

ہو گیا ہے تو لڑائی میں سامنے کیوں آنے لگا؟ وہ تو بہت ہی بختیار ہے گا۔
ہیلینا : یہ نہ کہو۔ وہ تو ایسا عاشق مزاج آدمی ہے کہ اتنا معلوم ہو جایا چاہے
 کہ شاہزادی اس میدان میں ہیں۔ پھر ہر طرف ڈھونڈتا پھرے گا۔ میرے
 نزدیک تو مناسب یہ ہے کہ شاہزادی اُس سے لگاؤ پیدا کریں۔ اور
 خود اپنی طرف سے ملاقات کا شوق ظاہر کر کے اندر ہی اندر اُس سے رسم
 پیدا کریں۔ اور بتادیں کہ فلان میدان میں اُن کا اور اُس کا سامنا ہو گا۔
 تم دیکھ لینا کہ وہ جان پھیل کے آئے گا۔ اُس وقت اگر شاہزادی اُسے اپنے
 تر نظر سے مار لیں تو اُس سے کیا بہتر ہے؟ اور اگر زور نہ چلے تو پھر صلح کی
 گفتگو میں آسانی ہو گی۔

ہیلینا : تمہاری رائے بہت ٹھیک ہے۔ اب زیادہ کہنے سنتے کی ضرورت
 نہیں ہے۔ تم اور سلوریا قوقوسہ میں چلی جاؤ جہاں مسلمانوں کا لشکر ہے۔
 اور دس بارہ دن میں اپنا کام کر کے واپس آ جاؤ۔ (ہیلینا سے) مگر تم کس
 طرح جاؤ گی؟

ہیلینا : ہم مردانہ جھیس کر کے اور سپاہی بن کے جائیں گے۔ اپنی اصلی صورت
 میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔

ہیلینا : تو آج ہی دونوں اپنے کپڑے دھڑے درست کر لو۔ کل میں
 بیان سے دو ہزار سپاہی جو آج ہی بردی غالہ سے آئے ہیں اور اُن میں
 بہت سے نو عمر بے ڈاڑھی موچھے کے لڑکے ہیں قوقوسہ بھیجوں گی انھیں
 میں مل کے تم بھی چلی جانا۔

یہ تجویز قرار پا گئی اور دوسرے دن صبح کو یہ دونوں جو ان ہمت پریشانی
 لڑکیاں مردانہ لباس جنگ پہن کے اور خوبصورت اور مضبوط گھوڑوں پر
 سوار ہو کے سویتوم سے روانہ ہو گئیں۔

انھیں گئے ہوئے تین ہی دن ہوئے تھے کہ یکایک خبر آئی مسلمانوں کا
 دوسرا زبردست لشکر سویتوم کے پاس آپہنچا ہے۔ قرب و جوار کے شاہ گزیں
 دیہاتی بھاگ بھاگ کے شہر میں آئے اور غریبوں کے طرح طرح کے ظلم

بیان کرنے لگے۔ یہ خبر سن کے شاہزادی کے حواس جاتے رہے۔ اُس کے
 دہم دگمان میں بھی نہ تھا کہ مسلمانوں کا اندسی لشکر قوسہ پر قبضہ کرنے
 سے پہلے اڑھار کا رخ کر سکے گا۔ اسی اطمینان کی وجہ سے اُس نے یہاں بالکل
 لشکر نہیں جمع کیا تھا۔ یودیز نے بُردی غار سے جس قدر فوج بھیجی سب کو
 وہ برابر قوسہ کی طرف روانہ کرتی رہی۔ عربوں کے ناگمان آپہنچنے کی
 خبر سن کے گھبرا اٹھی کہ اب کیا ہو گا؟ فوراً غنیمت کے ساتھ ایک طرف
 پاسبانوں کو لکھا کہ "جس قدر فوج فراہم ہو سکے فوراً بھیجے۔ اگر وودون کے اندر
 لشکر نہ آئیا تو سوتوم پر عربوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ یہاں اتنا لشکر بھی
 نہیں ہے کہ قلعہ کو ایک ہفتہ بھی دشمنوں سے بچا سکے" اسی مضمون کا
 حکم اپنے سپہ سالار قوسہ رودین کو لکھا کہ "چونکہ عرب دوسری طرف
 سے آئے سوتوم کے قریب پہنچ گئے ہیں اس لیے وہاں سے تھوڑی
 فوج فوراً یہاں بھیج دی جائے تاکہ شہر دشمنوں سے بچایا جائے۔ مگر
 قبل اس کے کہ کافی مقدار میں فوج پہنچ سکے عثمان ابن ابی سہبہ
 نے بڑھ کے سوتوم کا محاصرہ کر لیا

نوان باب

حسن کی کرشمہ سازیاں

دو نون مہ جبین و گلغزار لڑکیاں ہیلینا اور سلوریا مردانہ بھیس کیے
 بانگے ترچھے سپاہیوں کی سی دھج بنائے اور بھاری زیور کے عوض بران
 اور چکنے والے بھاری خودوزرہ پہنے اکوئی طافی کے اُس نے لشکر کے
 ساتھ جس میں زیادہ ترکمن اور نوخیز نوجوان ہیں اپنے گھوڑوں پر
 سوار شہر قوسہ کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ قوسہ کے پانچ
 میل اس طرف ایک چھوٹے سے گاؤں کے باہر پڑاؤ ڈالا۔ اور
 دوسرے دن علی الصباح کوچ کر کے سب لوگ قوسہ میں پہنچنے والے تھے
 آخر ماہ ہلال کی اندھیری رات تھی۔ شب کے تاریک آسمان پر

تارے خوب کھلے ہوئے تھے۔ جن کو اگلے ہیات داؤن نے مختلف وحشی درندوں چوپایوں اور چڑیوں سے تعبیر کر کے آسمان کو شکار گاہ کی قذیل بنا دیا ہے۔ دونوں لڑکیاں اپنے مختصر خیمے کے اندر جو سر ویٹوس کی سفارش اور سالار فوج کی مہربانی سے مل گیا تھا اپنے سفر اور مقاصد سفر پر غور کر رہی تھیں۔ ہر وقت مردوں میں گھرے رہنے کی وجہ سے انھیں اندرونی لباس کی درستی اور بالوں میں کنگھی کرنے تک کا موقع نہ ملتا تھا۔ اس وقت تنہائی اور تاریکی میں موقع پائے انھوں نے سردیوں سے خود اور نازک پنڈوں سے زبردہیں اتاریں اور سنہری زلفوں میں کنگھی کر رہی تھیں کہ ہیلینا نے چپکے سے کہا "سلوریا۔ کہاں بیٹھی ہو، اندھیرے میں تمھاری صورت ہی نہیں دکھائی دیتی۔ ذرا پاس آ کے کنگھی کرو تو ہم کچھ مشورہ کریں۔"

سلوریا۔ (پاس کھسک کے) "میں تمھیں مشورہ کیا دون کی بہ تمھارے نزدیک جو مناسب ہو کر دے۔"

ہیلینا۔ "میں کبھی ہوں تو قوسمہ میں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ سنٹی ہوں اس گاؤں سے سیدھا راستہ دیا ہے انور کو گیا ہے جہاں ہمارا لشکر عربوں کو روکے ہوئے ہے۔ ہم یہیں سے ان لوگوں کو چھوڑ کے بائیں طرف دبتے ہوئے چلیں۔ دیا سے بارہو کے کسی قریب کے گاؤں میں ٹھہریں۔ اور عربوں کے لشکر میں جانے کی کوشش کریں۔"

سلوریا۔ "لیکن ان لوگوں سے الگ ہو کے بھی ہم سپاہیوں کی دفع میں ٹرن؟ ہیلینا۔ ہرگز نہیں۔ سپاہی کی صورت دیکھتے ہی عرب بھڑکیں گے۔ اور ایسے ہی فوجی آدمی بنے رہے تو کیا عجب کہ ہمیں دور ہی سے اپنے تیروں کا نشانہ بنائیں۔ اب ہم عابد و زاہد ننیں بن جائیں گے۔ اور تم لباس کی فکر نہ کرو۔ میں ننوں کے دو جوڑ سفید براق کپڑے اور ان کی دفع کی صلیبیں اپنے ساتھ لیتی آئی ہوں۔"

عہ نن راہبہ عورتیں جو زندگی بھر کنواری رہتی اور صرف دینی خدمت کرنی رہتی ہیں ان دنوں ننوں کا زور تھا۔ ان کی دفع اور ان کا لباس بھی تم عورتوں سے جدا تھا۔

سلوریا : تو پھر کس بات کی فکر ہے ؟ ہم اب وہی نون کے کپڑے پہن لیں۔
اور سب ساتھیوں سے الگ ہو کے بجائے وہی طرف جانے کے سیدھے
اُتر کی طرف چل کھڑے ہوں ؟

ہیلینا : یہی ارادہ ہے۔ پچھلی رات کو جب ماہتاب نکل آئے گا۔ چاندنی
پھیلی ہو گی۔ اور سب لوگ غافل پڑے سو رہے ہوں گے اُس وقت ہم
دونوں جیکے جیکے اس خیمے سے نکل کے چل کھڑے ہوں گے۔ اور تھوڑی دُور
جا کے بھیس بدل لیں گے ؟

سلوریا : تو یہیں سے بھیس بدل کے کیوں نہ چلیں ؟

ہیلینا : نہیں۔ اس میں اندیشہ ہے ؟

سلوریا : اور اس خود دوزرہ کو کیا کریں گے ؟

ہیلینا : ان کی فکر کی ضرورت نہیں۔ خیمے سے تھوڑی دُور جا کے کسی سسٹان
گھاٹی میں نون کے کپڑے پہنیں گے۔ اور ان فولادی کپڑوں کو کسی کھوہ
میں ڈال دیں گے ؟

الغرض یہ سب باتیں طے ہو گئیں۔ اور دونوں گل اندام مہ جینین

پچھلے کو اپنے خیموں سے نکلیں چیکے چیکے پڑاؤ کے باہر گئیں۔ اور صبح سے

پہلے ہی کوہستان کے اندر ایک خاموش گھاٹی میں پہنچ کے خود دوزرہ

اُتار کے ایک کھوہ میں ڈال دیے۔ اور بمقدار " ہر لحظہ بہ شکل دگر آن

بار برآمد۔ دل بردور ان شد۔ سپاہی سے نازک اندام نین ہی کے روانہ

ہو گئیں۔ چاندنی کی بہادر کھیتی ہوئی چلی جاتی تھیں کہ صبح ہو گئی۔ اور وہ ایک

دیباٹی گرجے میں جا کے معروف عبادت ہو گئیں۔

ناگناہ کیا دیکھتی ہیں کہ یو دیز کی فوج کے شکست خوردہ سپاہی بدحواس

بھاگتے چلے آتے ہیں۔ اور مارے خوف کے اس قدر آپے سے باہر ہیں کہ

کسی کو ہزار دہائی نہیں مگنا۔ لاکھ حالات پوچھ نہیں بتاتا۔ گرجے کی بلند

کھڑکی کے پاس کھڑی وہ یہ ہولناک تناشا دیکھ رہی تھیں کہ ایک

بھاگنے والے سپاہی نے گرجے کے دروازے پر پہنچ کے سلاح اور

فرجی کپڑے اُتار کے پھینک دیے اور اندر داخل ہوتے ہی صلیب کے سامنے سجدے میں گر کے گڑ گڑا گڑا کر کے زندگی کی دعا مانگنے لگا۔ ہیلینا اُس کے قریب گئی۔ اور پوچھا "آخر کیا ہوا جو تم اس قدر مضطرب و بدحواس ہو؟" سپاہی "ہم دریائے اُور کے کنارے دشمنوں کو دس بارہ روز سے روکے ہوئے تھے اور کسی طرح اس پار اُترنے نہ دیتے تھے۔ آج رات کو اُن کے بہت سے آدمی لڑ بھڑکے اس پار اُتر آئے۔ اور اِدھر کا کنارہ اپنے قبضے میں کر لیا۔ پھر اُن کے سارے لشکر نے اُتر کے سخت حملہ کیا اور ہمارے سپاہیوں کے قدم اُٹھ گئے۔ مجبوراً ہم سب بھاگے۔ اور عربوں نے ہمارا تعاقب کیا۔ جو دم بھر میں یہاں پہونچا ہی چاہتے ہیں۔ (خوشامد کر کے اور عاجزی سے ہاتھ جوڑ کے) مقدس مان ! آپ اُن سے اتنا کہہ دیں کہ میں گرجے ہی کے لوگوں میں ہوں۔"

ہیلینا "خدا کرے کہ زندہ اس بات کو پوچھیں اور نہ مجھے جواب دینے کی ضرورت پیش آئے؟"

یہ کہنے وہ سلوریہ کے پاس آئی اور کہا "افسوس ہمارے لشکر کو شکست ہو گئی۔ اور غالباً عرب آج ہی قوقصہ کا محاصرہ کر لیں گے۔ تو اب ہمیں آگے جانے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ عرب لوگ گرجے میں آئیں تو اُن سے تم ہی گفتگو کرنا۔ شاید کوئی شناسا نکل آئے اور میری آواز پہچان لے؟"

سلوریہ "مگر یہ بتا دو کہ میں کیا باتیں کروں؟"

ہیلینا "اُن سے دریافت کرنا کہ آپ کے سردار کہاں ہیں تاکہ ہم تارکہ اندیشا نین اُن کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنی اطاعت اور فرمان برداری ظاہر کریں؟"

سلوریہ "میری زبان وہ سمجھ بھی لیں گے؟"

ہیلینا "عرب تو نہیں سمجھتے مگر اکثر اندلس والے سپاہی ہماری زبان جانتے ہیں۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ تعاقب کرنے والے سواران عرب نمودار ہوئے۔ خون آلود نیزے اُن کے ہاتھوں میں تھے۔ اور بہت سے شکست یافتہ"

کو جو اُن کے آگے آگے گرتے پڑتے آرہے تھے اپنے خون آشام نیزوں سے کو بچنے اور مارے جاتے تھے اس خوفناک منظر کو ان نازک دل لڑکیوں نے دُور سے دیکھا تو ڈر کے بھاگئیں۔ گرجے کے ایک حجرے میں چھپ گئے بیٹھ رہیں اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ فتمذ مجاہد جب گرجے کے قریب آئے تو دو اُندلسی سوار گھوڑوں سے اُتر کے گرجے کے اندر آ گئے اور ایک نے اُس شخص کی طرف رخ کیا جس نے یہاں پناہ لی تھی۔ وہ شخص بدحواسی کے ساتھ اُن کے قدموں پر گر پڑا اور روکنے لگے لگا

”میں سپاہی نہیں گرجے کا آدمی ہوں“

سوار! مگر تمھاری وضع تو گرجے والوں کی سی نہیں ہے؟

مفروضہ! دھورایان کی سنتوں سے دریافت کر لیں جو اُس حجرے کے اندر ہیں

یہ الفاظ سنتے ہی سلوریا نے ڈر کے دروازہ کھول دیا۔ اور چلتی

وہ سوار قریب آیا کہا ”ہم سیاح اور دورہ کرنے والی نہیں ہیں۔ اور

آج ہی رات کو اس گرجے میں آ کے ٹھہرے ہیں۔ ہم اس شخص کی نسبت

نہیں کہہ سکتے کہ کون ہے“

سوار۔ (اُس مفروضہ کی طرف گھور کے اور اُسے نیزے سے دھمکائے) تو

بے شک لڑائی کا بھالکا ہوا سپاہی ہے۔ اور گرجے کے باہر غالباً تیرے ہی

کپڑے پڑے ہوئے ہیں۔ اس نامردی کے فریب کی وجہ سے ہوسپ سے

زیادہ واجب القتل ہے۔ مگر جا۔ ان خوبصورت اور نیک نون کی

سچائی کے طفیل میں ہم تیری جان بخشی کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ دونوں

بڑھ کے ان دہشت نده لڑکیوں کے قریب آ گئے۔ اور کہا ”تمھاری خوبصورتی

اور سچائی کی وجہ سے تمھارے گرجے کو پناہ دی جاتی ہے۔ لیکن ہم

مشورہ دیتے ہیں کہ اس تکلیف کی زندگی کو چھوڑ کے ہمارے ساتھ چلو۔

اور دنیا کی لذتوں اور خدا کی نعمتوں سے لطف اُٹھاؤ“

سلوریا! ہم نے محترم مان مریم سے جو عہد کیا ہے اُسے نہیں توڑ سکتے

سوار! تم کو اختیار ہے۔ ہم جبر نہیں کر سکتے۔ مگر اپنے حسن و جمال کو

جس بے رحمی سے تم غارت کر رہی ہو اس پر ترس آتا ہے۔ اور ایسے اعلیٰ
حسن کی بے قدری نہیں دیکھی جاتی ؟

سلوریا : ”بہر اسی لیے پیدا ہوئے ہیں ؟“

سوار : ”اچھا میں چاہتا ہوں کہ تمہاری خوبصورتی اور سچائی کی وجہ
سے تمہارے ساتھ کچھ سلوک کروں۔ میں تمہیں امان کی یہ سند دیتا ہوں
جسے دیکھ کے ہر مسلمان تم سے ہمدردی کرے گا۔ یہ کہہ کے ایک سوار نے
ایک مہری کا فذیب سے نکال کے سلوریا کے ہاتھ میں دیا اور واپس
جانے لگا۔

سلوریا : ”مگر حضرت اتنا بتا دیجیے کہ آپ کے سردار کا کیا نام ہے ؟ اور وہ
کہاں ہیں ؟“

سوار : ”تھیں اُن سے کیا کام ؟“

سلوریا : ”ہم چاہتے ہیں کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کے اپنی اطاعت و
فرمان برداری کا اقرار کریں اور اس بات کی اجازت حاصل کریں کہ یہاں
کے جس شہر یا گاؤں میں جائیں ہمیں سبھی لوگوں کی تعلیم و ہدایت کی آزادی
حاصل رہے۔“

سوار : ”ہمارے سردار مجاہد بن ملق ہیں جو اب تمہیں قوتوہ میں ملیں گے۔“

سلوریا : ”(تعجب سے) میں نے تو سنا تھا کہ اس جنگ کے بہادر فاتح

عثمان ہیں ؟“

سوار : ”عثمان ابن ابی سبہ ؟“

سلوریا : ”جی ہاں وہی ؟“

سوار : ”وہ ہمارے سب سے بڑے سردار اور قائد ہیں۔ مگر وہ یہاں نہیں
آئے۔ بلکہ اپنا زبردست لشکر لے کے براہ راست سوتیوم پر گئے ہیں۔ اور
غالباً وہاں پہنچ چکے ہوں گے۔“

یہ کہہ کے وہ سوار چلے گئے۔ اور اُن کے جانے کے بعد جب ان خوف
زدہ لڑکیوں کی جان میں جان آئی تو حجرے کا دروازہ پھر بند کر لیا۔ اور

ایک دوسرے کی طرف حسرت دیاس سے دیکھنے لگیں۔ چند لمحوں کے بعد ہیلینا نے کہا "بڑا غضب ہوا۔ عرب لشکر سو تیوم پر جا پہنچا۔ اور وہاں مقابلے کے لیے بالکل فوج نہیں ہے۔ جتنی فوج آئی شاہزادی نے قوقصہ میں بھیج دی۔ اور اپنا خیال نہ کیا؟"

سلوریا "اٹھنیں کیا معلوم تھا کہ عرب لوگ قوقصہ سے پہلے وہاں آجائیں گے؟ معلوم نہیں وہاں کیا گزری ہے اچانک عربوں کا پہنچ جانا قیامت ہو گیا ہو گا۔ خدا جانے ہماری شاہزادی کس حال میں ہیں؟"

ہیلینا "اب یہ وہیں چل کے معلوم ہو گا۔ بس اب جس قدر جلد ہو سکے ہمیں وہیں پہنچنا چاہیے۔ یہاں کے سردار سے ملنا بھی بیکار ہے۔ خیر اگر عربوں نے کہیں راستہ میں روکا تو ہمیں یہ سند اچھی مل گئی۔ وقت پر کام دے جا سکیں گے۔"

سلوریا "مگر چلو گی کیسے؟ راستے میں تو یہ خطر مچا ہوا ہے؟"

ہیلینا "ہم راستہ چھوڑ کے کنارے کنارے چپکے چلے چلیں گے۔ اور بن پڑا تو آگے بڑھ کے سواری کا کچھ بندوبست کر لیں گے۔ اب دیر لگانے کا وقت نہیں ہے۔ چاہے کسی ہی آفت کا سامنا ہو۔ ہمیں شاہزادی کی عنایت اور محبت کا حق ادا کرنا ہے۔ چلو اٹھو۔"

دونوں لڑکیاں اپنا عصمت شعاری کا صوفیانہ لباس خوب درست کر کے گرجے سے نکلیں۔ سڑک پر ٹوٹ مار اور قتل و غارت ہوتے دیکھ کے راستہ سے ہٹ گئیں اور تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی مشرق کی طرف روانہ ہوئیں۔ اس فتنہ و فساد اور بے امنی و بد نظمی کے زمانے میں سواری کا کیا انتظام ہو سکتا تھا؟ نازک پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ چہرے سفر کی مشقت اور خون کی حرکت سے ارغوانی ہو گئے مگر شاہزادی کی محبت ہمت نہ ہارنے دیتی تھی۔ برابر قدم اٹھاتے چلی ہی گئیں۔ اور پچیس میل مسافت طے کر کے ایک گرجے میں دم لیا۔ جس کے پاس ایک چھوٹی سی خانقاہ تھی۔ اور اُس میں ننوں نے رہ نوردون کی آسائش کا کچھ معمولی سا سامان فراہم کر رکھا تھا۔ وہاں پھر کے دونوں نے نماز ادا کی۔ کچھ کھایا پیا۔ اور ایک حجرے میں پڑ کے سو رہیں۔

پچھلی رات کو جب چاندنی نے کھیت کیا تو اٹھ کے پھر چل کھڑی ہوئیں اور دوپہر ہوتے ہوتے بیس میل راستے طے کر کے سو تیوم کے قریب پہنچیں تو سنا کہ شہر کو مسلمانوں کا لشکر گھیرے ہوئے ہے۔ اور اندر پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ اس خبر نے انھیں مایوس کر دیا۔ سنتے ہی بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا ”افسوس ہماری ساری محنت بیکار ہو گئی“

دسواں باب

میان عاشق و معشوق رزیت

اب یہ دونوں جوان ہمت لڑکیاں حیران تھیں کہ کیا کریں۔ بڑی غالطہ جا کے شاہزادی کے لیے لگ لے آئیں ؟ یا گاؤں گاؤں چکر لگا کے لوگوں کو ملک و ملت کی حمایت کے لیے ابھاریں ؟ کیا تدبیر کریں کہ شاہزادی سینہ کے پاس کافی لشکر پہنچ جائے۔ یا باہر سے عربوں پر ایسا دباؤ پڑے کہ محاصرہ چھوڑ کے چلے جائیں۔ آخر بہت کچھ غور کرنے کے بعد ہیلینا نے دل میں کہا ”ہمیں وہی کام کرنا چاہیے جس کے لیے ہم آئے ہیں“ سلور یا کو بھی اُس نے اپنا ہم خیال بنایا اور دونوں ایک گاؤں میں جو سو تیوم سے کوئی تین میل اُدھر تھا جا کے گرجے کی خانقاہ میں ٹھہر گئیں۔ وہاں لوگوں سے شہر کے حالات پوچھے۔ ایک بوڑھی نن سے معلوم ہوا کہ کل ہی عربوں نے محاصرہ کیا ہے۔ شہر میں بالکل فوج نہ تھی۔ اُنڈلس والوں کا لشکر اچانک آ گیا۔ مگر شاہزادی کو دور و ز پیلے خبر ہو گئی تھی۔ اُنھوں نے بہت ہی پکھڑی اور ہوشیاری کے ساتھ آدمی دوڑا کے تھوڑی فوج بڑوسی غالطہ سے طلب کی اور کچھ قوت حصہ سے واپس منگوائی۔ مگر تھوڑا ہی لشکر جمع کرنے پائی تھیں کہ عرب آ پہنچے۔ اور اُنھوں نے قلعہ کے بھاٹک بند کر کے مقابلہ شروع کر دیا۔

ہیلینا نے تو شاہزادی سینہ قلعہ میں موجود ہیں ؟“

نن ”بہادر اور جانا بازی کرنے والی شاہزادیاں کبھی بھاگتی ہیں ؟ مگر دشمن ہاں ہی کو خبر ہوگی کہ قوت حصہ میں ہماری فوج کا کیا حال ہے ؟“

ہیلینا - (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "کل مسلمانوں نے دریائے ائور سے اتر گئے تو قوسہ والوں کو سخت شکست دی۔ اور آج بڑھ کے قوسہ کا محاصرہ کر لیا ہوگا؟ آہ! میں نے انھیں عیسائوں کا بیچھا کرتے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ کیا کون کیسی بے رحمی سے انھیں قتل کر رہے تھے؟"

نن - "تو وہ قلعہ بھی گھر گیا! مقدس مان! تمھاری کیا مرضی ہے؟ اس مسیحی سلطنت کو کیا نہ بانی رکھو گی؟ اپنے سپاہیوں کی مدد کرو۔ دیکھو تمھارے پاک نام پر کس بے جگر سی سے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں؟"

اب اُس نن کی عنایت سے ان دونوں لڑکیوں کو جو ننوں کی مہربان صوفی بنائے ہوئے تھیں ٹھہرنے کو ایک محفوظ حجرہ مل گیا۔ اُس میں تنائی کا سوتہ پاتے ہی ہیلینا نے کہا "اب ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ کسی طرح یہ معلوم ہوتا کہ مسلمانوں کے سردار عثمان کے ساتھ اُس کی لونڈیاں بھی آئی ہیں یا نہیں؟ سلوریا - بھلا تم سے یہ ہو سکے گا کہ دل مضبوط کر کے عربوں کے لشکر میں چلی جاؤ؟ جو سند خوش نصیبی سے مل گئی ہے اُس کے ذریعہ سے اُن کے سردار تک پہنچو؟ اُس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو؟ اور اُسے ائور کی فتح کی خوش خبری سنا کے خوش کرو؟ پھر اطاعت و فرمان برداری کا اقرار کر کے اُس سے بھی ایک سند حاصل کر لو؟ اور اسی درمیان میں اپنے طور پر پتہ لگا لو کہ اُس کے حرم کی عورتیں بھی محاصرے میں ساتھ ہیں یا نہیں؟"

سلوریا - "یہ تو بڑے دل والے کام ہے۔ تم ساتھ ہوتی تو میں جرات کر بھی جاتی مگر اکیلے کیسے جایا جائے گا؟"

ہیلینا - "اب یہ پڑنے کا وقت نہیں ہے۔ اپنی شاہزادی کے لیے ہمیں جان بھی دینے میں تامل نہ کرنا چاہیے۔ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ نہ ڈرو اور بے جھجک چلی جاؤ؟"

سلوریا - "اب تم نے شاہزادی کا نام لیا ہے تو چاہے جو ہو میں جاؤں گی۔"

ہیلینا - "بس مسیح کا مبارک نام لے کے اور اپنے آپ کو مقدس کنواری مان کی اماں میں دے کے اٹھ کھڑی ہو۔ دیکھو خدا تمہارا کیا کرتا ہے؟"

سلوریا بے عذر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اپنے پاکداسنی کے کپڑے خوب درست کیے۔ جان پر کھیل کے خانقاہ سے نکلی اور عربوں کے لشکر کا رخ کیا۔ اُس کے جانے کے بعد ہیلینا نے تنہا بیٹھ کے ریحانہ کے نام ایک خط کا مسودہ لکھنا شروع کیا۔ بہت سے کاٹ کوٹ اور دودھل کے بعد جو عبارت قائم رہی یہ تھی۔

”بہن ریحانہ! میں دل میں یہ امید لے کے تمہارے پاس سے بھاگی تھی کہ اسنے عزیزوں سے ملوں گی اور دستوں کو دیکھوں گی۔ مگر آہ یہاں آئی تو کوئی نہ ملا۔ نہ کھڑ تھا۔ نہ بار تھا۔ نہ کوئی عزیز قریب تھا۔ نہ کوئی جان پہچان تھا۔ اب بچھتا پی ہوں کہ افسوس۔ اپنے آقا عثمان کی محبت کی قدر نہ کی اور دونوں طرف سے گئی گزری ہوئی۔ خیر یہی غنیمت ہے کہ قسمت نے شہزادی امینہ کی خدمت میں پہنچا دیا جو میرے حال پر دلی ہی مہربان ہیں جیسے کہ میرے آقا عثمان تھے؟ بہن! کیا تم میرے مالک عثمان سے میرا قصور معاف کرادو گی؟ اگر وہ مجھے جان کی امان اور اجازت دین گے تو میں اُن کے پاس اپنی شہزادی کا پیام لے کے آؤں گی؟ تمہاری وفا اور خادمہ ہیلینا“

خط تیار ہو گیا۔ اور وہ حجرے کا دروازہ بند کیے منظر بھی ہے کہ سلوریا واپس آئے اور یہ پتہ لگے کہ عثمان ابن ابی لیسعہ کے حرم بھی اُس کے ہمراہ ہیں تو یہ خط دے کے اُسے دوبارہ بھیجے۔ سارا دن اسی انتظار میں گزر گیا۔ اور رات کا بھی ایک پہر گزر گیا مگر سلوریا کا پتہ نہیں۔ اب اُسے ترو پیدا ہونے لگا ہے کہ سلوریا پر کیا افتاد پڑی جو اب تک نہیں آئی؟ کہیں ٹکڑ تو نہیں لی گئی؟ زمانہ ہمارے خلاف ہے۔ ان دنوں جو ہو جائے تعجب نہ جائے۔ اسی پریشانی اور الجھن میں تھی کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اُٹھ کے دروازہ کھولا۔ اور سلوریا کی صورت دیکھتے ہی دل میں اُس کی نسبت ایسے ایسے بُرے اور ہولناک اندیشے گزر چکے تھے کہ بے اختیار گلے سے لپٹ گئی۔ اور کہا ”مسح کا ہزار ہزار شکر کہ تھیں صبح سلامت واپس لائے۔ جو جرات گزرتی جاتی تھی میرے دل کی دھڑکن بڑھتی جاتی تھی۔ خیر اب بناؤ کہ کیا ہوا؟ کیا دیکھا؟

اور عثمان کی حرموں کا کچھ حال معلوم ہوا یا نہیں ؟
سلواریا : سب باتیں معلوم ہو گئیں۔ میں جس وقت یہاں سے گئی ہوں سہی ہوئی
تھی اور بھیجے لیون اچھل رہا تھا۔ مگر جب سربوں کے لشکر میں داخل ہو گئی
تو تسکین سی ہو گئی۔

میلنا : یہی قاعدہ ہے۔ ہر جرأت کے کام میں سارے اندیشے اور
خوف اسی وقت تک رہتے ہیں جب تک اُسے کرنا نہ شروع کر دو۔ لیکن
جہاں انسان نے شروع کر دیا پھر روح القدس دل مضبوط ہی کر دیتا ہے۔
اور جو آگے بڑھتی جاؤ ہمت بڑھتی جاتی ہے۔

سلواریا : میں جیسے ہی عربوں کے لشکر میں گئی کئی انگریزی سپاہیوں نے
اُسکے مجھے پکڑ لیا۔ میں نے اُنہیں وہ سزا دکھائی۔ دیکھتے ہی وہ لوگ
مجھ پر سہراں ہو گئے اور پوچھا کیا چاہتی ہو۔ میں نے کہا امیر لشکر عثمان
کی خدمت میں باریاب ہونا چاہتی ہوں۔ میری درخواست اُنہوں نے
منظور کی۔ اور اپنے سردار کے خیمے کی طرف لے چلے۔ راہ میں میں نے اُن لوگوں
سے دریافت کیا کہ امیر کی حرمین بھی اُن کے ہمراہ ہیں یا تنہا آئے ہیں ؟ معلوم
ہوا کہ بہت سی حرمین ہمراہ ہیں۔ اور امیر کے خیمے کے پاس ہی حرموں کے خیمے
ہیں۔ پھر جب میں امیر عسکر کے خیمے کے پاس پہنچی تو اطلاع ہوتے ہی اندر
بلائی گئی۔ تم سچ کہتی تھیں عثمان بڑا خوبصورت اور بہت ہی شاندار سردار
ہے۔ میری صورت دیکھتے ہی وہ میری نازک بینی۔ میرے چھوٹے سے قد۔ اور
میری خوبصورتی کو دیکھ کے متحیر ہو گیا۔ اور غور سے میری طرف دیکھ کے پوچھا
تم تنہا ہو ؟ اتنی کسنی میں دنیا چھوڑ دی ؟ میں نے کہا بچپن سے میں نے تعلیم
ہی دینی خدمت کی پائی ہے۔ اُس نے کہا یہ سندھ کو کہاں گئی ؟ اور کس نے
دی ہے ؟ میں نے کہا مجھے نام تو نہیں معلوم لیکن کل صبح کریمین تو قہرہ اور
دریائے اتور کے درمیان ایک گرجے میں تھی کہ یکایک دیکھا فرانسیسی لشکر
کے سپاہی بدحواس بھاگتے ہوئے آ رہے ہیں۔ اور اُن کے پیچھے عرب سوار
ہیں جو اُنہیں قتل کر رہے ہیں۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ مسلمان

اُتر سے اُتر آئے۔ اور مسیحی لشکر کو شکست ہوئی۔ اتنے میں دو مسلمان سوار گھوڑوں سے اُتر کے گرجے کے اندر آئے۔ مجھے یہ سند عطا کی۔ اور چلے گئے۔ میں اُن کے جاتے ہی گرجے سے نکل کے دوڑتی ہوئی بیان آئی کہ حضور کو اس فتح کی خوش خبری سناؤں۔ اور فتح کی مبارکباد دوں؟ میری یہ باتیں سن کے وہ بہت خوش ہوا۔ اور اتنی جلد آ کے خبر سنانے اور مبارکباد دینے کا شکر گزار ہوا۔ اور بولا ہمارے یہاں مسیحی راہبوں اور نونوں کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی کی جاتی ہے۔ اور یقین رکھو کہ تم کہیں ہو مسلمان تمہارے ساتھ ہمیشہ اچھا ہی سلوک کریں گے۔ میں نے کہا ہم لوگ دورہ کرتے رہتے ہیں۔ اور کہیں گھر نہیں بناتے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ گھاؤں گاؤں پھر کے لوگوں کی ہدایت کریں اور انھیں دین کی باتیں سکھائیں اس لیے امیدوار ہوں کہ مجھے حضور بھی ایک سند عطا کریں تاکہ کسی جگہ کوئی مسلمان حاکم میری روک ٹوک نہ کرے۔ اُس نے کہا تمہارے پاس جو سند ہے بخوبی کافی ہے۔ لیکن تمہارے کہنے سے میں بھی تمہیں آزادی کی سند دے دیتا ہوں۔ یہ کہتے ہی اُس نے قلم و دوات منگوائے اپنے ہاتھ سے مجھے سند لکھ دی اور اُس پر اپنی مہر کر دی۔ (جیب سے نکال کے) لو دیکھو یہ موجود ہے؟

ہیلینا: تو تمہیں اتنی دیر کہاں لگی؟
سلوریا: اتنی دیر لگی۔ مسلمان سپہ سالار سے ملی۔ باتیں کیں۔ اور واپس آئی۔ اس میں دیر نہ ہوتی؟ میں کہیں بیٹھ تھوڑا جی رہی؟
ہیلینا: مگر کل تمہیں پھر جانا پڑے گا؟
سلوریا: کیوں؟

ہیلینا: (خط دکھا کے) تمہیں یہ خط سردار عرب عثمان کی حریم میں پہنچا اور اس کا جواب لانا ہے۔ تم تو جانتی ہو کہ اسی کام کے لیے ہم آئے ہیں؟
سلوریا: چلی جاؤں گی۔ وہ سارے دھڑکے تو پہلی بار جاتے وقت تھے۔ اب سارا ڈنکل گیا۔ اور کو تو دن بھر میں وہاں کے دو چار پھرے کر آؤں؟ یہ کہہ کے سلوریا نے خط لے کے پڑھا جسے ہیلینا نے ایک

خشک مچھلی پر صاف کر رکھا تھا۔ اور مسکرا کے بولی "امیر فوج عثمان تم پر عاشق ہی ہیں۔ ایسا نہ ہو تمہارا نام سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوں کہ جہاں وہ ہوں مجھے لے چلو تو میں کیا کر دین گی؟"

سلیمنیا "اول تو ایسا نہ ہو گا۔ اور اگر ہو تو تم یہ کہہ دینا کہ میں قلعہ کے اندر شہزادی منینہ کے پاس ہوں۔ یہ خط تم خود امیر کے ہاتھ میں نہ دینا اس کے زمانے خیمے کے پاس جا کے اسکے غلام طلح کو بلوانا اور جب وہ آئے تو اُسے یہ خط دینا۔ اور کہنا کہ ریکانہ کے پاس پہنچا دے؟"

یہ باتیں کر کے دونوں لیٹ کے سو رہیں۔ اور صبح ہوتے ہی سلوریا دروازے کے عربی لشکر گاہ میں داخل ہوئی۔ اُس کی سندیں دیکھ کے سپاہیوں نے فوراً عثمان بن ابی یسوع کے خیمے کے پاس پہنچا دیا۔ زمانے خیمے کے دروازے پر کئی حبشی غلاموں کو ننگی تلواریں کھینچے قتلے دیکھ کے سلوریا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی ان کے پاس گئی۔ اور ایک سے کہا "امیر مسکرا کے غلام طلح کہاں ہیں؟" ایک فرانسیسی لڑکے کو طلح کا نام پوچھتے دیکھ کے اُسے حیرت ہوئی۔ اور تھوڑے پس و پیش کے بعد اپنے ایک ساتھی کو بھیج کے طلح کو بلوایا۔ طلح بھی یہ سُن کے کہ ایک نر مجھے ڈھونڈھتی ہوئی آئی ہے تعجب کرتا ہوا عثمان ابن ابی یسوع کے مردانے خیمے سے نکلا۔ سلوریا کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کہا "طلح میں ہی ہوں۔ تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟"

سلوریا "مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ آپ کے آقا کی لونڈی پکانہ بیان ساتھ آئی ہیں یا نہیں طلح۔ (نہایت ہی حیرت سے) "ہاں وہ ساتھ آئی ہیں۔ تمہیں کیا اُن سے کوئی کام ہے؟"

سلوریا "مجھے اسی قدر کام ہے کہ (جیب سے خط نکال کے) یہ خط اُن کو پاس پہنچاؤ۔"

طلح "ابھی پہنچائے دیتا ہوں۔ مگر جواب بھی چاہتی ہو؟"

سلوریا "جی ہاں؟"

طلح "تو ٹھہرو۔ یہ کہہ کے وہ حرم کے خیمے میں گیا اور سلوریا کے خیمے کے

عہ اُس وقت تک کاغذ چھین کے ہوا کہیں نہ تھا۔ مسلمان چاہے اُسے چین سے لائے ہوں مگر مغربی دنیا کو اس زمانے کے ایک صدی بعد اُنھیں نے بتا دیا۔

اُس پاس ٹہلنے لگی۔ چند ہی منٹ ہوئے ہوں گے کہ ریحانہ دوڑتی ہوئی باہر آئی اور سلوریا کے قریب آ کے کہا ”تھیں یہ خط لائی ہو؟“

سلوریا نے جی ہاں میں ہی لائی ہوں۔“

ریحانہ۔ ”اور ہیلینا جنھوں نے یہ خط بھیجا ہے کہاں ہیں؟“

سلوریا۔ (ذرا تامل سے) ”سو تیوم کے قلعہ میں۔“

اس جواب پر کسی حد تک مطمئن ہو کے ریحانہ سلوریا کو حرم کے خیمے کے اندر لے گئی۔ اور ایک قالین پر بٹھا کے کہا ”تم ذرا ٹھہرو میں ابھی

آتی ہوں۔“ اور چلی گئی۔ اب حرم کی بہت سی عربی اور اندلسی عورتوں نے آ کے سلوریا کو گھیر لیا جو اُس کی صورت۔ وضع۔ قطع۔ لباس۔ اور

حرکات و سکنات ہر چیز کو اس طرح تعجب کی نگاہوں سے دیکھتی تھیں کہ

تاشا بنایا تھا۔ اُن کے ہجوم سے سلوریا پریشان تھی کہ وادیک بے باک

عورتوں نے جو فرانسیسی زبان میں وادیک ٹوٹے پھوٹے نقطہ بولتی

تھیں اُس کے لباس و وضع پر اعتراض کرتے کرتے مذہبی بحث چھیڑ

دی۔ اور مسیحی عقائد پر حملے کرنے لگیں۔ آخر مجبور ہو کے سلوریا نے کہا

”بی بیو۔ میں مذہب کی بحث کرنے کو نہیں آئی ہوں۔ میرا دین بُرا بھلا

جو کچھ ہے میرے دل کی تسلی کے لیے کافی ہے۔ اور میں اُس پر قائل ہوں۔“

لیکن معترض عورتیں اُرد چھیڑنے پر آمادہ تھیں کہ ریحانہ آگئی اور

کہا ”چلیے آپ کو ہمارے آقا سید محمد عثمان بن ابی یسعہ بلاتے ہیں۔“

سلوریا۔ ”میں تم سے اس خط کا جواب لینے کو آئی تھی۔ مگر امیر کا حکم بجا

لانا ضروری ہے۔ چلو۔“ اور ریحانہ کے ساتھ اس خیمے سے نکل کے مردانے

خیمے میں داخل ہوئی۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی عثمان نے پہچان کے پوچھا

”کل تھیں مجھ سے آزادی کی سند لے گئی تھیں نہ؟“

سلوریا۔ (آدب سے سلام کر کے) ”جی ہاں میں ہی حاضر ہوئی تھی۔“

عثمان۔ ”تم کو یہ عورت ہیلینا کہاں ملی؟“

سلوریا۔ ”حضور وہ قلعہ کے اندر ہیں۔ مجھ سے اُن سے ملاقات نہیں ہوئی۔“

دو ہفتہ پہلے جب مین سیلن تھا وہ ملی تھیں۔ مگر کل میرے آنے کی خبر اُنھیں ہوئی تو رات کو ایک عورت کے ہاتھ یہ خط بھیجا اور زبانی کہلا بھیجا کہ مین اپنے عربی لشکر میں حضور کی خاموشی کے پاس پہونچا دوں۔ عثمانؓ : "وہ کون عورت تھی جو ہمارے محاصرے سے بچ کے نکل گئی؟" (طلع سے) دیکھو تاکید کرو کہ ہوشیاری سے اور آنکھیں کھول کے محاصرہ کریں۔ مرد۔ عورت۔ بوڑھا بچہ کوئی ہو بغیر میرے حکم کے نہ قلعہ سے باہر نکلے پائے۔ اور نہ باہر سے اندر جانے پائے (سلور یا سے) "تو اب ریحانہ کا جواب تم کیونکر پہونچاؤ گی؟" سلور یا : "میں تو سمجھتی تھی کہ مذہبی لوگ راہب ہوں یا تمہیں آمد و رفت سے نہ روکے جائیں گے۔"

عثمانؓ : "نہیں۔ اس کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ میرا تجربہ ہے کہ مختار مقتدا اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کے اقرار پر پھر دمہ کیا جائے۔ وہ مجبوری کرتے ہیں۔ جس سے ہمیں کسی حد تک دشواریاں پیش آتی ہیں۔ سلور یا : "تو مجبوری ہے۔ میں اپنے گھر میں جا کے چپکے بیٹھ رہوں گی۔" عثمانؓ : "(سوچ کے)" مگر ضرورت ہے کہ اس خط کا جواب ہیلینا کے پاس پہونچ جائے۔"

سلور یا : "(لا پرواہی سے)" تو حضور خود ہی کسی ذریعہ سے پہونچا دیں۔ میں تو جا نہیں سکتی۔"

عثمانؓ : "یہ ممکن ہے کہ تم کو جانے کی اجازت دے دی جائے۔ لیکن اقرار کرو کہ اس اجازت سے فائدہ اٹھا کے تم دشمنوں کی مجبوری نہ کرو گی۔" سلور یا : "اس کا جس طرح حکم ہو میں وعدہ کرے کو تیار ہوں۔ ہم دونوں نہیں ہیں جنھوں نے عہد کر لیا ہے کہ سوا دینداری کی تعلیم کے اور کوئی کام نہ کریں گے؟"

عثمانؓ : "تمہاری وہ دونوں ساتھ والیاں کہاں ہیں؟" سلور یا : "میرے ساتھ ہی رہتی ہیں۔ اور اگر حضور مجھے اجازت دیتے ہیں تو"

اُن دونوں کو بھی اندر جانے کی اجازت ہو۔ کیونکہ میں اکیلی کچھ نہیں کر سکتی۔
عثمان : "خیر تمہاری ذمہ داری پر اُن کو بھی اجازت دے دی جائیگی۔
 مگر اس شرط سے کہ اس ہیلینا کو اپنے ساتھ یہاں لے آؤ۔"
ریحانہ : "ہاں ضرور لے آؤ۔ میرا بھی اُن کے دیکھنے کو بہت جی
 جاتا ہے۔"

سلوریا : "مگر جان بخشی ہو تو ایک بات عرض کر دوں؟"
عثمان : "کہو۔ تمہیں ہر بات کی اجازت ہے۔"
سلوریا : "میں ہیلینا کو سمجھا بجھا کے لے آئی اور آپ نے اپنی لونڈی
 سمجھ کے پکڑ لیا تو پھر میں اُسے کیا منہ دکھاؤں گی؟"
عثمان : "نہیں میں وعدہ کرتا ہوں کہ اُسے کسی بات پر مجبور نہ کر دوں گا۔
 اول تو مجھے خود اُس کے دیکھنے کا شوق ہے دل کو اُس کے ساتھ لگاؤ ہو گیا تھا
 جس کی افسوس اُس نے قدر نہ کی۔ دوسرے اُس کے ذریعہ سے میں
 یہاں کی شاہزادی منینہ کی صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ جن کی میں نے
 بڑی تعریف سنی ہے۔ تم نے تو اُنھیں دیکھا ہو گا؟"

سلوریا : "اکثر دیکھا ہے۔ اُن کے حسن کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اور
 فرنگستان میں اُن کی خوبصورتی کا شہرہ ہے۔"
عثمان : "میں نے سنا ہے کہ اُن کی صورت دیکھتے ہی انسان کے ہوش
 حواس جاتے رہتے ہیں۔ کیا یہ سچ ہے؟"
سلوریا : "جی ہاں مشہور تو یہی ہے۔ مگر میں نے کبھی کسی کو ہوش ہوتے نہیں دیکھا۔"
عثمان : "خیر تم اب ریحانہ کا خط لے جاؤ۔ اور تم کو مع تمہاری دونوں
 رفیقہ نون کے شہر اور قلعہ کے اندر آنے کی عام اجازت ہے۔ میں
 تم کو اس کی سند دیے دیتا ہوں۔ اور فوج کے تمام سرداروں کو بھی اس کی
 اطلاع کر دی جائے گی۔" اس کے بعد ریحانہ نے اُسے ہیلینا کے خط کا
 جواب لکھ کے دیا۔ عثمان بن ابی سبغہ نے قلعہ کی آمدورفت کی مہر سی سند
 اُس کے حوالے کی۔ اور وہ ادب سے سلام کر کے واپس آنے کو چلی کہ

عثمان نے کہا "دیکھو جلدی آکے مجھ سے ملنا۔ مجھے انتظار رہے گا۔"
 سلوریا :- اب تو میں نے ایسا کام اپنے ذمہ لیا ہے کہ اکثر حاضر ہوا کروں گی۔
 یہ کہہ کے چلی آئی۔

گیارھواں باب

حملے کے لیے حسن کی تیاریاں

شاہزادہ سیمنہ سوتیوم کے مالیشان شاہی قہر میں ایک اونچے برج کے اندر قعرہ چوکی پر بیٹھی ہے اور بیرون شہر کا مغربی میدان نظر کے سامنے ہے۔ شام ہونے کو دو گھنٹے باقی ہیں۔ جب کہ آفتاب کی حدت کم ہو گئی ہے اور بخارات زمین کے گھٹنے سے مطلع خوب صاف ہو گیا ہے۔ عربوں کے خیمے جو فیصل شہر سے ایک میل کی مسافت پر قائم ہیں قطار در قطار کوسوں پہلے نظر آتے ہیں جن کے سلسلے کو درختوں نے جا بجا سے قطع کر دیا ہے۔ اور ان کے سامنے اس کثرت سے سوار اور پیدل آتے جاتے دکھائی دیتے ہیں کہ عربوں کی فوجی سرگرمی کا بخوبی اندازہ کر لیا جاسکتا ہے۔ سیکڑوں تیرانداز ترکش خالی کر کے خیموں میں واپس جاتے ہیں۔ اور سیکڑوں نئے تیرانداز خیموں سے نکل نکل کے باہر آتے اور شہر کی طرف بڑھتے ہیں۔ فیصل شہر کے پاس عربوں نے کئی زبردست منجیقین قائم کر دی ہیں۔ جن کو دو دو سو تین تین سو آدمی زور لگا کے کھینچتے اور کھینچ کے اس زور سے چھوڑ دیتے ہیں کہ ہار کے پھٹ پڑنے کی سنی آواز بلند ہوتی ہے۔ اور سین من ڈیڑھ ڈیڑھ من کے پتھر آکے فیصل پر اس زور سے پڑتے ہیں کہ شہر کے در و دیوار ہل جاتے ہیں۔

ایک مقام پر سامنے ہی عربوں نے مینڈھے کے ایک بڑے زبردست اور مضبوط نولادی سرکو کلڑھی کے ایک بڑے بھارے شہتیر کی زک پر لگایا ہے۔ اس شہتیر کو تین تین چار چار سو آدمی اٹھا کے زور سے دوڑاتے ہیں اور دیوار شہر سے لاکھ اس زور و شور سے ٹکراتے ہیں کہ اس میں جا بجا رخنے

پڑ جاتے ہیں۔ جو لوگ فضیل پر سے تر اندازی و سنگاری کرتے ہیں ان کے قد مون کو نغزش ہو جاتی ہے اور شہر والے سم کے رہ جاتے ہیں کہ دیوار منہدم نہ ہو جائے۔

تجیقون اور فولادی مینڈھوں کے چلاتے وقت عرب لوگ ایسا غل بچاتے اور اس طرح زور و شور سے تکبیروں کے نعرے بلند کرتے ہیں کہ دشت و جبل گونج اٹھتے ہیں اور شہر والوں خصوصاً ان لوگوں کے جو فضیل پر ہیں کان اڑے جاتے ہیں۔ اور سارے شہر پر اس شور و ہنگام کا رعب پڑ رہا ہے۔ اس حالت کو شاہزادی دیر تک دیکھتی رہی اور پھر قلعہ وار شہر سے جو اپنی طرف دست بستہ کھڑا تھا کھٹکھٹا کر دیکھو۔

تھارے انداز سے میں قلعہ کی دیواریں کھٹے دھون تک ان سخت حملوں کو برداشت کر سکیں گی؟ ان یورشوں اور حملوں کو دیکھ کے مجھے تو در معلوم ہوتا ہے کہ دو ہی تین دن میں دیواروں کا پتہ نہ لگے گا؟

سمر ویطوسؑ حضور ہمارے قلعہ کی دیواریں نہایت مضبوط ہیں۔ دو تین دن کیسے دو تین مہینے میں بھی عرب ان کو نہ توڑ سکیں گے۔ مگر ایک بات کا اندیشہ البتہ ہے۔

صمیمہؑ وہ کیا ہے؟

سمر ویطوسؑ جن جن مقاموں پر آج کل دیواریں ہیں اور نئی مرمت ہوئی ہے وہاں بے شک فضیل کمزور ہے۔ کہیں عربوں کو ان مقامات کا حال معلوم ہو گیا یا اتفاق سے ان جگہوں پر گولہ باری کرنے لگے تو بڑی مشکل پڑ جائے گی۔ وہ مقامات ان حملوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے؟

قلاویاؑ تو ایک کام کیجیے۔ ان جگہوں پر زیادہ فوج رکھیے تاکہ عرب لوگ اگر ادھر کا رخ کریں تو ان پر ایسی سختی سے پتھر اور تیر برسائے جائیں کہ وہ تاب نہ لاسکیں۔ اور ہٹ کے دوسری طرف چلے جائیں؟

سمر ویطوسؑ کسی حد تک میں اس کا انتظام کیا ہے۔ مگر یہ بھی تو اندیشہ ہے کہ وہاں ہماری زیادہ فوج دیکھ کے عرب جو ہم سے زیادہ

ہو شیا رہیں یہ نہ سمجھ جائیں کہ دیوار یہاں پر کمزور ہے؟
 منینہ - "انسوس! مجھے ایک ہفتہ بھی پہلے خبر ہو جاتی کہ عرب تو قوصہ سے
 پہلے یہاں آجائیں گے تو یہاں فوج کی اس قدر کمی نہ ہوتی؟
 سمرو لیطوس - "حضور کی ہوشیاری سے یہ بھی ہو گیا کہ ہمارا قلعہ محاصرے
 کی تاب نہ لاسکا۔ عربوں کی خبر پاتے ہی حضور نے ایسی پھرتی کے ساتھ
 تو قوصہ اور بردی غار سے فوجیں منگوالیں کہ اور کسی سے ہرگز نہ ہو سکتی؟
 پلشیریا - "مگر یہ تھوڑی سی فوج کیا بنالے گی؟ اور کب تک لڑے گی؟
 عربوں کے مقابلے کے لیے کم سے کم سے پچاس ہزار لشکر تو ہوتا؟
 سمرو لیطوس - "شہر میں سب ملائکے آٹھ ہزار فوج ہے۔ تین ہزار سپاہی
 یہاں موجود تھے۔ اور شاہزادی کے لکھنے کے ساتھ ہی دو ہزار تو قوصہ سے
 اور تین ہزار بردی غار سے آئے۔ لیکن مجھے ان لوگوں پر بہت بھروسہ ہے۔
 بڑی بہادری اور جانبازی سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ جس وقت یہ فصل پر
 صفت باندھ کے کھڑے ہوتے ہیں عربوں کے تیر انداز تیردن کا میخ
 برسا دیا کرتے ہیں مگر کہاں کیا کہ یہ لوگ اپنی جگہ سے ہٹیں؟
 منینہ - (غوش ہو کے) "میں کل صبح کو ساری فہیل پر گشت لگا کے ان سواروں
 کی کارگزاریاں دیکھوں گی۔ انھیں انعام دیں گی۔ اور تعریف کر کے
 ان کا حوصلہ بڑھاؤں گی؟"

سمرو لیطوس - "حضور ہی کی مہربانی و شفقت دیکھ کے وہ جان توڑ توڑے
 لڑ رہے ہیں؟
 روملدا - "مگر شاہزادی - اس خالی شہر پناہ پر لڑنے سے کیا فائدہ
 ہوگا؟ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ہمارے بہادر شہر سے نکل کے
 جیلے کرتے؟"

منینہ - (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) "اتنی فوج ہی نہیں ہے کہ ہم نکل کے
 مقابلہ کریں۔ اور اگر یوں آٹھ ہزار بہادر مقابلے کو نکل بھی پڑیں تو
 شہر کی حفاظت کون کرے گا؟ ساری فہیل سپاہیوں سے خالی ہو جائیگی؟"

اور عوب جدھر سے چاہیں گے اُوپر چڑھ آئیں گے ؟
 فلاویا : ”اب تو ضرورت ہے کہ عورتیں بھی قوم کی عزت اور دین کی حمایت
 میں اپنی جانیں لڑائیں۔ اگر اجازت ہو تو میں شہر کی عورتوں کا ایک
 لشکر جمع کر دوں۔ وہ اگر میدان میں نکل کے مقابلہ نہ کریں تو اُوپر سے شہر
 اور چھر ضرور ہر ساسکتی ہیں۔“

مسیحہ : ”ہاں اس سے شہر کے بچائے کا تحوڑا بہت انتظام تو ہو سکتا ہے مگر
 ایسے نازک موقع پر عورتوں کی بہادری پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔ ابا جان
 نے ان چار پانچ روز میں بہت سا لشکر جمع کر لیا گیا ہو گا۔ مگر وہ لوگ
 ہم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے۔“

سرویطوس : ”ہم باہر سے اس قدر بے تعلق ہو گئے ہیں کہ کسی بات کی خبر
 نہیں مل سکتی۔ ورنہ جس وقت ہماری لگ کو نیا لشکر آتا اُدھر سے وہ بڑھتا
 اور اُدھر سے ہم نکل کے حملہ کر دیتے۔ کیا عجب کہ اس تدبیر سے وہ لوگ شہر
 میں داخل ہو سکتے۔“

پیشمر یا : ”خدا جانے تو قوسہ والوں کا کیا حال ہے ؟
 مسیحہ : ”انسوس سلوریا اور ہیلینا بھی ہاتھ سے نکل گئیں۔ عوب ایسے اچانک
 اور غلات امید بیان آ گئے کہ سارا کھیل بگڑ گیا۔ اور کوئی بات بنائے
 نہیں بنتی۔“

سرویطوس : ”مگر حضور گھبراہٹ میں نہیں۔ ہمارے جتنے بہادر بیان موجود
 ہیں اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ اور ہم یقین ہے کہ ہمارے بادشاہ کسی
 نہ کسی طرح ہمیں لگ ضرور پہنچائیں گے۔ یوں نہ پہنچ سکی تو خود آئیں گے
 مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ اپنی بیٹی کو مصیبت میں چھوڑ دیں۔“

مسیحہ : ”خیر اب تم اسی وقت جا کے پوری فیصل اور تمام بروجوں کا ایک
 چکر لگا آؤ۔ اور سب لوگوں کو خبر کر دو کہ کل میں خود آ کے اُن کی
 کارگزاری و جان فحاشی اتنی آنکھوں سے دیکھوں گی۔“

سرویطوس : ”بہت خوب نہیں ابھی جا کے اُن میں چکر لگاتا ہوں۔“

منینہ " مگر واپس آ کے مجھے تبابھی دینا کہ تم نے کیا دیکھا ہے اور کسی کو فاضل تو نہیں پایا ہے؟

سرویطوس کے جانے کے بعد منینہ کچھ دیر خاموش رہی پھر سر اٹھا کے فلاویا کی طرف دیکھا اور کہا "سلوریا اور سیلینا نہ اجانے کس حال میں ہیں؟ تو قوصہ پہنچے ہی جیب اُنھیں معلوم ہوا ہو گا کہ سو قیوم کو عربوں نے گھیر لیا تو اُن کا کیا حال ہوا ہو گا؟"

فلاویا " حضور پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو گی؟
منینہ " یہ بھی نہیں معلوم کہ عربوں کا بڑا سردار عثمان بیان آیا ہے یا نہیں اور ہے؟

پلشیریا " کیونکر معلوم ہو؟ چار دن طرف ناکے اس طرح بند ہیں کہ پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ کوئی جاسوس تک تو شہر سے نکل سکتا نہیں؟

ان باتوں میں شام ہو چکی تھی۔ اور اندھیرا چھا گیا تھا۔ آسمان پر ستارے نکل آئے تھے۔ اتنے میں شاہزادی کی اردلی کے ایک سوار نے سامنے آ کے ادب سے سلام کیا اور کہا "حضور دونین آئی ہیں جو شاہزادی کی خدمت میں آنا چاہتی ہیں۔ اور کوئی بہت ضروری کام بتاتی ہیں؟"

منینہ " یہیں کی نہیں ہیں؟"

اردولی " غلام نے یہ نہیں پوچھا؟"

فلاویا " بیان کی نہ ہوں گی تو اور کہاں کی ہوں گی؟ بھلا باہر سے آج کل کوئی بیان آ سکتا ہے؟"

منینہ " خیر کوئی ہوں بلا لاؤ۔ کوئی ضروری کام بتاتی ہیں تو اُن سے مل لینا چاہیے۔ شاید ہمارے ہی خاندے کی کوئی بات بتائیں۔ مگر ٹھہرو۔ اندھیرا ہو گیا ہے۔ اور بیان ہوا میں چراغ نہیں ٹھہر سکتا۔ میں سچہ اپنے خاص لوگوں سے ملنے کے برے کرے میں جاتی ہوں۔ تم اُن کو دہین لے آؤ۔"

اردولی " بہت خوب کہہ کے واپس گیا۔ اور شاہزادی اپنی

سہیلیوں کے ساتھ زینے سے اتر کے نیچے آئی۔ کمرے میں ابھی روشنی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے انتظار میں برآمدے میں کھڑی تھی کہ اردلی نے رُن نزن کو لاکے سامنے کھڑا کر دیا۔ جو منینہ کو دیکھتے ہی اُسے ترقی و اقبال کی دعا دینے لگا۔ منینہ: "آپ کس لیے آئی ہیں؟ مگر آپ سے پہلے میں کہتی ہوں کہ شہر کی عورتوں میں جوش اور دین و وطن کی غیرت پیدا کیجیے۔ اور اس بات پر آمادہ کیجیے کہ کچھ تو مردوں کا ہاتھ بنائیں۔ ہمارے مرد اٹھیں، کے بے اپنی جانبین نثار کر رہے ہیں؟"

ایک نن - (نہایت آہستہ سے اور دبی ہوئی آواز میں) "جو حکم ہو ہم اُس کے بجالانے کو حاضر ہیں۔ حضور عورتوں کی ایک فوج بنائیں۔ خود اُس کی سردار بنیں۔ اور اُن کی جان نثاری کا امتحان کر لیں؟" منینہ: "اچھا خیر۔ تم میرے پاس کس لیے آئی ہو؟" (یہ دیکھ کے کہ کمرے میں چراغ روشن ہو گیا) "اؤ۔ اندر چل کے بیٹھو؟" دوسری نن: "مگر میں ایسی راز کی بات کہتی ہے کہ کسی اور کے سامنے نہیں کہہ سکتے؟"

منینہ: "میری یہ سہیلیاں میرے سب رازوں سے واقف ہیں؟" دوسری نن: "ہوں۔ مگر ہم تو تنہائی ہی میں کہیں گے؟" منینہ: "تو پھر یہیں کہہ لو۔ اُس کے بعد اندر چل کے بیٹھیں گے" (سہیلیوں سے) "تم ذرا اندر چلی جاؤ۔ میں ابھی آئی، تیزاً سہیلیاں اندر چلی گئیں۔ اور شاہزادی نے ایک قدم آگے بڑھا کے کہا: "کہو کیا کہتی ہو؟" دوسری نن: "میں حضور کے پاس مسلمانوں کے سردار عثمان بن ابی لیثم نے بھیجا ہے؟"

منینہ - (چونک کے) "تو تم باہر سے آئی ہو؟ میں سمجھی تھی کہ یہیں کی نن ہو۔ خیر تو عثمان کا کیا پیام لائی ہو؟"

دوسری نن - (بہت چپکے سے) "اُنھوں نے حضور کے حسن و جمال کا شہرہ سنا اور بے دیکھے عاشق ہو گئے۔ اور اس عشق کے ہاتھوں ایسے بیتاب ہیں کہ

کسی حال پر قرار نہیں آتا۔

منینہ۔ (اہنس کے) "مجھے یہ سن کے بڑا افسوس ہوا۔ کتنا اپنا علاج کریں۔ دماغ میں اکثر ایسی بیماریاں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ کوئی حکیم اُن کی فوج میں نہ ہو تو میں بھیج دوں؟"

دوسری نن۔ "مگر وہ تو کہتے ہیں کہ اس مرض کا علاج آپ کے سوا کسی سے نہیں ہو سکتا۔"

منینہ۔ (تقمقہ مار کے) "تو کیا مشکل ہے؟ اُن سے کہو یہاں چلے آئیں میں اچھی طرح اُن کے دماغ کا علاج کر دوں گی۔"

دوسری نن۔ "آپ کہیں گی تو وہ چلے بھی آئیں گے۔ مگر اس وقت تو اُنھوں نے اپنے در و درل کی تسکین کے لیے یہ علاج سوچا ہے (آگے بڑھ کے اور شاہزادی کے بالکل قریب پہنچ کے) کہ میں اُن کی طرف سے آپ کے سب علین کا ایک بوسہ لے لوں۔" یہ کہتے ہی وہ نیا بوسہ لینے کے لیے بڑھی مگر شاہزادی نے دونوں ہاتھوں سے روک کے کہا "یہ غیر ممکن ہے۔"

نن۔ "میرے بوسہ لینے میں بھی مضائقہ ہے؟"

منینہ۔ "تم نن ہو۔ دیندار بیوی ہو۔ تم خود جو چاہتی مجھے اُس کے سامنے میں تذر نہ ہوتا مگر عرب سردار کے نام سے نہیں ہو سکتا۔"

نن۔ (اور آگے بڑھ کے) "مگر میں تو وعدہ کر آئی ہوں۔ ضرور بوسہ لوں گی۔"

یہ کہتے ہی اُس نے زبردستی ایک بوسہ لے لیا۔ شاہزادی کے غصہ کی کوئی انتہاء تھی۔ طیش میں آ کے سیلوں کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ آئیں کہا

"ان دونوں ننوں کو اندر پکڑ لے چلو۔ ان کے مقدس ہونے کا ذرا بھی پاس لحاظ نہ کرو۔ میں تحقیقات کر کے انھیں سزا دوں گی۔" یہ کہہ کے نہایت غصہ

غضب کے ساتھ کمرے میں جا کے تخت پر بیٹھ گئی۔ اور وہاں بیٹھ گئی۔ نن نے سخت گستاخی کی۔ اور مجھے قایل کیا۔ میں بے سزا دلے نہ رہوں گی۔

اتنے میں تین سیلیاں آئیں۔ دونوں ننوں کو گرفتار کر کے اندر لائیں۔ اور سامنے کھڑا کر دیا۔

شاہزادی نے اپنی قمر کی نظر اُس نن کے چہرے پر جہادی جس نے بوسہ لیا تھا اور کہنا شروع کیا کہ "تم بڑی گستاخ ہو۔ اگر تم یہ دینی لباس نہ پہنے ہو تو میں فوراً قتل کر ڈالتی۔ مگر اب بھی تمہارے اس تقدس کا ذرا بھی ادب نہ کروں گی؟" کہتے کہتے یہ دیکھ کے کہ وہ نن مسکرا رہی ہے عجیب سی ہوئی۔ زبان سے نکلا۔ "این! میں کسے دیکھ رہی ہوں؟ سارو یا! اور بے تحاشا جھپٹ کے گلے سے لگا لیا۔" اس شرارت سے انھیں کیا مل گیا؟ اور یہ سا تھا کون ہے؟ ہیلینا ہون گی؟ (دیکھ کے) بان دہی ہیں؟ اُسے بھی سننے سے لپٹا کے "تم بھی اس کی شرارتیں سیکھ گئیں؟" ہیلینا "میں نے تو کوئی گستاخی نہیں کی؟" الگ ہی کھڑی رہی۔

ہیلینا "تمہارے دل میں بھی شرارت نہ تھی تو یہ فریب کے کپڑے کیوں پہنے؟"

ہیلینا "انھیں کپڑوں نے تو حضور کے قدموں تک پہنچایا ہے۔" سب سیلیون کو سلوریا اور ہیلینا کے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔ ایک دوسرے سے بھینچ بھینچ کے ملیں۔ اور باہم ہنسی مذاق اور چہرہ چھاڑ کی باتیں ہوئیں۔

ہیلینا "خیر دلگیاں تو ہوتی ہی رہیں گی۔ اب کچھ یہ بھی بتاؤ گی کہ اتنے دنوں کہاں رہیں؟ کیا کیا؟ اور کیونکر واپس آئیں؟" سلوریا نے اول سے آخر تک ساری داستان کہہ سنائی۔ شاہزادی سننے سننے کبھی متحیر ہو جاتی تھی۔ کبھی مغموم و اندوہ مین ہوتی تھی۔ اور کبھی خوش ہو کے ہنس پڑتی تھی۔ اور جب وہ سارے واقعات بیان کر چکی تو بولی "تم نے بڑا کام کیا۔ جو تم نے کیا ہے نہ کسی جاسوس سے ہو سکتا اور نہ کسی سپاہی سے۔ خیر یہ معلوم ہو گیا کہ عثمان ابن ابی سہرہ یہودیہ موجود ہے۔ اور بان ہیلینا۔ ریمانہ نے انھیں جو اب میں کیا لکھا تھا یہ تو تم نے بتایا ہی نہیں؟"

فلوویا "اُس میں جو کچھ لکھا ہے اُسے یہ کیوں بتانے لگی تھیں؟"

میان عاشق و معشوق رمز سے است !
سلور یا " حضور اس گڑھی تک وہ خط مجھے بھی نہیں دکھایا ہے۔ بس
لانے کی گنگناہوں ؟

ہیلینا - (شرما کے اور شرما لے ہوئے سرخ گالوں پر بھی آنکھوں کی پلکوں کا
سایہ ڈال کے) " میں نے تو اس وقت تک اُسے خود ہی نہیں پڑھا ہے۔
سلور یا نے جیسے ہی لا کے دیا میں نے جیب میں رکھ لیا۔ دل میں کہا اسے
حضور ہی کے ساتھ آ کے پڑھوں گی ؟

منینہ " یہ کیوں ؟

ہیلینا - (شوخی کے ساتھ) " اس لیے کہ اُس میں مجھ سے زیادہ حضور
کے راز ہوں گے " (وہیابی بند لٹاؤ جیب سے نکال کے اور
شاہزادی کی طرف بڑھا کے) لیجیے پڑھ کے دیکھ لیجیے ؟

منینہ - (خط ہاتھ میں لے کے) " میرا راز کیوں ہونے لگا تھا ؟ مجھے کسی
سے مطلب ؟

ہیلینا - (اپنی ندامت پر غالب آ کے) " پڑھیے گا تو خود ہی معلوم
ہو جائیے گا کہ مطلب ہے یا نہیں ؟

منینہ " کچھ کو کوئی ہزار لکھ میں تو پروا نہیں کرتی ؟ سیکڑوں آدمی
لکھ چکے ہیں۔ مگر میں نے خیال بھی نہیں کیا ؟

یہ کہہ کے شاہزادی نے خط کھولا اور چپکے چپکے پڑھنے لگی۔ سلور یا نے
جز زیادہ بیباک ہتی کہا " اس کی سند نہیں ہے۔ آواز سے پڑھیے ؟ آخر
سب کے اصرار سے شاہزادی نے ذرا آواز سے پڑھنا شروع کیا ہر پاسہ
کی زبان میں خط تھا جسے شاہزادی اور اُس کی سب سیلیاں بخوبی
سمجھ لیتی تھیں۔ مضمون یہ تھا : —

" دستان بہن ہیلینا - تم ہمارے آقا حضور عثمان ابن ابی یسعہ
کے ساتھ ہم سب کا دل بھی اپنے ساتھ لیتی گئیں۔ البی بے مہر !
اور ایسی بے وفا ! یہ تو بے وفائی نہیں ظلم تھا۔ ہمارے آقا کو ہر وقت

تم یاد رہتی ہو۔ اور ہر گھڑی تمہارا خیال اُن کے دل میں۔ تمہاری پیاری صورت اُن کی آنکھوں کے سامنے۔ اور تمہارا نام اُن کی زبان پر رہتا ہے۔ یہ ساری نقیبیں ایک طرف اور جو شکست اُنھیں تم نے دی ہے ایک طرف۔ تم نے بڑی عنایت کی جو ہمیں یاد کیا۔ ۴ اب بھی پوچھا تو مہربانی کی۔ اب خدا کے لیے ہمارا قصور معاف کرو۔ اور آ کے اپنا جہاں جہاں آرا دکھاؤ۔ ہمارے آقا وعدہ کرتے ہیں کہ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ جس آزادی سے چاہتا رہنا۔ اور جب اور جہاں جی چاہے چلی جانا۔ وہ حلف سے وعدہ کرتے ہیں کہ تم پر کسی قسم کا جبر نہ کریں گے۔ حضور صلی جب سے تم نے یہ خط لکھ کے اپنی یاد تازہ کی ہے۔ اور یہ معلوم ہوا ہے کہ تم شاہزادی سینہ کی انیس و عیس ہو اُن کی عجیب حالت ہو رہی ہے۔ شاہزادی کے وہ ناویدہ عاشق ہیں۔ سیکڑون آدمیوں سے اُن کے حسن کا شہرہ سنا ہے۔ اور اس تمنائے بیتاب و بے قرار کر رکھا ہے کہ وہ ایک ہی دفعہ اپنا عالم آشوب حسن و جمال دکھا دیں۔ یہ ساری لڑائی بس اُسی وقت تک ہے جب تک شاہزادی مہربان نہیں ہوتیں۔ اُن کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرو کہ فتح آپ کے ہاتھ میں ہے۔ پھر آپ کیوں نہیں فتح کرتیں؟ عثمان ابن ابی سہد اس فوج اس لشکر۔ اس زبردست قلعے۔ اور اس سارے سامان جنگ سے شکست نہ کھائیں گے۔ اُنھیں فتح کرتا ہے تو اپنی نگاہ ناز کے تیر۔ اپنی ابرو کی سینہ شکاف تلواروں۔ اور اپنی پلکوں کے جگر جاک کرنے والے خیزدوں سے کام لیجیے۔ ملاقات کے لیے شاہزادی جو طریقہ پسند کریں منظور کیا جائے گا۔ بس تم ایک دن کے لیے یہاں چلی آؤ۔ شاہزادی کی مرضی کے موافق سب باتوں کا انتظام ہو جائے گا۔

آپ کی خادمہ ریحانہ

خط کا آخری حصہ پڑھتے وقت شاہزادی کی زبان رکنے لگی تھی

مگر سب نے زبردستی کر کے اُسی سے پڑھوایا۔ اور غور ہونے لگا کہ اس کے بعد کیا کارروائی کی جائے۔ پیشربیانے کہا ”سو بیچنے کی کہا

ضرورت ہے۔ لیون لڑائی میں شکون سے عرب سردار کا سامنا ہوتا۔ اور شاید اُس کے قریب تک پہنچنا دشوار ہوتا۔ اور اب کوئی مشکل نہ پیش آئے گی۔ تو کل یہ کیا جائے کہ ہماری فوج قلعہ سے نکل کے دشمن پر حملہ کرے۔ اور شاہزادی اپنی قدیم وضع کے موافق چہرے پر نقاب ڈال کے مقابلہ کو نکلیں۔ ہیلینا پہلا سردار کو اسی وقت خبر کر دین کہ کل میدان جنگ میں آپ کو میں شاہزادی کا جلوہ دکھاؤں گی۔ لڑائی میں جیسے ہی سامنا ہو ہیلینا اُس سے مل کے اُسے سامنے لائیں اور شاہزادی اپنی پوری زندگی پر دیکھ کے چہرے سے نقاب اُلٹ دین۔ صورت دیکھتے ہی وہ بدحواس ہو جائے گا اور کوئی تعجب نہیں جو تیور کے گر پڑے۔ اُس وقت ہیلینا یہ کام کر دین کہ اُس کے دو ذون ہاتھ پکڑ لیں ہم تینوں فوراً پھیل کے گرفتار کر لیں گے۔ اور جھٹ پٹ گھوڑے پر ڈال کے قلعہ میں لے آئیں۔ پھر اُس وقت جب وہ پابز بھر سامنے کھڑا ہوگا خوب مزے کی باتیں ہون گی۔ اور اُسے اس عشق کا پورا مزہ مل جائے گا۔

ہیلینا مجھ سے ایسی دعا بازی نہ ہو سکے گی۔
پیشتریا لڑائی میں دشمن کے ساتھ وفاداری کون کرتا ہے؟ جب دشمنی ہے اور جانتے ہیں کہ وہ ہماری جان مال اور عزت آبرو کا دشمن ہے تو پھر اُس کے ساتھ وفاداری کیسی؟

سلوریا اچھا یہ نہ جائیں۔ اب تو اس کام کو میں بھی کر لوں گی۔
منینہ مگر اس لڑائی میں جاتے اور عثمان کا سامنا کرتے میرا جی پکھلتا ہے اور طرح طرح کے خیال دل میں آتے ہیں۔ کوئی ایسی تدبیر نہیں ہے کہ بے میرے گئے کام نکل جائے؟

پیشتریا بغیر آپ کے گئے ہمارا کام نہیں نکل سکتا۔ حضور گھبراہٹ نہیں۔ اُس کی یہ عاشقی کی جھجھکاؤں کے توجھے یقین آگیا کہ وہ ایک ہی نگاہ میں گھائل ہو جائے گا۔

منینہ اچھا تو اس کو پرسوں پر رکھو۔ کل ہیلینا اُس سے مل کے ملے بھی کر لیں گی۔
سلوریا مگر ہیلینا تو جانے ہی کو نہیں کستیں۔

مینہ "جائیں گی کیسے نہیں بہ میں بھیجوں گی اور نہ جائیں گی؟"
 ہیلینا "مفتوح حکم دین گی تو میں آگ میں بھی چھاند پڑوں گی۔ اگرچہ اُس سے ملنے
 میں تجھے اپنے لیے طرح طرح کے اندیشے نظر آتے ہیں۔ مگر جاؤں گی؟"
 سلوریا "اب تمہارے لیے اُس سے ملنے میں کوئی خون کی بات نہیں ہے۔
 شاہزادی کا درمیان نہ آیا ہوتا تو البتہ ممکن تھا کہ وہ تمہیں دغا اور فریب سے
 بللا کے قید کر لیتا۔ اور اب تو اگر تم خود نہ آؤ گی تو وہ ڈھکیل کے بھیجے گا؟"
 ہیلینا "خیر جو کچھ ہو۔ میں جاؤں گی؟"

مفتوح شاہزادی اور اُس کی چاروں سیلیوں نے اسی وقت طے کر لیا کہ
 کل صبح کو ہیلینا جا کے عثمان بن ابی سعد سے ملے۔ میدان میں شاہزادی سے
 ملانے کا وعدہ کرے۔ اور پرسوں سویتوم کا لشکر نکل کے حملہ کرے۔ اور
 اُس کے ساتھ ہی شاہزادی مینہ اپنے حسن کے اسلحہ سے کام لے کے مسلمانوں
 فتح حاصل کرے۔ اس تجویز کے قرار پا جانے کے بعد سب نے کھانا کھایا۔ اور
 بستر و ن پر جا کے سو رہیں۔

بارھوان باب

حس کی فتح

آفتاب برآمد ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ ہیلینا نے نہادھو کے
 خوب بناؤں سنگھار کیا۔ زلفیں نہایت ہی نزاکت سے آراستہ کیں۔ اپنے حسن کو
 چمکا کے اُس کی قوت اور کشش بڑھائی۔ اور نمون کے سادسے کپڑے پہن کے
 شاہزادی مینہ کے پاس گئی اور کہا "اب میں جاتی ہوں؟"
 مینہ "جاؤ۔ مگر دیکھو جلدی آنا۔ (ہیلینا کے چہرے کو پریشان دیکھ کے) اکیلے
 جاتے ڈرتی ہو تو سلوریا کو ساتھ لے لو؟"

سلوریا جو پاس ہی کھڑی تھی بولی "ہاں میں ساتھ چلنے کو تیار ہوں؟"
 ہیلینا "نہیں۔ اب آج مجھے اکیلا ہی جانے دو۔ مگر تجھے وہ آزادی کی سند تو
 دے دو۔ بغیر اُس کے ایسی روک ٹوک ہو گی کہ شاید تجھے اُسکے پاس تک پہنچنا

و شوار ہوئے

سلوویا "نوا بھی لائی" یہ کہہ کے دوڑتی ہوئی گئی۔ وہ سند لاکے ہیلینا کے ہاتھ میں دی۔ اور بولی۔ "بس؟ اب تو تحقیق کوئی اندیشہ نہیں ہے؟" ہیلینا نے اس سند کو گریبان میں رکھ لیا جو ان دنوں جیب کا کام دیتا تھا۔ پھر شاہزادی اور سب دوستوں سے رخصت ہوئی۔ اور اسی وقت قلعہ سے نکل کے آگے بڑھی۔ ساتتے ہی عربوں نے ایک زیر دست بھینچ لگا رکھی تھی۔ اور چارپانچ سواندھی اور عرب اس کے چلانے میں مصروف تھے۔ ہیلینا کی صورت دیکھتے ہی کئی آدمی غل بچاتے اس کی طرف دوڑے۔ قریب آ کے ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا "کون ہے؟" بعض جواب کے ہیلینا نے گریبان میں سے سند نکال کے پیش کر دی۔ جسے دیکھتے ہی گرفتار کرنے والوں نے اس کا نازک ہاتھ اس طرح ڈر کے چھوڑ دیا جیسے کسی کا ہاتھ آگ پر پڑ جائے اور وہ گھبرا کے کھینچنے لگے۔ پوچھا "تم کہیں باہر جاؤ گی؟ یا ہمارے لشکر میں کوئی کام ہے؟"

ہیلینا "میں قائد اعظم عثمان بن ابی سیدہ کے پاس جاؤں گی" فوراً دو شخص اس کے ساتھ ہوئے۔ اور عثمان کے خیمے پر پہنچا کے اطلاع کرائی۔ طلحہ باہر آیا۔ اور بغیر اس کے کہ کچھ بات کرے اسے اندر بھاگے سردار کے سامنے کھڑا کر دیا۔ عثمان نے اس کی صورت غور سے دیکھی۔ دیکھتے دیکھتے چونک سا پڑا۔ اور بولا "بے وفا عجبو! تم ہی ہو نہ؟" اور جب طلحہ نے اس کا ترجمہ کیا تو ہیلینا نے جواب دیا۔ "جی ہاں حضور کی لونڈی ہیلینا" عثمان اس وقت چند افسران فرج سے ضروری باتیں کر رہا تھا۔ سب کو فوراً رخصت کر دیا۔ اور ہیلینا سے کہا "تو کیا تم بھی نہ بن گئیں؟ (طلحہ) "ریحانہ کو جلدی بلواؤ" طلحہ نے ایک غلام کو دوڑا دیا۔ اور خود ریحانی کا حق ادا کرنے کے لیے حاضر رہا۔

ہیلینا "نہ نہ ہو جاتی تو کیا کرتی؟" دنیانے مجھے چھوڑا اور میں نے دنیا کو چھوڑ دیا

عثمان (مسکرا کے) "آخر دنیا کا قصور ہے اور یہ تو تم سے تھمت لگا رہی ہے"

تھیں چھوڑ دیا۔ ساری دنیا تھیں آنکھوں پر بھائے کو تیار ہے؟ میں ہی نے
 تمہارے ساتھ محبت الفت۔ دلت یا کسی چیز میں کمی کی تھی؟
 ہیلینا: نہیں۔ مجھے بیان کسی چیز کی کمی نہ تھی؟
 عثمان: پھر تھیں انصاف کر دو کہ دنیا کا قصور ہے یا تمہارا؟
 ہیلینا: مگر مجھے دنیا سے دین زیادہ پیارا ہے۔
 عثمان: کسی نے یہاں تم سے کہا تھا کہ اپنا دین چھوڑ دو؟
 ہیلینا: کہا تو نہیں۔ مگر بیان مجھے ہر چیز اور ہر شخص کی باتوں میں اپنے دین
 کی قربانی دھارت نظر آتی تھی۔ اور پھر وطن اور عزیزوں کا شوق اپنی طرف
 کھینچ رہا تھا؟

اتنے میں ریحانہ آگئی۔ اور عثمان نے کہا "لوریجانہ تمہاری بی بی
 ہیلینا آگئیں؟ ریحانہ دیکھتے ہی دوڑ کے لپٹ گئی۔ پھر اپنے آقا عثمان
 کے اشارے سے اُسے لے جا کے اُس کے برابر بٹھا دیا۔ اور وہی گفتگو کا
 ذریعہ بن گئی۔

عثمان: اگر تھیں اپنے عزیزوں سے ملنے کا شوق تھا تو مجھ سے کمیتن۔ میں
 تھیں بڑی عزت و حرمت کے ساتھ وہاں بھیجتا؟
 ہیلینا: خیر۔ میں اپنا تصور مانے لیتی ہوں۔ کیونکہ ندامت ہی تھی جو مجھے پھر
 حضور کی خدمت میں لے آئی؟
 عثمان: (ہنس کے) "مگر ایک بات ہے۔ میں نے کبھی کسی امر میں تم پر جبر
 نہیں کیا ہے۔ مگر اب ایک بات میں مجھے زبردستی کرنا پڑے گی؟
 ہیلینا: وہ کون سی بات ہے؟

عثمان: میں تمہارا یہ لباس بدلوؤں گا۔ سب باتیں گوارا ہیں مگر
 اس کو نہیں برداشت کر سکتا؟

ہیلینا: (شرما کے اور پھر مسکرا کے ایک شوخ ادائی کے ساتھ) اب آپ کو
 اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟

عثمان: ضرورت کیوں نہیں؟ (ہنس کے) اور میری ضرورتوں کو کم کیا جائے؟

ہیلینا "میں جانتی ہوں۔ اب تو میں اس لیے آئی ہوں کہ شاہزادی منینہ کو آپ سے ملا دوں۔ جو سردار کوئی طائی کی شاہزادی کا عاشق ہو اُسے اور سب سب طرف سے اپنی نظر ہٹا لینی چاہیے۔"

عثمان "کیا یہ شاہزادی تم سے زیادہ خوب رو ہے؟ مجھے تو یقین نہیں آتا۔"
ہیلینا "جب اُن کا جمال جہاں آرا دیکھیے گا یقین آجائے گا۔"
عثمان "ماننا کہ وہ کوہ قاف کی پری یا جنت کی حور ہیں۔ مگر میرے دل سے تمہارے حسن کا نقش نہیں مٹا سکتیں۔"

ہیلینا اچھا تو پہلے اُن کی زیارت کر لیجیے پھر اس کا فیصلہ کیجیے گا۔
عثمان "مگر اُن کی زیارت کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ اس میں شک نہیں کہ مجھے اُن کے دیکھنے کا نہایت اشتیاق ہے۔ اور جو جو اُن کے حسن کی تعریف سنتا ہوں یہ اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ اُنھیں تاک کے اور اُن کا دل دکھا کے اُن کی زیارت کر دیا جاتا ہوں کہ لطف کی ملاقات ہو۔ اور یہ شاید تمہاری کوشش سے ہو سکے۔ مجھے معلوم ہے کہ شہر میں بہت کم فوج ہے۔ اس کا بھی پتہ لگ چکا ہے کہ قلعہ کی دیوار کے کمان کمان کمر دار ہے۔ جدھر سے دھاوا کیا جائے تو ایک ہی دن میں قلعہ ہمارے قبضہ میں آجائے۔ اور شاہزادی ہمارے بس میں ہوں۔ مگر میں جان بوجھ کے تھکے کوروں کے ہوئے ہوں۔ تاہم اسی حال میں ایک ہفتہ اور گزر گیا اور اُن سے ملاقات نہ ہوئی تو پھر مجھ میں صبر کی تاب نہ رہے گی۔ اور لشکر عرب زیر دستی قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔"

ہیلینا (بہس کے) "اُن سے ملنے کا تو ایسا شوق اور پھر میرے ساتھ محبت کا ایسا دعویٰ ہے! مگر مضائقہ نہیں۔ میں شاہزادی کی اور آپ کی دونوں کی لونڈی ہوں۔ اُن پر مجھے حسد نہ آئے گا۔"

عثمان "اور نہ حسد کی ضرورت باوجود ہو گی۔ اچھا تو اب بتاؤ اُن سے کب ملاقات ہو گی؟"

ہیلینا "کل ہی ملا دوں گا۔"

عثمانؓ یہ موتا تو پھر کیا تھا؟
 ہیلیناؓ تو کل آپ اُنھیں دیکھ لیں گے؟
 عثمانؓ کہاں؟ اور کیونکر؟
 ہیلیناؓ وہ مقابلے کے لیے قلعہ سے نکلیں گی۔ اور اُن کا لشکر زور و شور سے
 حملہ کرے گا۔ آپ کو چاہیے کہ اپنے لشکر کے قریب رہیں۔ لڑائی شروع
 ہونے کے بعد میں اسی ننوں کے لباس میں سامنے نمودار ہوں گی۔ مجھے
 دیکھتے ہی آپ سمجھ جائیں گے جہاں میں ہوں وہیں شاہزادی بھی ہوں گی۔
 بلا تکلف میرے قریب چلے آئیے۔ بس میں آپ کا اُن کا سامنا کرادوں گی۔
 عثمانؓ یہی سہی۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ ملنے کے بعد لڑائی رُکوا کے اُن سے
 صلح کے بارے میں گفتگو کروں۔ تم بھی موجود رہنا۔ اور ریمانہ کو بھی مترجمی
 کے لیے میں مردانے لباس میں ساتھ لیتا آؤں گا؟
 ہیلیناؓ ضرور لیتے آئیے گا۔ خیر تو اب میں جا کے شاہزادی کو خبر کرتی ہوں کہ
 کل آپ سے ان سے ملاقات ہوگی۔ اور وہ کل ضرور قلعہ سے نکل کے حملہ کرے گی۔
 عثمانؓ مگر تم کہاں آئیں اور کہاں چلیں؟ بھلا اس ملاقات میں میری
 ہوسکتی ہے؟ تمہارے معاملے میں تو ابھی کچھ باتیں ہی نہیں ہوئیں؟
 ہیلیناؓ میں پھر ملوں گی۔ اب اس وقت جانا ضروری ہے۔ نہ جاؤں گی تو شاہزادی
 سے آپ سے ملاقات کیونکر ہوگی؟ لیکن اتنا کہہ دیجیے ہوں کہ شاہزادی کا سامنا
 ہونے وقت اپنے ہوش و حواس درست رکھیے گا۔ اُن کی صورت دیکھ کے
 بڑے بڑوں کے پاؤں ڈگمگا جاتے ہیں؟
 عثمانؓ خدا مالک ہے۔ لیکن جاننے سے پہلے اقرار کرتی جاؤ کہ شاہزادی کی
 اور میری ملاقات کے بعد پھر تم مجھ سے آسکے ملو گی؟
 ہیلیناؓ ضرور ملوں گی؟ یہ کہہ کے ہیلینا واپس آئی۔ اور شاہزادی سے
 کل حالات بیان کیے۔ پھر کہا بس اب مل پر فیصلہ ہے۔ مگر خوب ہی سفور کے
 اور اپنے مس میں پوری دلفریبی کا دور پدا کر کے قلعے سے نکلے گا؟
 منینہؓ اپنے نزدیک تو کوئی بات اٹھانہ رکھوں گی۔ لیکن میرا دل اندر سے

دھکے لگ کر رہا ہے۔ یہ عرب لوگ خدا جانے کس قسم کے حسن کو پسند کرتے ہیں؟ اور معلوم نہیں اُن پر میری صورت کا اثر پڑتا ہے یا نہیں؟
 ہیلینا: آپ اپنا دل مضبوط رکھیں۔ اور دل میں اس خیال کو آنے ہی نہ دیں کہ آپ کا حسن و جمال کسی کے دل کو فتح نہ کر سکے گا؟
 مین: کاش اتنا ہی معلوم ہوتا کہ عثمان کس مذاق کا آدمی ہے تاکہ میں دینی ہی صورت بناتی جیسی کہ اُس کو پسند ہے؟

ہیلینا: اُس کا مذاق تھوڑا بہت میں جانتی ہوں۔ وہ اصلی حسن اور قدرتی خوبیوں کا دلدادہ ہے۔ ہناوٹ اور تکلف کو بالکل نہیں پسند کرتا۔ اور قدرتی بہار اور پھولوں کی اصلی زیب و زینت پر مرتا ہے۔ حضور اُس سے ملنے کو جانتے وقت نہ کوئی زیور پہنیں۔ اور نہ یہاں کی وضع کا بناؤ سنگا کرکین صنف: پھر کیا کروں؟

ہیلینا: حضور عربی مہوشوں کا سا بالکل سادہ لباس پہن لیں۔ اور بجائے سوتے اور جوہرات کے فقط رنگ برنگ پھولوں کا زیور پہنے ہوں۔ یہاں کے مایوں کو حکم دیجیے کہ ایسا پھولوں کا لباس تیار کرکین جس میں خوبصورت خوش رنگ اور تازے پھول نہایت مناسب ترتیب سے حضور کے سارے ہنڈے پر آراستہ ہو جائیں۔ سر پر بھی ایک نہایت ہی نازک نفیس دھریب اور بانکا پھولوں کا تاج ہو۔ زلفیں کھول دیجیے۔ اور اُن میں مناسب رنگ کے پھولوں کے ہار یوں اُبجھے ہوں کہ معلوم ہو یہ زلفیں نہیں خالص پھولوں کی بلیں ہیں۔ غرض حضور ایسی بن جائیں کہ دیکھنے والے کو خیال ہو آپ انسان نہیں بہار کی مجسم دیوی ہیں۔ اور خود بہار مجسم ہو کے نظر کے سامنے آگئی ہے۔ پھر اس پر آب و روان کا باریک آسانی برف ہو جس کا رنگ آنکھوں میں کھیا جاتا ہو۔ اور اُس میں صدف سہری بونیاں کڑھی ہوں گویا آسمان میں تارے روشن ہیں۔ اور اس برف کو پہننے اس وضع سے کہ ایک اشارے میں اُتر جائے۔ اور دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یکایک بدلی میں سے چاند نکل آیا؟

سملوریا ۛ ہیلینا۔ تم نے تو ایسی وضع بنائی کہ عوب سردار تو دُور ہے۔ ہم ہی لوگ دیکھ کے آپ سے باہر ہو جائیں گے۔
 پلشیریا ۛ بس ہی وضع رہے۔ اس سے بہتر نہیں ہو سکتی۔ اور میں اسی وقت حضور کی مشاطہ اور اُس کی مدد کے لیے ہمان کی اور ہوشیار مشاطاؤں اور مالون کو بلوائی ہوں۔ اور ہیلینا کو اپنے پاس بٹھا کے اُن کی تجویز کے موافق اپنے سامنے یہ لباس تیار کرائی ہوں۔ اگر مقدس مان مریم سربان ہیں تو آپ کو ایسا بنا دوں گی کہ آج تک کوئی دُکھن نہ جی ہوگی۔ اور جو دیکھے گا دیکھے ہی دلاو نہ ہو جائے گا۔

اس تجویز کے مطابق لباس۔ پھولوں کا زیور۔ پھولوں کا تاج۔ اور برقع تیار ہونے لگے جنہیں پلشیریا نے رات بھر جاگ کے اور ہیلینا سے پوچھ پوچھ کے مکمل کیا۔ فوج کو پہلے ہی سے اطلاع دی گئی تھی کہ کل شاہزادی مقابلے کو نکلیں گی۔ اور افسران لشکرات بھر اپنے جنگی لباس اور اسلحہ کی درستی میں مصروف رہے تھے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی شاہزادی نے غسل کیا۔ سارے پنڈے کو غطین بسایا۔ بعد ازاں اُس کے جسم پر وہ لباس آراستہ ہونا شروع ہوا۔ جس کی ترتیب اور آراستگی میں تین گھنٹے صرف ہو گئے۔ مگر اس میں گھنٹوں کی محنت کے بعد شاہزادی پر وہ عالم تھا کہ دیکھ کے مجال کیا تھی جو کوئی تاب۔ لاسکے۔ یا اُسے خوریا کوہ قاف کی پریمی کے سوا انسان خیال کر سکے۔

بناؤ سنگار لباس کی ترتیب اور پوری سجاوٹ کے بعد شاہزادی نے برقع پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کے محل سے نکلی تو چھ ہزار فوج تیار تھی۔ جسے کے قلعے کے چھاٹک کے پاس پہنچی۔ اُس کے حکم سے پہلے تختہ گرا اور یکایک فرانسسی لشکر جس کے بیچ میں شاہزادی مینہ اور اُس کے گرد اُس کی سیلیوں کا جھرمٹ تھا قلعے سے نکل کے مسلمانوں کے سامنے صف آرا ہوا۔ شاہزادی اپنی فوج کے پیچھے ہو گئی۔ جلو کے سپاہیوں نے اُسے دھالوں کے سایے میں کر لیا۔ اور سرور یغوس لشکر کے ساتھ تیر اندازی کرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ اندلسی

سپاہیوں نے بھی تیر برسانا شروع کر دیے۔ مگر اپنی لڑائیوں کی عام وضع کے خلاف آج اپنی جگہ پر قائم تھے۔ گویا منظر تھے کہ حریف قریب آجائے تو دست بدست لڑائی شروع کریں۔ سر ویلوس جوش و خروش کے ساتھ اپنے نیزہ و زاموں کو بڑھاتا چلا جاتا تھا۔ اور کوشش کر رہا تھا کہ اگر مسلمان آگے نہیں بڑھتے تو ہم ہی بڑھ کے اُن سے دست و گریبان ہو جائیں۔ اور جو جو لشکر آگے بڑھتا تھا شاہزادی بھی بڑھتی جاتی تھی۔

اب دونوں لشکر مل گئے۔ اور دست بدست لڑائی ہونے لگی۔ تھوڑی ہی دیر میں دونوں طرف کی تلواریں اور نیزوں کی نوکیں خون آلود ہو کر آفتاب کی شعاعوں سے مرجھانے لگیں۔ زمین پر خون کا سرخ شہر بننے لگا۔ پر متن ہو گیا کہ ساری زمین سرخ ہو گئی۔ زمین پر جو خون کی کینچڑ ہوتی تھی اندلی شکر فراچیجے ہت کے صاف اور بلند اس زمین پر آجاتا تھا۔ اور یونین آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمان اپنے خون کے قریب پہنچ گئے۔ اور سوئیوم کے پھاٹک سے لے کر وہاں تک وہ جانباز غافل پڑے ستارے تھے جو خرمیزی سے اس قدر متنفر ہو گئے تھے کہ قیامت تک کروٹ نہ لیں گے۔

اب لڑائی کو دو گھنٹے ہو گئے۔ یکایک ہیلنا ایک فقرہ گھوڑے پر سوار سفید کپڑے پہنے اور ایک سفید جھنڈی بلند کیے ہوئے شاہزادی کے گردہ میں سے نکلی اور غور کرنے لگی کہ کدھر سے جا کے مسلمانوں کے قریب پہنچے۔ سامنے خون کی ندیاں بہ رہی تھیں۔ وہ اپنی طرف کی منہ پھینک کر آڑ تھی اور لوگ اُن کے چلانے میں اس قدر مصروف تھے کہ اُدھر کا رخ کرنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ بائیں طرف میدان صاف تھا اور فاصلے پر مسلمانوں کا ایک علم بلند نظر آیا۔ دل میں سمجھی کہ عثمان بن ابی یسوع اسی طرف ہو گا۔ فوراً اُسی طرف گھوڑا بڑھایا۔ اور جنگجو صفوں کی حد سے آگے بڑھ کے جھنڈی ہلائی۔ بیس پچیس عرب سواروں نے گھوڑوں کو ایڑ بتائی اور اس تیزی سے آئے کہ گویا اُس کے پاس ہی کھڑے تھے۔ اُن میں سے دو سوار

آگے بڑھ کے قریب آئے جن میں سے ایک عثمان تھا اور دوسری ریحانہ جو مردانے
بھیس اور دولت مند سپہگروں کے لباس میں تھی۔ عثمان نے آتے ہی پوچھا
”شاہزادی آئی ہیں؟“

ہیلینا: ”آئی ہیں اور آپ کی منتظر ہیں؟“

عثمان: ”تو میں لڑائی موقوف کرادوں؟“

ہیلینا: ”پہلے میرے ساتھ چل کے اُن سے مل لیجیے۔ پھر لڑائی موقوف کرایے گا۔“

عثمان نے اپنے رفیقوں کو وہیں چھوڑا اور بے غدر ساتھ ہو لیا۔ صرف

ایک ریحانہ ساتھ تھی جو آخر تک اس کے ہمراہ رکاب رہی۔ اب عثمان شاہزادی

کے ساتھ تھا۔ جو نہایت ہی وقار و متانت کے ساتھ برقع اوڑھے اور دوسری

نقابوں میں رخ زیباکو چھپائے ہوئے تھی۔ سامنا ہوتے ہی ہیلینا نے

رسم تعارف ادا کی۔ شاہزادی سے کہا ”مسلمانوں کے سپہ سالار عثمان یہی

ہیں۔“ اور عثمان سے کہا ”حضور ہی ہماری شاہزادی منینہ ہیں۔“

منینہ: (عثمان سے) ”مجھے آپ کے دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔“

عثمان: ”تو میں بڑا خوش نصیب ہوں۔ مگر اتنی غایت سے میری تسکین

نہیں ہوتی؟“

منینہ: ”جو تسکین کی صورت ہو وہ فرمائیے؟“

عثمان: ”میں اس رخ زیباکے دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ یہ نقاب ہٹے تو آفتاب

کا جلوہ نظر آئے؟“

منینہ: ”اچھا ہوتا کہ مجھ میں آپ میں فقط صلح و جنگ کے متعلق باتیں ہوتیں؟“

عثمان: ”مگر اس رخ اور کے سوا اور کوئی چیز صلح کا ذریعہ نہیں ہو سکتی؟“

پیشیر یا اس حسن کے دیکھنے کی آپ تاب نہ لاسکتیں گے۔ آفتاب پر کس کی بھی

نظر ٹھہری ہے؟“

عثمان: ”ہاں آفتاب پر کسی کی نظر نہیں ٹھہرتی مگر بے اُس کے دیکھے کسی سے

رہا بھی نہیں جاتا۔“

اب اُس کی سب سہیلیاں عثمان کو گھیر کے کھڑی ہو گئی تھیں۔ اور اُسے

اپنے حلقے میں کر لیا تھا۔ جس کا عثمان نے کچھ خیال نہ کیا۔ بلکہ خود ہی رفع دے دیا۔ اتنے میں اُس کی نظر سلوریا پر پڑ گئی اور پہچان کے بولا "اغاہ! تم بھی موجود ہو؟" تھیں میری سفارش کرو کہ شاہزادی دولت حسن کے نکاح میں آنا بخل نہ کریں؟

سلوریا: آپ گھبرائیں نہیں۔ اس عالم آشوب حسن کو آپ دیکھیں گے۔ مگر دل مضبوط کر لیجئے۔

اتھ ہی شاہزادی کے ایک اشارے میں نقاب اور برقع غائب ہو گئے اور عثمان نے ایک ایسی پیکر تصویر دیکھی جس کے اس دنیوی زندگی میں دیکھنے کی قطعاً امید نہ تھی۔ بے اختیار اُس نے گھبرائے دل دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اور بولا "سارے جبال بڑھات کی بہار مسٹ کے لکھا ہو گئی ہے؟ یا خود موسم بہار مجسم ہو کے نظر کے سامنے آ گیا ہے؟" اب اُس کے دل پر ایک ربودگی اور جھڑکی سی طاری ہوئی۔ اور سینے پر ہاتھ مار کے کہا "آہ! میں شہید ہو گیا ہوں! اور یہ جنت کی حور میرے سامنے کھڑی ہے! یہ کہتے ہی وہ بیہوش ہو کے پتور آیا۔ اور گھوڑے سے گر رہا تھا کہ ہیلیانز ہاتھ پکڑ لیا اور سلوریا نے لپک کے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ رولڈان بیکلی کا سی پھرتی کے ساتھ اسے اپنے گھوڑے پر ڈالا اور ہلشیر یا ایک جست میں اپنے گھوڑے سے عثمان کے گھوڑے کی پیٹھ پر کھٹی انکام اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ساتھ ہی رولڈان اور فلادیا نے چند ہراہی مرد سوار دن کی مدد سے ریکانہ کو بھی گرفتار کر لیا۔ اور سب کی سب گھوڑوں کو موڑ کے قلعے کی طرف بھاگ گئیں۔ اور شاہزادی اُن کے پیچھے ہوئی۔ اس وقت وہ شکار کے زندہ اسیر کر لینے پر ناز ان اور بہت ہی خوش تھی۔ قلعہ دور تھا۔ اور اُن سب کے گھوڑے ہوا سے باغین کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ پھاٹک کے قریب پہونچ کے کیا دیکھتی ہیں کہ کئی ہزار سواروں کا عربی لشکر راستہ روکے کھڑا ہے۔ گھبرا گئے۔ دوسری طرف ٹرین اُدھر بھی عرب سوار موجود تھے۔ پیچھے پلٹے کا ارادہ کیا۔ مگر جب تک ارادہ کریں کریں اُدھر بھی عربی سوار دن کا ایک زبردست لشکر آ گیا۔

یہ دیکھتے ہی سب کے حواس جاتے رہے۔ نازک دل خوف سے دھڑک رہا ہے۔
 تھے۔ اور مہوت و شذر کھڑی تھیں کہ ایک سوار نے آکے کہا ”بس ہتھیار
 ڈال دو! تم سب ہماری اسیر ہو! شاہزادی نے پھر اپنے قدیم حربے
 سے کام لینا چاہا۔ اور اُس سوار کی طرف رخ کر کے نقاب الہی کہ اُسے
 بھی اپنی نگاہ کا گھائل کر دے۔ مگر اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ ایک سوار فوج
 اندلسی زبان میں کہا ”یہ حسن مجھ پر اثر ڈالنے سے لیے نہیں ہے، مجبوراً سب
 ہتھیار ڈال دیے۔ اور گرفتار ہو گئیں۔ اب اُس سوار نے عثمان بن ابی سہم
 کے گھوڑے پر سے پلشیر یا کوتار کے عثمان کو سنبھالا۔ اُسے سنبھال کے گھوڑے
 جٹھا رہا تھا کہ عثمان نے آنکھیں کھول دیں۔ اور کہا ”لیث بن غنظلہ مرحبا۔
 تم نے اپنا کام نہایت عمدگی سے پورا کیا۔ جو تدبیر کی گئی تھی پوری اُتری۔ اور
 میں شاہزادی کا مفتوح تھا مگر تمہاری مدد سے فاتح ہوں ۛ

تیرھواں باب

حوروش میزبان

سنبھلے اور نازنین فرنگ کی قید سے رہا ہونے کے بعد عثمان نے لیث کو حکم
 دیا کہ ”ان سب عورتوں کو لے جا کے میرے خیمے میں رکھو۔ اور گرد پاچہ سوسہارا
 زنا طہ کا پہرہ مقرر کر دو۔ اور تاکید کر دو کہ خبردار نہ کوئی ان کے پاس جانے پائے۔
 اور نہ ان میں سے کوئی خیمے کے باہر نکلے پائے۔“ پھر ریحانہ سے کہا ”تم جا کے انھیں
 کے پاس بٹھرو۔ اور خیال رکھنا کہ انھیں کسی بات کی تکلیف نہ ہونے پائے۔
 اور دیکھو شاہزادی کے ساتھ شاہانہ آداب سے پیش آنا۔ اور ان کی راحت کا
 پورا سامان کر دینا ۛ

یہ کہتے ہی عثمان نے ان تمام سواروں کو جنھوں نے شاہزادی کو گھیرے
 اسیر کیا تھا اپنے ساتھ لے کے سوتوم کی فوج پر حملہ کیا جو اُس کے پہنچنے
 سے پہلے ہی اندلسی فوج میں مگرملی تھی۔ اور ہزاروں سپاہیوں کے کٹ جانے پر بھی
 جان پر پھیلنے والی طرح بیکار ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ عثمان نے قیون سے

نکروا کے اُنھیں لڑائی سے روکا اور کہا "تمہارا جو افسر ہو چاری طرف متوجہ ہو، فوراً سر ویٹوس جو بہت سے چر کے کھا کے نیم جان ہو چکا تھا قریب آ کے بولا "میں متوجہ ہوں؟"

عثمان "شاہزادی مینہ اور اُن کی سب ساٹھ والیان چارے ہاتھ میں اسیر ہیں۔ اور تم اپنے دشمنوں کے اتنے بڑے سمندر میں غرق ہو کر زندگی کے لیے ہاتھ پاؤں مارنا جنون ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ اس بے توجہ لڑائی سے ہاتھ روکو۔ اور ہتھیار ڈال دو؟"

سر ویٹوس "شاہزادی قلعے میں ہوں یا قید میں ہیں اُن سے سروکار نہیں۔ ہم توفیق کے لیے نہیں بلکہ اپنے وطن اور دین پر اپنی جانیں فدا کرنے کے واسطے لڑ رہے ہیں؟"

عثمان "تو جب اُنھیں آزادی ملے اور پھر قوت حاصل ہو جی بھر کے لڑ لینا۔ میں نہایت رحم دلی اور صرف شاہزادی مینہ کے پاس خاطر سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ تمہاری جانیں لی جائیں گی۔ نہ تمہارے ہتھیار چھینے جائیں گے اور لڑائی کے بعد چھوڑ دیے جاؤ گے۔"

یہ الفاظ سنتے ہی تمام فرانسیسیوں نے بغیر اس کے کہ سر ویٹوس کی اجازت ہو ہتھیار ہاتھوں سے پھینک دیے۔ اور بقیۃ السیف لشکر جس کی تعداد چار ہزار تھی گرفتار ہو گیا۔

اب اس کامیابی کی خوشی میں جنگ کی کارروائی سو فٹ کر دی گئی تمام منجیقین جو فیصل شہر پر سنگباری کر رہی تھیں، روکا دی گئیں۔ عثمان ابابا بی سید نے اس کے لیے التوائے جنگ کا حکم دے کے پُرانے رفیق لیث بن خطلہ الغفری کے ساتھ اپنے خیمے میں آیا۔ لباس جنگ اتارا۔ اور لیث سے کہا "میں نے غلطی تو کی تھی مگر تمہاری مسرت ہی نے مجھ کو بچا لیا۔ اور اسی لیے میں نے تم کو پہلے سے اصرار مقرر کر دیا تھا؟"

لیث "آپ نے تو اس طرح ہاتھ پاؤں ڈال دیے کہ مجھے اور میرے تمام ساتھیوں کو حیرت ہو گئی؟"

عثمان : "ہاں میں نے ہاتھ پاؤں ڈال دیے۔ شاہزادی کی صورت نے مجھے شوہن
نہیں کیا مگر اُس میں کچھ ایسی دلفریبی و دلربائی تھی کہ خود بخود جی چاہا اُس کی
متا پوری کر دوں۔ وہ مجھے اپنے تیر نظر کا نشانہ بنانا چاہتی تھی اور میں بن گیا۔"
لیٹ : "لیکن جہاد اور غرامین ایسی عشق بازی نہایت ہی خوفناک ہے۔"
عثمان : (مسکرا کے) "یہ کمزوری تو مجھ میں ہے۔ میں اچھی صورت دیکھ کے
سب باتیں بھول جاتا ہوں۔ اور اپنی اس کمزوری ہی کے دور کرنے کے لیے
میں نے تمہیں ادھر بھیج دیا تھا۔ اب چلو شاہزادی سے ملیں۔ دیکھیں وہ کیا
کہتی ہے؟"

لیٹ : "چلیے۔ مگر خبردار پھر ایسی کمزوری نہ دکھائیے گا۔"
یہ باتیں کرتے ہوئے دونوں اُس خیمے میں گئے جس میں شاہزادی منیدہ تھی۔
جو لوگ پہرے پر تھے اُنہوں نے کہا "السلام علیک یا امیر" عثمان نے جواب میں
دعایک السلام کہا تھا کہ ریحانہ نے اُس کے سلام کیا۔

عثمان : "شاہزادی اور اُس کی سہیلیاں کس حال میں ہیں؟"
ریحانہ : "چکی بیٹھی ہیں۔ نہ کچھ بولتی ہیں نہ بات کرتی ہیں۔ میں نے کئی بار
کھانے کو پوچھا مگر جواب ہی نہیں دیتیں۔"
عثمان : "خیر مضائقہ نہیں۔ طلح سے کہہ دو کہ میرے لیے کھانا یہیں لے آئے۔
میں اپنے ساتھ کھلاؤں گا۔ مگر حکم دے کہ تم میرے ساتھ اندر چلو۔ بغیر تھارے
شاہزادی سے باتیں کیونکر ہوں گی؟"

ریحانہ : "مجھے تو امید نہیں کہ وہ بات کریں۔" یہ کہہ کے اُس نے پہرے
کے سردار سے کہا "کسی کے ہاتھ طلح سے کہلا بھیجو کہ یہیں لا کے دسترخوان
بچھالے۔" اور عثمان دلیٹ کے ساتھ خیمے کے اندر داخل ہوئی۔ شاہزادی
اپنے اُسی لباس میں برقع اتارے بیٹھی تھی۔ عثمان کی صورت دیکھتے ہی تعظیم
کے لیے کمر می ہو گئی۔ عثمان نے اصرار کر کے بٹھالا۔ اور پوچھا "آپ کو کسی
بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟"

سہیلینا : "شاہزادی کہتی ہیں کہ قید بن جیسی جیسی راحتیں ہوتی ہیں سب

حاصل ہیں پھر شکایت کس بات کی کریں ؟
عثمان : " شاہزادی بھلا کیا گرفتار ہوں گی ؟ کس کی مجال ہے کہ اُنھیں قید کرے ؟ مجھے تو اُسے یہ نظر آ رہا ہے کہ میں ہی اُن کی زلف گر گرہیں میں گرفتار ہوں ۔ اور میرا دل اُن کی معنی میں ہے ۔"

ہلینا : " تو پھر یہ پہرہ اور حراست کیوں ہے ؟"
عثمان : " (مسکرا کے) " اس لیے کہ مجھے اپنے گرفتار کرنے والوں میں نا نین نظر آتی ۔ جس کی خود تم شاہد ہو ۔ اس جواب پر ہلینا نے ندامت سے آنکھیں نیچی کر لیں ۔"

سلوریا : " (ایک ٹھنڈی سانس لے کے) " جی ہاں زمانے کا عجب رنگ ہے ۔ جیسے عاشق ہیں ویسے ہی معشوق بھی ہیں ۔"

اب عثمان کے نادم ہونے کی باری تھی ۔ مگر اُس نے اپنی ندامت کے دُور کرنے کے لیے کہا " بے شک ! جیسے عاشق ہیں ویسے ہی معشوق ہیں ۔ اور ویسی ہی نہیں اور مذہبی کنواریاں بھی ہیں ۔ خیر اب اس ذکر کو جانے دو اور شاہزادی سے کہو کہ آرام سے بیٹھیں ۔ دل میں سمجھ لیں کہ یہ قید نہیں ہے ۔ وہ یہاں اپنے دشمنوں پر حکومت کرنے اور انھیں اپنے غلام بنانے کے لیے آئی ہیں اور اسی میں خدا کی کوئی بڑی مصلحت ہے ۔"

بلشیریا : " شاہزادی کہتی ہیں کہ آپ کے نزدیک ضرور مصلحت ہوگی مگر کوئی طافی کی قسمت پلٹ گئی ۔"

عثمان : " ایسا نہ کیے ۔ اگر شاہزادی یہاں نہ آتیں تو خدا جانے کس قدر غور زنی ہوتی ؟ اور کیسے کیسے بہادر اور قدر کے قابل سردار جان سے مارے جاتے ؟ شاہزادی کے والد کو نہیں معلوم کیا کیا مشکلیں پیش آئیں ! اب بہت آسانی سے ملک میں امن و امان قائم ہو جائے گا ۔ اور شاہزادی جن شرطوں پر چاہیں گی صلح ہو جائے گی ۔ مجھے تو اس لڑائی میں بھی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ شاہزادی دیہ اور وطن کی حایت کے جوش میں میدان میں آتی ۔ اور قلعہ کی فاصل پر گشت لگاتی رہتی ہیں ایسا نہ ہو اُن کے دشمنوں کو کسی قسم کا آزار پہنچ جائے ۔"

اسی خیال سے میں نے یہ ن لڑائی روک روک کے کی :

پلشیریا : " تو آپ چاہتے کیا ہیں ؟

عثمان : " یہ تو بعد بتاؤں گا مگر اس وقت تو میں چاہتا تھا کہ لڑائی موقوف ہوتی ۔ ہم سب سونیوم کے اندر چل کے آزادی سے رہتے ۔ اور اس لڑائی کا لطف و محبت پر خاتمہ ہو جاتا ۔

پلشیریا : " آپ کا یہ مطلب ہے کہ ہمیں دھوکا دے کے سونیوم پر قبضہ کر لیں

عثمان : " سونیوم کوئی مضبوط قلعہ نہیں ہے ۔ اور اب تو چند ہی گھنٹوں کی

لڑائی میں عربی لشکر اُس میں داخل ہو سکتا ہے ۔ اور ایسی صورتیں قبضے کے

یہ مننے ہوتے ہیں کہ تمام سپاہی پکڑ کے قتل کر ڈالے جائیں ۔ شہر کے سارے

باشندے نوٹے جائیں ۔ مکانوں میں آگ لگائی جائے ۔ شہر بیاہ ہمارا کر دی

جائے ۔ اور عورتیں اور لڑکے پکڑ کے لونڈی غلام بنائے جائیں ۔ جیسا کہ

ہر جگہ ہوا ۔ یہ خلاف اس کے میں چاہتا ہوں کہ شہر میں باغیوں کی دامن

قائم رہے ۔ شاہزادی اسی طرح اُس کی مالک اور حکمران رہیں ۔ رعایا کی

جان و مال سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے ۔ بلکہ عربی لشکر باہر ہی پڑا رہے

اور میں صرف ہزار دو ہزار سواروں کے ساتھ اندر چل کے شاہزادی کا

مہمان ہوں ۔ اور نہایت آزادی و اطمینان کے ساتھ شہر میں عیش و نشاط

کی صحبت آم ہو ۔ کیا تم اسی کو قبضہ کہتی ہو ؟ یہ تو قبضہ کرنا نہیں بلکہ خود

اپنے سینے آپ کے قبضہ میں دینا ہے :

پلشیریا : " اس اقرار کے خلاف تو نہ ہو گا ؟

عثمان : " اہل عرب نے آج تک کبھی بد عہدی نہیں کی ہے :

پلشیریا : (شاہزادی سے چپکے چپکے مشورہ کر کے) " اچھا یہ تو نہ ہو کہ شہزادی

پر کسی بات میں جبر کیا جائے ؟ اور وہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی کام کرنے پر

مجبور کی جائیں ؟

عثمان : " ہرگز نہیں ۔ میں اتنا کام جبر سے لینا نہیں پسند کرتا :

پلشیریا : " اور ہماری فوج کے جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کے ساتھ کیا

سلوک ہو گا ؟

عثمان : ” وہ چھوڑ دیے جائیں گے “

پیشیریا : ” اگر آپ اس قدر عنایت اور ایسے شریفانہ اخلاق پر آمادہ ہیں تو شاہزادی بڑی خوشی اور احسان مندی کے ساتھ آپ کی درخواست کو قبول کرتی ہیں۔ اور چاہتی ہیں کہ آج ہی شام کو ہم سوتیوم کے اندر چل کے کھانا کھائیں “

عثمان : ” تمہارے اور اوزن کے ذریعہ سے بہت باتیں ہو چکیں۔ مگر اس بات کو میں چاہتا ہوں خود شاہزادی کی زبان سے سنوں “ جب اس کا ترجمہ ریحانہ نے کیا تو شاہزادی سینہ من کے ہنسی۔ اور ندامت کے ساتھ بولی ” میں خود اپنی زبان سے اقرار کرتی ہوں کہ آپ کی یہ تجویز مجھے منظور ہے۔ اور امید ہے کہ سوتیوم کی دعوت و میزبانی کو آپ پسند کریں گے “

شاہزادی کے جواب دینے سے ابن ابی لیسعہ بہت ہی خوش ہوا۔ اور کہا ” تو پھر اس کا جلدی انتظام ہونا چاہیے۔ اور اس وقت آپ سب میرے ساتھ کھانا تناول فرمائیں “ انکار کا موقع نہ تھا شاہزادی نے قبول کیا۔ اور عثمان کا اشارہ ہوتے ہی دسترخوان بچھا اور سب نے کھا کے ہاتھ دھوئے۔ اور عثمان نے پھر یاد دلایا کہ اب قلعے کے اندر چلے کا سامان ہونا چاہیے۔

شاہزادی : ” ہمارے لشکر کا سب سے سالار سردا یطوس اگر زندہ ہے تو غالباً گرفتار ہو گا اسے بلوایے تاکہ اس کی تدبیر کی جائے “

عثمان نے لیٹ سے کہا کہ ” میں یہیں بیٹھا ہوں۔ تم جا کے سردا یطوس کو لے آؤ۔ غالباً یہ وہی زخمی شخص ہو گا جس سے ہم سے گفتگو ہوئی تھی “ لیٹ گیا۔

اور عثمان نے شاہزادی سے کہا ” اب آپ کسی امر کا اندیشہ نہ کریں۔ اور یہ یقین کر لیں کہ میں آپ کا تابع فرمان ہوں۔ لیکن ہاں اس بات کی تمنا ہے کہ آپ شگفتہ ہو کے باتیں کریں۔ اور خلاص اور سچائی کے ساتھ “

شاہزادیؔ "مجھے آپ بے وفانہ پائیں گے۔ اس وقت سے میں آپ کی خادمہ ہوں۔ اور آپ کے کسی حکم سے باہر نہ ہوں گی۔ مگر اتنا خیال رہے کہ میں اپنے والد کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتی۔"

عثمانؔ "اور میں بھی ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔"

شاہزادیؔ "آپ نہایت ہی شریف اور انتہا سے زیادہ خلیق ہیں۔ آپ کا خلق اور آپ کی یہ محبت بھری باتیں میرے دل پر عجیب اثر کر رہی ہیں۔ کیا آپ سچ ایسے ہی ہیں جیسے کہ نظر آ رہے ہیں یا آپ نے میری قوم کو فوج کر لیا۔ میرے ملک کو فتح کر لیا۔ خود میرے جسم کو فوج کر لیا۔ مجھے خوف ہے کہ یونین باقون باتوں میں آپ میرے دل پر بھی نہ قبضہ کر لیں۔"

عثمانؔ "(نہایت ہی مسرت سے) "تو میرے لیے امید ہے۔ شاہزادی یہ ضرور ظاہری فحش ہیں اصلی فتحمد آپ ہیں اور میں مفتوح۔ مگر اپنے مفتوح پر کوئی فاتح اتنا مہربان نہ ہو گا جتنی کہ آپ ہیں۔"

اتنے میں لیٹ سرویلٹوس کو لے کے آ گیا۔ شاہزادی کو اسیری میں دیکھتے ہی اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شاہزادی نے اسے بلا کے اپنے قریب بٹھایا آہستہ آہستہ اس سے کل واقعات بیان کر کے عثمان بن ابی یسوع کی تجویز پیش کی۔ جسے سن کے وہ کچھ دیر تک مہر جھپکے غور کرتا رہا۔ اور پھر گردن اٹھا کر بولا "اس سے بہتر اور کون صورت ہو سکتی ہے؟ حضور ضرور منظور فرمائیں۔"

شاہزادیؔ "تو پھر تم ہی اکیلے شہر میں جا کے لوگوں سے حال بیان کرو۔ اور بچا تک کھلو اسے ہمیں ملے جاؤ۔"

سرویلٹوسؔ "اگر مجھے آزادی دی گئی تو ضرور جاؤں گا۔"

عثمانؔ "تم کو اور تمہارے سارے لشکر کو آزادی ہے۔ اپنے کل ساتھیوں کو جس طرح ملالائے تھے اسی طرح ملے جاؤ۔ اور میری طرف سے سب کو اطمینان دلا کے آؤ تاکہ ہم سب تمہارے ساتھ چلیں۔"

سرویلٹوسؔ "مگر حضور وعدہ فرماتے ہیں کہ اندس کا لشکر باہر ہی

رہے گا؟ اور اندر نہ جائے گا؟

عثمان "بے شک ہمارا لشکر باہر ہی رہے گا۔ مگر میرے ساتھ کم از کم دو ہزار سو اور اندر چل کے میری طرح آپ کے ساتھ ہوں گے۔"

سہرویلطوس "اور وہ لوگ کسی قسم کی لوٹ مار تو نہ کریں گے؟"

عثمان "ہرگز نہیں۔"

سہرویلطوس "اس کا بھی خیال رہے کہ میں آپ کو اور شاہزادی کو لینے آؤں گا تو کم از کم پانچ ہزار لشکر میرے ہمراہ ہو گا۔ اور اُن کا بھنڈا کوئی ٹائی ہو گا۔"

عثمان "میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔"

سہرویلطوس "اب مجھے یقین آیا کہ آپ مجھے بہادر اور بڑے مہربان فاتح ہیں۔ تو میرے ہمراہیوں کو رہائی کا حکم دیجیے۔ تاکہ اُنھیں لے کے میں قلعے میں جاؤں۔"

عثمان "میں خود چل کے اُنھیں چھوڑتا ہوں۔" یہ کہہ کے لیٹ کو ساتھ لے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کے لشکر گاہ کی پشت پر اسیران جنگ کی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں لیٹ نے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ آپ ضرورت سے زیادہ مہربان ہوتے جاتے ہیں۔"

عثمان "فتح تو تم ہی کر چکے۔ لیکن اصلی فتح وہ ہے جو دلوں پر ہوتی ہے۔"

لیٹ "یہ نہ کہا جائے کہ شاہزادی پر فریفتہ ہو کے آپ اپنے نیک و بد اور لوازم فتنہ کی کو بھول گئے؟"

عثمان "کون کے گا؟ عبدالرحمن امیر اندلس؟ مگر وہ میدان جنگ کے مصالح کو کیا جان سکتا ہے؟ فوجی کارروائیوں کا ذمہ دار میں ہوں۔"

لیٹ "امیر اندلس تو بعد کے گا۔ پہلے آپ کے ہمراہی سپاہیوں کے کہہ رہے ہیں کہ فتح کیا۔ مگر امیر ابلیش نے شاہزادی کے عشق میں مبتلا ہو کے اور اپنے دل کا شوق پورا کرنے کے لیے عین غنیمت اور اپنا حق جہاد پالنے سے محروم رکھا۔"

عثمان "یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اول تو گزشتہ فتون میں وہ بہت کچھ پا چکے ہیں۔ علاوہ بریں میں صلح کے وقت محفوظی بہت رقم یو دیز سے دلوادوں گے۔"

اب وہ قیدیوں کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس افسر جس کی حراست میں قیدی تھے بلکہ حکم دیا کہ "یہ سب نوگ چھوڑ دیے جائیں۔ ان کے اٹک بھی دے دیے جائیں۔ اور انہیں اجازت ہو کہ مسلح ہو کے عزت کے ساتھ واپس جائیں؟ پھر سر دیٹوس سے کہا "تم اپنے لوگوں کو پوری طرح آزاد کرانے کے بجائو؟"

یہ حکم دے کے وہ اپنے خیمے میں واپس آیا۔ اور سر دیٹوس اپنے کل ساتھیوں کو جن میں اکثر زخمی تھے لے کے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کے اُس نے شہر پناہ والوں سے کہا پھاٹک کھول دو۔ فوراً پھاٹک کھل گیا۔ اور قلعے میں داخل ہو کے اُس نے حکم دیا کہ پھاٹک کھلا ہی رکھا جائے۔ پھر زخمیوں کو قلعہ ہی میں چھوڑا اور نئی فوج جمع کی۔ اہل شہر کا ہجوم تھا۔ اور ہر ایک شاہزادی کا حال دریافت کرتا تھا۔ اُس نے سب کو اطمینان دلایا۔ شاہزادی کی خیریت بتائی۔ اس بات سے مطلع کیا کہ عربوں سے صلح ہو گئی۔ اور اس فوج کو لے کے میں لڑنے کو نہیں بلکہ شاہزادی کے لانے کو جاتا ہوں؟

یہ کہہ کے اُس نے قصر شاہی کے صاف اور درست کرکے استقبال کا بہت بڑا سامان کرنے کا حکم دیا۔ داروغہ بادرجیانہ کو بلکہ کے کہا کہ نہایت ہی لذیذ اور اعلیٰ درجہ کا کھانا تیار ہو۔ اور جان سیک بنے اندلی اور عربی غذائیں تیار کی جائیں۔ جن چیزوں سے مسلمانوں کو پرہیز ہے وہ دسترخوان پر ہرگز نہ لائی جائیں؟ یہ احکام دے کے وہ تو شہر کے باہر نکلا۔ اور پھاٹک کے کھلا رکھنے کی تاکید کر کے عربی لشکر گاہ میں آیا۔ مگر قلعے والوں کو اس کے بیان کا یقین نہ تھا۔ اور سب کے سب شاہزادی کے گرفتار ہو جانے کے خیال سے نہایت ہی پریشان تھے۔ یہ کسی کے دہم دگمان میں بھی نہ تھا کہ شاہزادی کی گرفتاری کے بعد کسی مناسب شرائط صلح ہو سکے گی۔ بلکہ ہر ایک کو یقین تھا کہ دم بھر میں اندلی سپاہی اندر گھس کے شہر کو لوٹیں گے اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو جائے گا۔

چودھوان باب

شادی کا پیام

اسی دن شام سے پہلے عثمان ابن ابی لیوہ اور شاہزادی منینہ بڑے پر شوکت جلوس کے ساتھ سویتوم میں داخل ہوئے۔ آگے آگے سر ویٹوس پانچ ہزار فرانسیسی فوج کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد عثمان۔ اور اُس کے رفقاء۔ شاہزادی اور اُس کی سیلیان عربی و اندلسی سواروں کے جھرمٹ میں تھیں۔ اور دو متخاصم فریقوں کے مل کے شیر و شکر ہو جانے سے اتھاوا اور اس دن ان کا عجیب و دلکش جلوہ نظر آ رہا تھا۔ یہ مشرقی فاج جو مغرب سے ہو کے آئے تھے شہر میں داخل ہوئے تو دیکھنے کے لیے سڑکوں پر اہل شہر کا ہجوم تھا۔ لوگ اس دوستی و یکجہتی پر خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے۔ اور قتل و غارت کا اندیشہ جو شہر والوں کے دلوں میں سایا ہوا تھا وُد رہوتا جاتا تھا۔ آخر یہ جلوس شہر کی آباد سڑکوں کا ایک جگہ لگا کے ایوان شہر یاری کے سامنے پہنچا۔ جہاں استقبال کا بہت کچھ سامان کیا گیا تھا۔ ہر طرف سے خوشی کے نعرے اور جوش سرت کے کلمات سن کے اور تماشا یوں کے مسرور و بشاش چہروں پر ایک اجمالی نظر ڈال کے عثمان نے اپنے دوست لیٹ سے کہا "ہم فتح کر کے صد ہا شہروں میں داخل ہوئے۔ بڑے بڑے زبردست بہادروں کو مغلوب کر کے اُن کے قلموں پر قابض ہوئے اور اُن کے بڑجوں پر اپنے جھڈے نصب کیے مگر اس سے زیادہ پُر لطف داخلہ بھی آج تک کہیں ہوا تھا یا دیکھو وہی خوش جو ایک گھڑی پیشتر ہمارے دشمن تھے کیسے خوش ہیں؟ اور ہمیں کیسی محبت کی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں؟"

لیٹ "بے شک یہ نہایت ہی دلکش اور فرحت بخش منظر ہے۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ

یہ اعتدال سے گزری ہوئی مہربانی کوئی بڑا نتیجہ نہ پیدا کرے۔"

عثمان "کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ لوگ بے وفائی کریں گے؟"

لیٹ "یہ لوگ بے وفائی کریں۔ یا خود اندلس کی حکومت بے وفائی کرے۔"

حالت خطرے سے خالی نہیں ہے۔

عثمان : ”اُدھ! جو کچھ ہو گا میں سمجھ لوں گا۔“

اب عثمان قصر شاہی میں اُترا۔ جہاں شاہزادی منینہ میزبان تھی اور وہ مہمان تھا۔ پہلے محل کے ایک بیرونی ہال میں ٹھہر کے وہ سویتوم کے تمام معزز سرداروں فوجی افسروں پادریوں۔ اور اُن کے تمام لوگوں سے جو حاضر تھے ملا۔ ہر ایک سے اُس کے حسب حیثیت باتیں کیں۔ اور سب کی تسلی و دلہی کی۔ یہاں تک کہ مغرب کا وقت آ گیا۔ اور یہ پہلا دن تھا کہ فوجی موذن نے سویتوم کے قصر میں اذان کے لیے کھڑے ہوئے نعرہ ”اللہ اکبر“ بلند کیا۔ اور قصر کے بیرونی صحن میں سب نے عثمان کے پیچھے جماعت سے نماز ادا کی۔ شاہزادی اُس کی سہیلیوں اور تمام معزین سویتوم نے حیرت و فرحت کی نظر سے دیکھا۔ خاصہ اس بات کو کہ جو شخص مسلمانوں کا سپہ سالار ہے وہی اُن کا امام اور پیشوا بھی ہے۔

بعد مغرب عثمان بن ابی سہل محل کے اندوئی کمروں میں گیا جو خاص اُس کے ٹھہرنے کے لیے مخصوص کیے گئے تھے۔ دو ہزار عرب سپاہی جو ہمراہ تھے اُن میں سے اکثر نے محل کے صحن میں اپنے پیچھے کھڑے کر لیے۔ اور بہتوں کو قریب کے مکانوں میں جگہ دی گئی جو اُن کے لیے خالی کرایے گئے تھے۔ اب وہ اپنے کمرے میں لیٹ اور دو ایک عربی سرداروں سے باتیں کر رہا تھا کہ شاہزادی منینہ نے آ کے کہا ”آپ اب ہمارے مہمان ہیں۔ اور ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک بنے آپ کی راحت کا سامان کریں۔ مہربانی کر کے فرمائیے کہ آپ کو یہاں کسی بات کی تکلیف تو نہیں ہے؟“

عثمان : ”ایک بات کی تکلیف ہے اور سخت تکلیف۔“

منینہ : ”جس بات کی تکلیف ہو ضرور ارشاد فرمائیے۔“

عثمان : ”آپ ہمارے پاس جم کے نہیں بٹھتیں۔ اور بار بار اُٹھ کے چلی جاتی ہیں۔“

منینہ : ”(ندامت سے نظریں نیچی کر کے) ”میں حاضر ہوں۔“ یہ کہہ کے

عثمان کے قریب بیٹھ گئی۔ اور اُس کی سیلیاں بھی اُس کے برابر خاموش بیٹھ گئیں۔

عثمان "آپ بیان موجود رہیں تو پھر نہ کسی بات کی تکلیف ہے اور نہ کسی چیز کی ضرورت۔"

منینہ "مگر میں بیان بھی رہوں گی تو آپ کی خدمت کون کرے گا؟" عثمان "خدمت کرنا ہمارا کام ہے۔ ہمارے لیے اس سے بڑا کوئی لطف نہیں کہ آپ یہیں بیٹھی رہیں۔ لیکن ہاں ایک اور ہے۔"

منینہ "وہ کیا؟"

عثمان "وہی لباس جسے زیب بدن کر کے آپ نے میدان جنگ میں جلوہ دکھایا تھا اُس کو پھر ایک دفعہ پس کے وہی جلوہ حسن پھر دکھا دیجئے۔ مگر قربان نگاہ تو شوم باز نکلا ہے؟"

منینہ "(خندہ ناز کے ساتھ)" وہ لباس تو دہن کے لیے تھا۔ اور اب مجھے اُس لباس میں کوئی نہ دیکھ سکے گا۔"

عثمان "تو سیر یہ متبادل ہی میں رہے گی؟"

منینہ "نہ ہونے والی چیز کی تنہا کیا؟" عثمان "مگر یہ تنا تو دل سے نہیں نکل سکتی۔ کبھی تو وہ جلوہ پھر نظر آجائے گا جس نے ایک ہی جھلک میں مجھے از خود رفتہ کر دیا تھا۔"

منینہ "اب ایسی گستاخی کی مجھے جرأت نہیں ہو سکتی۔" فلا دیا جو شاہزادی کے برابر ہی بیٹھی تھی بولی "ہمارے شاہزادی کو اُسی لباس میں اب وہی دیکھے گا جو اُن کا ہاتھ پکڑے گا اور اُن کا دھوا بنے گا۔"

عثمان "یہ خوش نصیبی خدا جانے کس کی قسمت میں ہے؟"

مگر یہ کہہ کے عثمان خاموش ہو رہا اور شاہزادی نے ٹالنے کے لیے کہا "اب اجازت ہو تو دسترخوان چُنا جائے؟" عثمان نے اجازت دی۔ اور خدام اور غلاموں نے نہایت سلیقہ کے ساتھ پاس کے کمرے میں

کھانا چنا۔ اور سب نے ساتھ بیٹھ کے کھایا۔ اُس کے بعد بھی دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ اور جب رات زیادہ آئی تو سب اپنے اپنے بچھون پر جا کے سو گئے۔ دوسرے دن عثمان نے ترے کے ہی ایک فوجی افسر کو مہلا کے حکم دیا کہ ”نوراً تو قوصہ میں جا کے لیٹ کو حکم دے کہ لڑائی موقوف کر کے صلح اپنے تمام لشکر کے بیان چلے آئیں۔ اب ہم سے سلطنت اکوئی طانی سے صلح ہو گئی ہے۔“ تھوڑی دیر کے بعد شاہزادی منینہ نے اُس کے مزاج پوچھا۔ اور اُدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں۔ جن میں عثمان بار بار اپنے شوق اور عشق کو ظاہر کرتا اور شاہزادی ٹال کے اُدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگتی۔ چنانچہ ایک دفعہ اسی ٹالنے میں اُس نے پوچھا ”معلوم نہیں تو قوصہ کا کیا حال ہے؟ وہاں تو لڑائی ہو رہی ہوگی؟“

عثمان: ”مجھے نہیں معلوم کہ ان آخری چار دنوں کے اندر وہاں کیا ہوا؟ اُس پہلے ہماری فوج محاصرہ کیے ہوئے تھی۔ اور شہر والوں نے مکمل نکل کے مقابلہ کیا۔ لیکن اُس کا کچھ نتیجہ نہیں ہوا۔ اب آج میں نے حکم بھیج دیا ہے کہ لڑائی موقوف کی جائے۔ اور وہاں کی فوج بیان چلی آئے۔“

منینہ: ”وہاں آپ کی کتنی فوج ہے؟“

عثمان: ”بیس ہزار آدمیوں کا لشکر وہاں میں نے بھیجا تھا۔ اور اب اسید ہے کہ ہسپانیہ سے کچھ اور لشکر بھی آگیا ہو گا۔“

منینہ: ”اب اس صلح کے بعد ان شہروں کے بارے میں کیا کارروائی ہو گی جن پر آپ قبضہ کر چکے ہیں؟“

عثمان: ”مناسب یہ ہے کہ اس بارے میں ہم سے اور آپ کے والد سے ایک معاہدہ ہو جائے۔ میں آج ہی ایک خط شاہ یوزیز کو لکھتا ہوں۔ اور اگر مضائقہ نہ ہو تو آپ بھی یہ سب حالات جو گزرے ہیں لکھ بھیجیے۔“

منینہ: ”میں تو اپنی گرفتاری۔ پھر آپ کی دوستی اور ان تمام مہربانیوں کا حال انہیں رات ہی کو لکھ کے بھیج چکی۔ اور ایسا تیز قاعدہ لکھا ہے کہ آج ہی کسی وقت ان کو خبر ہو جائے گی۔ مگر آپ انہیں کیا کہیں گے؟“

عثمان - (ہنس کے) "میرا جوجی چاہے گا لکھون گا۔ آپ کو اُس سے کیا غرض؟
 منینہ - (شہر کے) "نہ بتائیے۔ مگر اس میں کوئی حرج نہ تھا؟
 عثمان "اچھا تو میں لکھتا ہوں اور جب لکھ چکوں گا تو آپ کو خط دکھا دوں گا۔
 یہ کہہ کے اُس نے قلم و دات منگوائے لکھنا شروع کیا۔ اور مکمل کر کے چپکے
 چپکے اُسے پڑھسا تو اُس نے الفاظ یہ تھے : —

"جلیل القدر شاہ اکوئی طانی - سلام شرق - میں جس طرح یہاں تک
 پہنچا ہوں اُس کا حال آپ کو اپنی فوج کے افسروں سے معلوم ہوتا رہا ہوگا۔
 سو سویم کے پندرہ روز کے محاصرے کے بعد جس طریقہ سے میں قلعہ اور شہر کے اندر
 داخل ہوا ہوں اُس کا حال غالباً آپ کو اپنی صاحبزادی کی تحریر سے معلوم
 ہو گیا ہوگا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ شاہزادی منینہ کی خوبیاں اور اُن کا
 بے نظیر حسن و جمال اتحاد و دوستی کا باعث ہو گیا۔ اب میں صلح پر آمادہ
 ہوں۔ اور قوقوصہ میں بھی حکم بھیج دیا ہے کہ لڑائی موقوف کی جائے۔
 لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ ہم میں آپ میں صلح کی شرطیں کیا ہوں؟ میں آپ
 موافق تمام شرطوں کے قبول کرنے کو موجود ہوں۔ آپ کا جتنا ملک لیا گیا
 ہے واپس کر دیا جائے گا۔ عربی حکام اور عسا کر آپ کے اُن تمام شہروں
 سے ہٹا لیے جائیں گے جو ہمارے قبضہ میں ہیں۔ مگر اس کے معاوضہ میں
 میں صرف چند باتوں کا خواستگار ہوں۔ اول تو یہ کہ کچھ تھوڑی سی رقم ہمارے
 سپاہیوں کو دے دی جائے تاکہ وہ اپنی اس زحمت کا کسی قدر معاوضہ
 پا جائیں۔ دوسرے یہ کہ کچھ برہنیں سا برائے نام سالانہ خراج مقرر کر دیا
 جائے تاکہ میں والی اندلس اور خلافت اسلامی کو اپنی کارگزاری کے متعلق
 اطمینان دلا سکوں۔ مگر اپنے لیے آپ سے میں ایک بہت ہی قیمتی چیز کا آرزد
 ہوں جو آپ کو جس قدر زیادہ عزیز ہے اُسی قدر میری نظر میں با وقعت ہے۔
 اور امید ہے کہ اُس کے دینے میں آپ بخل نہ کریں گے۔ اس لیے کہ صلح کا دار و مدار
 اسی شرط پر ہے۔ وہ چیز آپ کی پری جمال و مہ جبین بیٹی شاہزادی منینہ میں
 بہتر ہو کہ ان مراتب کے ملے کرنے کے لیے آپ خود بیان تشریف لے آئیں۔

اور مجھے اپنی زیارت کا موقع دین۔

آپ کا خاص - عثمان ابن ابی سیدہ النخعی التمیمی۔

اب اُس نے اپنے ایک مترجم کو بلا کے کہا "اس خط کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں کر دو۔ اور اسی وقت صاف کر کے دو۔ شاہزادی نینہ عثمان کو لکھنے میں مصروف دیکھ کے چلی گئی تھی جب فرانسیسی زبان میں ترجمہ ہو کے صاف ہو چکا تو اُس نے ریحانہ کو بھیج کے شاہزادی کو بلوایا اور جیسے ہی وہ آئی کہا "لیجیہ یہ خط تیار ہو چکا۔ پڑھ لیجیہ۔ میں نے اس میں صلح کے شرائط لکھ دیے ہیں۔ اگر کوئی بات ناپسند ہو تو نکال ڈالیے۔" یہ کہہ کے خط شاہزادی کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے کھول کے پڑھا۔ آخر پر پہنچ کے پڑھتے پڑھتے شرمائی۔ اور مسکرا کے کہا "اس پچھلی شرط کو پہلے مجھ سے طے کر لیجیہ پھر ابا جان سے طے کیجیے گا۔ ہمارے یہاں اس کا اختیار خود لڑکیوں کو ہوا کرتا ہے۔"

عثمان "تب تو میں براغوش نصیب ہوں۔ آپ میری محبت کی قدر سب سے زیادہ کریں گی۔"

منینہ "جی میں ایسے فخر و نین میں نہیں آتی۔ ابھی میں آپ کے مذاق مزاح اور طبیعت سے بالکل واقف نہیں ہوں۔ کیونکہ سچے لڑکے آپ کے ساتھ سیرانا ہو جاتے گا۔ یوں آپ نے فتح کر لیا ہے اپنی لڑائی بنائی ہے۔ مگر بی بی بنانا مشکل عثمان "اور میں بی بی ہی بنانا چاہتا ہوں۔ مگر وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی کوئی امر آپ کی مرضی اور خوشی کے خلاف نہ ہو گا۔"

منینہ "مگر میں اپنی سہیلیوں اور اپنے دوستوں سے مشورہ کیے بغیر حامی نہیں بھر سکتی۔" عثمان "مجھے امید ہے کہ شاہ یوڈیز میری سفارش کریں گے۔ آپ یہ خط تو ان کی خدمت میں بھیجئے دین۔"

منینہ "بھیجیے۔ مگر کیا وہ مجھ پر جبر کریں گے؟"

عثمان "اُن کو اختیار ہے چاہیں جبر کریں چاہے آپ کو سمجھائیں مگر میں اُن سے سفارش ضرور اٹھواؤں گا۔" یہ کہہ کے عثمان نے ایک افسر کو بلا کے حکم دیا کہ دس اندلسی سوار دین کو ساتھ لو۔ اور یہ خط نکل شام تک بردی مالہ لیں

شاہ یو دیز کے پاس پہنچا دو - اور نرسون شام تک مجھے جواب مل جائے۔
اب اطمینان اور امن دامن کا زمانہ تھا - دونوں لشکر آرام اور اطمینان
کی زندگی بسر کر رہے تھے - خصوصاً ابن ابی یسعہ کو شاہزادی کی صحبت اور
اُس کی محبت بھری سمان نوازی میں ایسا لطف آ رہا تھا کہ تمام باتوں کو
بھولا ہوا تھا - اُسے نہ اپنے قومی و ملکی فرائض یاد تھے اور نہ دنیا و مافیہا کی
خبر تھی -

یہاں اُسے سب سے زیادہ انوس ہیلینا کے ساتھ ہونا چاہیے تھا جس پر
وہ دل و جان سے فریفتہ تھا اور جو ایک زمانے سے اُس کی محبوبہ تھی مگر
اب قلعہ سوتوم کے اندر وہ اُس سے ٹک رہا ہوا نظر آتا ہے - شاہزادی کی سب
سہیلیوں سے ہوتا ہے مگر اُس سے نہیں بات کرتا - اس حال کو جب دون
گزر گئے تو ہیلینا نے بھی اسے محسوس کیا - پہلے وہ سمجھی کہ شاہزادی کے
حسن و جمال نے امیر عرب کو میری یاد بھلا دی ہے - مگر یہ بات دل میں نہ جیتی
تھی - دوسرے دن رات کو کھانے کے وقت عثمان شاہزادی کے دل پر اپنی
وفاداری کا نقش بٹھا رہا تھا کہ سلوریا نے نون کی وضع سے کہا "شاہزادی
حضور ان کی باتوں میں نہ آئیں - اول تو مردوں کی محبت کا اعتبار ہی
نہیں - اور ہو بھی تو ان کا اعتبار بالکل نہیں ہے"

عثمان "کیون؟ تم نے مجھے کیونکر بے اعتبار جان لیا؟"

سلوریا - (شاہزادی سے) "ابھی چار روز ہوئے یہ ہماری دوست ہیلینا
پر جان دیتے تھے - اُن کے لیے بتا رہے تھے - اور اب حضور کا چاند سا مکھڑا
دیکھ لیا تو جیسے اُن سے کوئی تعلق ہی نہ تھا - اُنھیں تو ان کی خوشی کا
یہاں تک خیال ہو کہ انھوں نے نون کے کپڑے ناپسند کیے تھے - انھوں نے نور
اُتار کے پھینک دیے - مگر ان کو ذرا پروا نہیں"

عثمان - (متانت کے ساتھ جس میں کسی اندرونی تکلیف کی حس ملی ہوئی تھی)
"اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے"

سلوریا "کیون نہیں؟ اب تو اُن کا نام سننا بھی ناگوار ہے"

شاہزادی۔ "اے ہاں کیا آپ ان سے تھا ہو گئے ہیں جو کبھی بات بھی نہیں کرتے؟"
عثمان۔ "میں ان سے بات کرتے ڈرتا ہوں؟"

یہ جلوس کے ہیلینا چونک پڑی۔ اور بولی "کیونہ میں ہوا کیوں ہو گئی؟"
عثمان۔ "میں نے تم سے محبت کی۔ تم پر جان دی۔ تمہارے لیے ہر بات گوارا کی۔
 اور جان تک ہو سکا تمہاری ہر خواہش کو پورا کیا۔ اور بھاگ آنے کے بعد بھی جب
 تم نے خط بھیجے کے آنے پر آمادگی ظاہر کی تو اسے میں اپنی خوش نصیبی سمجھا۔ مگر
 اسنوس یہ سب میری غلطی تھی۔ اور میں زبان باتوں کا غلط اندازہ کیا تھا؟"

شاہزادی۔ (ستیر ہو کے) "آخر کچھ ان کا قصور بھی بتائیے گا؟"
عثمان۔ "وہ نہ جانتی ہوں تو بتاؤں؟"

شاہزادی۔ (ہیلینا سے) "کیونہ جانتی ہو کہ انھیں کس بات کا ملال ہے؟"
ہیلینا۔ "کچھ کہا ہو تو جانوں۔ اور یوں مجھے ہیلیان بوجھنا تو نہیں آتین؟"
عثمان۔ "ان کو میں اپنا خیر خواہ سمجھے ہوئے تھا۔ مگر جب آپ کی نگاہ ناز
 کے تیر اور آپ کے حسن کے جلوے نے مجھے از خود ذلت کیا تو سب کے پہلے جس نے
 میرا ہاتھ پکڑ کے مجھے گرفتار کرنا چاہا وہ یہ تھیں۔ حالانکہ میں انھیں آپ کی
 صحبت میں اپنا ہمدرد خیال کرتا تھا۔ آپ کی تمام سیلیوں اور سوتیوں کے
 ہر سپاہی کو حق تھا کہ مجھے گرفتار کرے مگر یہ ان کا کام نہ ہونا چاہیے تھا؟"
منینہ۔ (مسکرا کے) "اس کی وجہ یہ تھی کہ اب یہ میری صحبت میں اور میری نوکریں
عثمان۔ "یہی میں بھی کہتا ہوں کہ اب یہ میری نہیں رہیں بلکہ آپ کی ہو گئیں؟"
ہیلینا۔ "وہ بھی آپ کی لونڈی تھی اور یوں بھی آپ کی لونڈی ہوں۔ اور اس کے
 شاہزادی کے لیے اگر میں قصور وار ہوئی ہوں تو وہی میرا قصور جانت کرادیں گی؟"
سلوریا۔ "مگر میں پوچھتی ہوں کہ وہ محبت اب کہاں چلی گئی؟"

عثمان۔ (ہنس کے) "مجھے محبت ہے۔ یہ خوبصورت چہرہ دل پر اب بھی اپنا
 نقش بھانے ہوئے ہے۔ مگر پہلے ایک خوشنما پھول سمجھتا تھا اور اب خوبصورت
 شمع خیال کرتا ہوں جس کے پاس ہاتھ لیجانے میں جلی جائے کا اندیشہ ہے؟"
 ہیلینا پھر کچھ کہنا چاہتی تھی مگر شاہزادی نے اشارے سے روکا۔ اور

کھانے کے بعد جب سوئے کو اپنے کمرے میں گئی تو اُسے تنہائی میں سمجھا دیا کہ ابھی چند روز خاموش رہو۔ موقع دیکھ کے میں صفائی کرادوں گی۔

پندرھواں باب

صلح اور صلح وصال

دو چار روز تک یہی لطف و محبت کی صحبتیں رہی تھیں کہ خبر آئی شاہ یو دیز خود ہی آرہے ہیں۔ اور پرسوں سویتومین داخل ہوں گے۔ خبر کے ساتھ ہی اُس کے استقبال کا سامان ہونے لگا۔ اور قیسرے دن عثمان ابن ابی لیصہ اور شاہزادی اور دیگر فرانسیسی اور عربی سرداران فوج اُس کی پیشوائی کے لیے شہر سے باہر کئی میل تک چلے گئے۔ اور جیسے ہی عثمان کا اور اُس کا سامنا ہوا دونوں گھوڑوں سے اتر کے گرجوشی سے ملے۔ بیٹی کی صورت دیکھ کے یو دیز آبدیدہ ہو گیا۔ اور کہا "میں کتنا تھا کہ میرے ساتھ رہو۔ افسوس تم نے نہ مانا۔ اور کیا بتاؤں کہ جب تمہارے محصور اور اختیار سے باہر ہو جانے کا حال سنا ہے تو میری کیا حالت ہوئی ہے؟ مگر مسیح کا ہزار ہزار شکر ہے کہ پھر تمہاری صورت دیکھنا نصیب ہوئی۔"

منینہ - (عثمان کی طرف اشارہ کر کے) "یہ فقط ان کی مہربانی سے ہوا۔ انھوں نے مجھے اسیر کر لیا۔ اور قلعے کے فتح ہو جانے میں کوئی بات نہیں اُتھر رہی تھی۔ مگر مجھے فتح اور اسیر کرنے کے بعد یہ مہربان ہو گئے۔ میری ہر شرط مان لی۔ اور قلعے کے فتح کرنے کے بجائے ایک مہربان دوست بن کے ہمارے مہمان ہوئے ہیں۔ یو دیز - یہ ان کی اتنی بڑی فتح ہے جس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اس فتح سے انھوں نے ہم سب کو غلام بنا لیا۔ اور افسوس ایسا غلام بنایا کہ کوئی بات ہمارے بس کی نہیں رہی۔"

عثمان - "آپ ایسا نہ فرمائیں۔ ہر چیز بیان نہ کہ میں بھی آپ کے اختیار میں ہوں۔"

یو دیز - "یہ آپ کی نیکی اور شریف النفسی ہے۔"

ان باتوں کے بعد یوزقصر شاہی میں آیا۔ اور جب بیٹی سے تنہائی میں ملا تھا ہوئی تو کہا "منینہ۔ انسو میں نہ چاہتا تھا کہ تو ایک عرب مسلمان کی بیٹی بنے اور اسی لیے مجھے نہیں گوارا تھا کہ تو عربوں کے مقابلے کے لیے میدان جنگ میں آئے۔ مگر تو نے نہ مانا۔ اور واقعات نے ایسی صورت پیدا کر لی کہ کچھ زور نہیں چل سکتا ۱

منینہ ۲ اباجان آپ ملال نہ کریں۔ میں نے اول ہی میں کہہ دیا تھا کہ سب چیزیں اباجان کے اختیار میں ہیں۔ اور ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہوگا۔ آپ جس بات کو ناپسند کریں اُس سے انکار کر دیں۔ امید ہے کہ عثمان بدعہدی نہ کریں گے ۳

یوزقصر ۴ کاش تو نے عرب سردار کو ممان بنا کے اپنے قصر میں نہ رکھا ہوتا۔ قید رہتی مگر اس کو گوارا نہ کرتی کہ دشمن کے احسانات ہم کو اور ہماری فوج کو غلام بنالیں۔ اُس کی خواہش ہے کہ مجھے اپنی بی بی بنائے۔ اور جو احسان وہ کر چکا ہے اُن کے بعد ہمارے لیے انکار یا کسی قسم کے عذر کی گنجائش نہیں باقی رہی۔ اب مجھے اس معاملہ میں فقط تیری خوشی دریافت کرنی ہے ۵

منینہ ۶ میری خوشی سے زیادہ مقدم سلطنت کی مصلحتیں ہیں۔ پہلے آپ اُن کا خیال فرمائیں ۷

یوزقصر ۸ دو باتیں ہیں۔ ملکی مصلحت اور قومی عزت۔ ملکی مصلحت کے لحاظ سے اس سردار عرب کے ساتھ تیری شادی ہونے میں ہر طرح کے فائدے ہیں۔ عربوں سے دوستی اور تعلقات قائم ہو جانے سے ہماری سلطنت کو استقلال ہو جائے گا۔ ہمارے سامنے سے تمام خطرے دور ہو جائیں گے۔ اور اُن کی مدد سے چند ہی روز میں ہم فرانس کے تمام نوجوانوں اور حکمرانوں کو شکست دے دیں گے۔ اور ایک سلطنت قائم کر لیں گے جس کی سرحد مشرق میں روم سے اور شمال میں جرمانیا سے ملی ہوگی۔ لیکن قومی عزت کا خیال اس کے بالکل خلاف ہے۔ سلطنت کو اس شادی سے چاہے کیسی ہی قوت حاصل ہو جائے مگر خاندانی عزت اور شرافت خاک میں مل جائے گی۔ ہم اپنے ہم وطن کے حکمرانوں سے جاؤں گے

کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔

منینہ - (اضردگی کے ساتھ) "مگر عزت سب پر مقدم ہے۔"
 یوویز - "عزت مقدم ہے لیکن حکومت اور قوت سے تھوڑی بہت تسلی ہو سکتی ہے۔" یا کم سے کم یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص ہمارے منہ پر ہمیں برا نہ کہہ سکے گا۔
 اس لیے اس بے عزتی کو میں گوارا کر سکتا ہوں بشرطیکہ تو خود اس عرب سردار کی بی بی بننا پسند کرتی ہو۔

منینہ - اس معاملہ میں بھی مجھے آپ ہی مشورہ دین - اُس کی صورت - حالت - اُس کی مہربانیاں - اور لطافت و محبت کی باتیں - پھر اُس کے احسانات اور جہان تک مجھے معلوم ہوا ہے اُس کا مذاق اور اُس کی وضع قطع ان سب باتوں نے میرے دل کو اُس کا گر ویدہ بنا دیا ہے۔ وہ رحم دل اور غلیظ ہے جس سے امید بڑھتی ہے کہ میرے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کرے گا۔ وہ پھولوں اور موسم بہار کی دلچسپیوں کا عاشق - اور گوہستان پرے نیز کی بہار دیکھنے کا رسیا ہے۔ جو باتیں خاص میرے مذاق کی ہوں - اور صورت شکل میں بھی اُن سب کاوشوں اور ڈیوکوں سے اچھا ہے جو اس گھڑی تک مجھ سے شادی کرنے کے آرزو مند ہو چکے ہیں۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ اُس کی بی بی بننے میں مجھے جیسی حکومت حاصل ہو جائے گی اور کسی طرح نہیں نصیب ہو سکتی۔

یوویز - (اضردگی کے ساتھ) "تو یہی کیوں نہیں کہتی کہ اس مسلمان سردار کو تو اپنا دل دے چکی ہے اور اُس کی ظاہری خوبیوں پر فریفتہ ہے؟"

منینہ - آپ اسے دل دینا یا فریفتہ ہونا جو چاہیں کہیں۔ میں نے اپنے دل کی حالت بیان کر دی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتی ہوں کہ اگر آپ ناپسند کریں گے یا آپ کے نزدیک مصلحت کے خلاف ہو گا تو میں اس خیال کو چھوڑ دوں گی اور آپ کے حکم سے باہر نہ ہوں گی۔

یوویز - میں یہ نہیں چاہتا کہ تیری شادی تیری مرضی کے خلاف کروں۔ یہ میں آج ہی نہیں کہتا ہوں بلکہ ہمیشہ میں نے یہی کہا ہے۔ لیکن تو نے اس کا بھی خیال کر لیا ہے کہ عثمان مسلمان ہے؟ اور ہمارے دین کو برا اور کفر سمجھتا ہے؟

منینہ: "جی ہاں وہ مسلمان ہے مگر مسیحیہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنا اس کے عقیدے میں جائز ہے۔ رہا یہ کہ وہ میرے دین کو چھوٹا سمجھتا ہے تو دل میں چاہے کچھ مجھے یقین ہے کہ اپنے خلق اور محبت کی وجہ سے میرے سامنے وہ مسیحیت کی نسبت کوئی ایسا لفظ اپنی زبان پر نہ لائے گا جو مجھے ناگوار ہو۔"

یوویز: "میں نے مانا کہ اس بار سے میں وہ تیری خاطر اشت کرے گا لیکن مسلمان کسی ایک بی بی کے پابند نہیں ہوتے۔ ایک ہی وقت میں چار چار بیبیاں رکھتے ہیں۔ اور لونڈیوں کی کوئی حد و نہایت نہیں ہوتی۔ جتنی چاہیں اپنے محل میں بھر لیں۔ کیا تو اسے بھی برداشت کر لگی؟ منینہ: "ایک لڑکی کو بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ مگر وعدہ کرتا ہوں کہ مسلمانوں میں چاہے رواج ہو مگر وہ میرے سو کسی عورت سے تعلق نہ رکھے۔" یوویز: "میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ اپنے وعدے میں بچا ہے۔"

یوویز: "اس کا بھی مجھے خیال ہے کہ عثمان کی بی بی ہونے کے بعد تو اپنے وطن میں نہ رہ سکے گی۔ مان باپ گھر بار۔ قوم اور مذہب سب کو چھوڑ کے ہسپانیہ میں جانا ہو گا۔ اور اگر دشمنی کے خلاف نے اُسے کسی اور ملک میں بھیج دیا تو پھر تو بھی اُس کے ساتھ دنیا کی خاک چھانتی پھرے گی۔ مسلمانوں کے عربوں کی حکومت ہندوستان اور چین تک ہے۔ اگر وہاں جانا پڑا تو تو کیا کرے گی؟" منینہ: "عثمان وعدہ کرتا ہے کہ مجھے ہمیشہ کو ہسار سیرے نیر کی جان فراگھاٹیوں میں رکھے گا۔ اور اگر اس ملک کے چھوڑنے پر وہ مجبور کیا گیا تو اُس کے ساتھ جا کے دنیا کی خاک چھانتے میں کچھ تامل نہ ہو گا۔ میں سفر کی شوقین ہوں۔ اُس کے ساتھ سفر بڑے لطف میں کرتے گا۔ اور دور دورا کی یہ بین میرا دل خوب لگے گا۔"

یوویز: "(یاد دہانی کے ساتھ)" تو پھر تامل کرنے کی کیا وجہ؟ میں اُس کے ساتھ تیری شادی کر دوں گا۔ مگر آہ! میری یہ تمنا تھی کہ اگر غیر ملک اور غیر قوم میں تیری شادی ہوئی اور مجھے قربان کر کے قوی بے عزتی گوارا بھی کی جاتی تو پھر تو کسی ایسے تاجدار کی ملکہ بنتی جس سے زیادہ عزت کسی دوسرے کی نہ ہو۔ عثمان صرف ایک فوجی افسر ہے۔ اور گو آج وہ فتح کے جھنڈے اڑا رہا ہے مگر کوئی ذاتی عزت نہیں رکھتا۔ وہ امیر ہسپانیہ کا ماتحت اور خلیفہ دمشق کا غلام ہے۔ کاش تو دمشق کی ملکہ اور اس عربی خلیفہ کی بی بی بنتی؟"

منینہ: "میں محبت کی بھوک ہوں اور محبت چاہتی ہوں۔ عثمان بن محبت ہے اور اسی لیے

مجھے اُس سے محبت ہے۔ اور اس محبت بھری صحبت عیش کی ایک گھڑی بھی مجھے اُس زندگی کی عکرائی دہان پناہی سے زیادہ عزیز ہے جس میں مجھے ایک ایسے تاجدار کے پہلو میں بیٹھا پرے کہ اُسے نہ مجھ سے محبت ہو اور نہ مجھے اُس سے ۛ

یو دیزر: "تو اب زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے اس شادی میں اپنی فلاح نظر آتی ہے اور میں بھی عزت کی وجہ سے انکار کی جرات نہیں کر سکتا تو آج ہی رات کو اس سہرا سے طے کر لوں گا۔ اور کس ہی تم دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ اس کام کو کرنا ہے تو جلد ہی کرنا چاہیے۔" میننہ: "میری باتوں سے آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا کہ میرے دل کو عثمان بن ابی لیعلہ کے ساتھ کیسا لگاؤ ہو گیا ہے۔ لیکن اس پر بھی اگر آپ کے نزدیک مصلحت نہ ہو۔ یا آپ خوشی سے اجازت نہ دیں تو میں اپنے دل کو روکوں گی۔ اور وہی ہو گا جواب کہیں تھے۔"

یو دیزر: "میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ میرے خیالات بدل گئے۔ اور صاف نظر آ رہا ہے کہ میرا اور تیرا دونوں کا نفع اسی میں ہے۔"

اس گفتگو کے بعد یو دیزر اپنے پرائیوٹ کمرے میں گیا۔ اور میننہ عثمان بن ابی لیعلہ کے پاس آ کے بیٹھ گئی۔ اُس کی سلیان بھی یہیں تھیں بلشیر یا اپنی شاہزادی کی صورت دیکھتے ہی کہنے لگی "حضور کمان جا کے بیٹھ رہی تھیں؟ آپ کے سمان بار بار یاد کرتے تھے۔ اور ہم پر تاکید تھی کہ جہاں ملین ڈھونڈھ لاؤ ۛ

میننہ: "اباجان کی باتوں میں دیر ہو گئی۔ اُن سے بہت کچھ کہنا سننا تھا ۛ

اس وقت نہ ریکانہ تھی اور نہ کوئی اور ترجمہ کرنے والا پاس تھا اور اس کا بالکل اندیشہ نہ تھا کہ اُن کی زبان سے جو کچھ نکلے گا فاتح قائد عرب کی سمجھ میں آ سکے گا۔ اس لیے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے سلوریا نے پوچھا "تو پھر کیا طے ہوا؟ اور حضور کب واپس نہیں گئی؟"

میننہ: "اباجان نے منظور تو کر لیا۔ مگر خوش نہیں معلوم ہوتے۔"

سلوریا: "اس رشتہ سے ظاہر میں تو کوئی بھی خوش نہ ہو گا۔ لیکن ایک طرف تو مجبوری ہے اگرچہ یہ کہتے ہی بہن کہ زبردستی نہ کریں گے۔ مگر یہ فقط دکھانے کا غلاف ہے۔ دوسری طرف ان سے دوستی اور یگانگت ہو جانے میں ہماری سلطنت کا فائدہ

کتنا بڑا ہے کیا ان باتوں کا وہ نہیں خیال کرتے؟
 منہ نہ: اسی خیال سے تو مجبور ہو کے راضی ہوئے ہیں؟
 پلشیریا: کچھ تو بس یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ اپنے دین میں کس قدر مضبوط ہیں؟
 منہ نہ: میں اپنا دین تو ہرگز نہ چھوڑوں گی؟ مسیح کو چھوڑ کے میں محمد (صلعم) کی پرستش
 نہیں کر سکتی؟

پلشیریا: تو شاید ہی ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مجھے اسید ہے کہ آپ اپنے اثر سے
 اپنے دو گھلا کو بھی عیسائی بنالیں گی؟

منہ نہ: چاہتی تو یہی ہوں اور اس کی کوشش بھی کروں گی؟
 فلاویا: اور آپ کا ان پر اثر اس قدر ہے کہ آپ کے کہنے سے باہر نہ ہوں گے؟
 پلشیریا: اسی لیے تو کہتی ہوں کہ یہ تو ثواب کا کام ہے (فلاویا سے) چلو کل صبح کو ہم
 سب بادشاہ کو سمجھا کے راضی کر لیں۔

منہ نہ: راضی تو وہ اب بھی ہیں۔ مگر انھیں خوش کرنا ہے؟
 پلشیریا: ہم خوش بھی کر لیں گے؟

اتنے میں ریحانہ آگئی۔ اور اس گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ دوسرے دن عثمان
 ابن ابی سیدہ نماز پڑھ کے بیٹھا تھا۔ کئی سرداران عرب صحبت میں تھے اور اس امر میں
 گفتگو ہو رہی تھی کہ فوج کے لیے کس قدر دیرپہ بودیزے طلب کیا جائے۔ اور اس کے
 ذمہ کس قدر سالانہ خراج واجب الادا کیا جائے۔ تھوڑی دیر تو بدل میں طے ہو گیا
 کہ فوج کے لیے کم سے کم پانچ لاکھ اشرفیان مانگی جائیں اور پچاس ہزار اشرفیان کا خراج سالانہ
 مقرر ہو۔ اتنے میں لیث بن خطلہ الفہری آگیا۔ اس کے دیکھو ہی عثمان نے کہا۔ خوب لے۔ اس وقت ہمارے
 ہونے کی ضرورت تھی۔ ہم نے فوجی نذرانہ کے بابت پانچ لاکھ اور سالانہ خراج کی پچاس
 ہزار اشرفیان تجویز کی ہیں۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

لیث: میرے نزدیک تو یہ رقم کم ہے۔ لیکن آپ ہی مناسب سمجھتے ہیں تو مضائقہ نہیں
 لیکن میں اس وقت یہ عرض کرنے کو حاضر ہوا ہوں کہ ابھی ابھی دریائے غرونہ کے
 کنارے سے خلعت بن عباس الخمری کا قاصد خط لے کے آیا ہے۔ اور بیان کرتا ہے
 کہ وہ دریائے غرونہ کے اس پار اتر آئے ہیں۔ اور تو سیدو دس فرسخ پر پہنچے ہیں۔

وہ کل حملہ کریں گے؟ عثمان نے فوراً قاصد کو بلوا کے خط لیا۔ اُسے کھول کے پڑھا۔ اور کہا "خلف نے بڑی بہادری سے کام لیا۔ ہمارے برابر ہی وہ بھی آپہنچا۔ ہم سے اُس سے توسیع ہی میں لینے کا وعدہ تھا نہ؟ خیر اب صلح ہو گئی تو یہاں سوتیرم میں آکے ملے گا؟" لیٹ نہ اگر آپ کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو اُسے توسیع پر قبضہ کر لینے دیجیے۔ یوڈیز یہاں آیا ہوا ہے۔ بڑی غالیہ میں کوئی فوج جمع کر کے بھیجنے والا موجود نہیں ہے۔ اور کوئی طاقت کی ساری سپاہ ادھر ادھر منتشر پڑی ہے۔ موقع بہت اچھا ہے۔ اسی سلسلہ میں اُس شہر پر بھی قبضہ ہو گیا تو پھر ان لوگوں کو کہیں قدم جمائے کا موقع نہ ملے گا؟

عثمان "لیکن اب لڑائی روک دی گئی ہے تو ایسی بد عمدی نہ کرنی چاہیے۔ تاہم میں غور کر کے جواب دوں گا۔"

اتنے میں خبر آئی کہ شاہ یوڈیز امیر انجیش عثمان سے ملے کو آتا ہے۔ عثمان نے اُٹھ کے دور تک استقبال کیا۔ تعظیم و تکریم سے لاکے بٹھایا۔ اور اپنے اُن سرداران فوج سے ملایا جو صحبت میں حاضر تھے۔ ریحانہ بھی مترجم کی خدمت ادا کرنے کے لیے حاضر ہو گئی اور باہمی سوال و جواب کا ذریعہ بنی۔ تھوڑی دیر کے بعد یوڈیز نے تنہا لینے کی خواہش کی اور تنہا ہی ہو گیا۔ سب لوگوں کے اُٹھ جانے کے بعد عثمان نے کہا "میں خود ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والا تھا۔ ابھی ابھی مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہمارا ایک سردار فوج خلف بن عباس جو زبونہ سے فوج لے کے شمال کے شہروں پر قبضہ کرتا ہوا آ رہا تھا دریا سے غرونہ سے اتر چکا ہے۔ اور کل تک شہر توسیع کا محاصرہ کر لے گا؟"

یہ سنتے ہی یوڈیز کا چہرہ اتر گیا۔ اور اندوہ لینی کی وضع سے بولا "تو کیا میں یہاں اسی لیے بلایا گیا ہوں کہ بڑی غالیہ واپس جانے کے قابل بھی نہ رہوں؟ میں یہاں گھر کے پکڑ لیا جاؤں؟ اور دھوکے دھوکے میں توسیع اور بڑی غالیہ پر قبضہ کر لیا جائے؟"

عثمان "اندامت کے ساتھ" اس کا تو خیال بھی نہ کیجیے کہ ایک عرب سے کسی قسم کی مذاہار ظاہر ہوگی خلف کو التوائے جنگ کی خبر نہیں ہے۔ اور جس وقت یہاں سے حکم جائے گا وہ فوراً حملہ سے باز جائے گا؟"

یوڈیز "تو کب یہاں سے حکم جائے گا؟ جب وہ توسیع پر قبضہ کر چکے گا؟"

عثمان "اس کا قاصد اسی لیے روک لیا گیا ہے۔ آج ہی میرا حکم لے کے جائے گا۔ اور خلف
یہیں آ کے آپ سے ادب و تعظیم کے ساتھ ملے گا۔"

یوڈیز "تو جلد ہی بھیجے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ان کی رعایا پر کوئی ظلم ہو جائے۔"
عثمان "ابھی بھیجتا ہوں۔ میں تو اب تک حکم بھیج چکا ہوتا مگر مناسب معلوم ہوا کہ شہر لاکھ
صلح طے ہو جائیں تو ایک ہی ساتھ اسے تمام امور کی خبر دوں۔"

یوڈیز "اور اسی لیے میں اس وقت آیا ہوں۔ پہلے یہ بتائیے کہ فوج کے نذرانے میں آپ کس قدر
رقم چاہتے ہیں؟"

عثمان "آپ کو کس قدر روپیہ دینے میں آسانی ہوگی؟"
یوڈیز "ملک تباہ ہو رہا ہے۔ خزانے میں کچھ ہے نہیں۔ جو کچھ دینا پڑے گا اسی تباہ شدہ
رعایا سے جبراً وصول کیا جائے گا۔ میں تین چار لاکھ اشتریفوں سے زیادہ نہ دے سکوں گا۔"

عثمان "میں نے سرداران فوج کو پانچ لاکھ پیراضی کیا ہے۔"
یوڈیز "خیر آپ کی خوشی ہے تو پانچ ہی لاکھ کی رقم فراہم کر دی جائے گی۔ اور سالانہ
خراج آپ کس قدر مانگتے ہیں؟"

عثمان "میں تو شاہزادی کے خیال سے کچھ بھی نہ مانگتا مگر خلافت کو اطمینان دلانا ہے۔
آپ کس قدر آسانی سے ادا کر سکیں گے؟"

یوڈیز "زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ اشتریفیاں۔"
عثمان "میں نے اس سے بھی کم یعنی صرف پچاس ہزار تجویز کی ہیں۔"

یوڈیز "نہایت نہربانی و عنایت۔ میں اسے خوشی کی اور شکریہ کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔
اب صرف مینہ کی شادی کا معاملہ باقی ہے۔ اس میں اگرچہ ہمارے مسیحی شہروں میں میری
بدنامی اور رسوائی نظر آتی ہے مگر اسے بھی میں خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ لیکن ایک
شرط ہے؟"

عثمان "وہ شرط بھی ارشاد ہو۔"

یوڈیز "ہم سے آپ سے یہ معاہدہ ہو جائے کہ ہمارے ملک پر فرانسیسی مسیحی حکمرانوں
میں سے کوئی حملہ کرے یا ہم ہی کسی دشمن پر چڑھائی کریں تو عربی لشکر پوری قوت
سے ہمارا ساتھ دے اور ہماری مدد کرے۔ تاکہ آپ کی مدد سے میں سارے فرانس کا

بادشاہ ہو جاؤں؟

عثمان "اس کی مین ذمہ داری کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ آپ کا ساتھ دوں گا۔ اور میرا سارا لشکر آپ کے جھنڈے کے نیچے ہو گا؟

یودیز "بس اب مجھے کوئی عذر نہیں۔ منینہ خود بھی راضی ہے۔ اس لیے مہربانی کر کے اسی وقت معاہدہ لکھ کے ہم دونوں دستخط کر دیں۔ اور اس کی ایک ایک نقل مرتب کر کے آپ اپنے قبضے میں کر لیں۔ اس کے بعد آج ہی رات کو گرجے میں شادی ہو جائے؟

عثمان "معاہدہ میں اسی وقت مکمل کیے دیتا ہوں۔ مگر شادی گرجے میں نہیں ہو سکتی ہوگی۔ اور اسلامی اصول کے مطابق ایجاب و قبول ہو گا؟

یودیز "اگر آپ کی یہ خوشی ہے تو مجھے اس میں بھی عذر نہیں؟

اس قرارداد کے مطابق اسی وقت اچھے خوشنویس بلوائے گئے۔ فرانسیسی اور عربی

زبانوں میں معاہدہ لکھا گیا۔ جس پر دونوں فریقوں نے دستخط کیے۔ تمام امراء

عرب و فرانس جو موجود تھے ان کی گواہیاں لکھوائی گئیں۔ اس معاہدے کے مکمل ہوتے

ہی یودیز اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا "اب آپ شادی کی تیاریاں کریں۔ میں آج

ہی رات کو عقد کر دوں گا۔ اور ایک ہفتہ کے اندر آپ کو نذرانے اور ایک

سال کے خراج کی رقمیں وصول ہو جائیں گی؟

یہ کہہ کے یودیز چلا گیا۔ اور عثمان نے خلف بن عباس کے قاصد کو اس مضمون

کا خط دے کے واپس کیا کہ "اب سلطنت اکوئی طانی سے ہم سے صلح ہو گئی ہے۔

لہذا لڑائی موقوف کی جائے۔ اور تم مع اپنے لشکر کے سو تو مین آ کے مجھ سے ملو تاکہ

ہمارے کو ان کی کارگزاری کا انجام دیا جائے؟

قاصد کے جانے کے بعد عثمان نے ریحانہ سے کہا "آج شاہزادی منینہ آئیں اجاؤ

اور انھیں فرصت ہو تو بلالائے وہ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد شاہزادی منینہ کی

سیلیوں نے آ کے شادی کے طے ہو جانے پر مبارکباد دی۔ اور کہا "اب شاہزادی

شادی کے بعد آپ سے ملیں گی؟

عثمان "تو آج کل ان ہجرو فرات کی تکلیف میں کٹے گا، مجھے یہ معلوم ہوتا تو شام

سے پہلے ہی ان باتوں کو انجام دے لیتا؟

ہیلینا : انتقام میں بھی لطف ہے۔ آج کا مبارک دن شادی کے اہتمام اور انتظام میں صرف کیجیے۔ بغیر ہجر کے وصال میں مزہ نہیں ہے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اتنا بھی انتظار نہ کرنا پڑے اور وصل ہو جائے؟

عثمان بن سعید ہیلینا سے یہ سن کے خاموش ہو رہا۔ اور اپنے افسردہ اور دوستوں کو حکم دیا کہ شادی اور دعوت کا سامان کریں۔ دن گرجو شادی اور ہر قسم کی آراستگی اور محفل عقد کی تیاریوں میں صرف ہو۔ بعد مغرب عثمان نے پڑتکلف کپڑے پہنے۔ اور دوسو مغرب سوے کے پُرتکلف جلوس سے اُس قہر زنگار میں گیا جس میں دُھن کی طرف سے استقبال و دعوت کا سامان کیا گیا تھا۔ خود یو دیز کی وکالت سے قاضی ابو ساعد غولانی نے جو عساکر اسلام کے قاضی تھے ایجاب و قبول کے بعد خطبہ نکاح پڑھا۔ مبارک سلامت کا غل ہوا اور سنت رسالت کے زندہ کرنے کے لیے چھوہارے جوڑی جو تھو سے فراہم کیے گئے تھے حاضرین میں لٹائے گئے۔

اس شادی نے عثمان اور یو دیز میں تعلقات قرابت کے ساتھ ایسی کجی تھی اور ہم آہنگی پیدا کر دی کہ عرب کا حسن پرست سپہ سالار فرانس کی زندہ دل رعایا میں یو دیز سے بھی زیادہ ہر دلفریز تھا۔ اُسے سو تیوم جوش و خروش سے اس کی دعوتیں کرتے جن میں نہ نون و دھار و دھن جاتے اور لوگ انھیں تپے خلوص اور نہایت ہی تعظیم و تکریم سے سرون پر بٹھاتے۔

شادی کے پانچویں دن صبح کو عثمان بعد غسل و نماز اپنی مہجین بی بی کے پاس بیٹھا تھا اور اُس کی انیسویں جلیسین اور شوخ ادا خواہین گھیرے ہوئے تھیں اب وہ بھڑکی بہت فرانسیسی زبان بھی سمجھنے لگا تھا اور بغیر کسی ترجمان کے دُشٹے پھرتے الفاظ میں اپنا مطلب نکال لیتا۔ شکستہ الفاظ میں کہا "سو تیوم پر اب ہماری فوج کا بار پڑ رہا ہے۔ پچاس ہزار سے زیادہ لشکر پڑا ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ میں ان سب کو اندلس میں واپس لے جاؤں؟"

فلانویا : اب آپ ہماری شاہزادی کو چھوڑ کے کہاں جاسکتے ہیں؟ سب سپاہیوں کو یہیں سے حکم دے دیجیے کہ واپس چلے جائیں۔

عثمان : یہ غیر ممکن ہے۔ مجھے خود واپس جاکے والی اندلس کو اس مہم کی کیفیت

بتانا ہے؟

فلاویا: "جو تو سمجھتے تھے کہ آپ شاہزادی کے ساتھ جا کے ہنی مون کا سہنہ بند ہی غار میں بسر کریں گے۔ مگر آپ اُلٹے گھر جانے کو کہتے ہیں؟"

عثمان: "ہنی مون کیا ہے؟"

فلاویا: "اے ہے کیا ہنی مون آپ کے وہاں نہیں ہوتا، شادی کے بعد پہلے چاند چھو دو، لہذا وہاں کسی نہایت ہی دلچسپ اور خاموش مقام میں رہتے اور ایک دوسرے کی صحبت سے لطف اٹھاتے ہیں۔ اسی چاند کو ہنی مون کہتے ہیں؟"

عثمان: "طریقہ تو لطف کا ہے۔ شادی کی اور سب رسمیں تو عربوں کے طریقے سے ہوئیں مگر سیون کی اس رسم کو میں ضرور ادا کروں گا۔ لیکن میرا ہنی مون پرستہ کی وادیوں اور مرغزاروں میں ہوگا؟"

فلاویا: "تو پھر انتظار کس بات کا ہے؟"

عثمان: "خلف بن عباس قوسیو سے آجائے تو اسے اپنے ساتھ لے کے واپس ہوا ہوں اسے، نون میں بادشاہ وہ رقم بھی بھیج دیں گے جس کا فوج والے انتظار کر رہے ہیں؟"

اس جواب پر سب خاموش ہو رہے اور یہ خبر یوں کو پہونچ گئی جس پر آئی کشیر القدر فوج کی رسید رسائی کی وجہ سے ایک آفت نازل ہو رہی تھی۔ دوسرے ہی دن اس رقم مطلوبہ فراہم کر کے بھیج دی۔ اور اتفاقاً اسی وقت خلف بن عباس بھی اپنے بیٹے ہزار لشکر کے ساتھ آگیا۔ اور عثمان تمام سرداران عرب کو جمع کر کے انعام تقسیم کرنے میں مصروف ہوا۔ لیکن اب شہر والوں پر بجا سے پچاس ہزار کے اسی ہزار فوج کا بار پڑ گیا تھا جو بالکل ناقابل برداشت تھا۔ باپ کو مصیبت میں دیکھ کے شاہزادی ضیہ نے دوسری شب کو تہائی میں موقع پا کے عثمان سے کہا "ہنی مون نہ ہونے سے میں اپنی قوم میں رسوا ہو رہی ہوں۔ مجھ میں اور ایک لونڈی میں کیا فرق ہے؟ یہی ہنی مون کا امتیاز تھا تو اس کا آپ کو خیال نہیں؟"

عثمان: "میں سنی مون کو اس قدر ضروری نہیں جانتا تھا۔ اچھا تو کل ہی بیان سے کوچ کر کے ہم شہر اباب میں چلیں گے جہاں کی بہار دیکھنے کے قابل ہے۔"

منینہ "مین آپ کو ایک ایسی بہار کی جگہ لے چلون گی جس کے سامنے الباب باپیر کے کسی مرغزار کی اصل و حقیقت نہیں۔ آپ میرے ساتھ اسی پہاڑ کے اندر شہر اتوس میں چلیں اور نہر نیوی بہار دیکھیں۔ اُس سے زیادہ بہار کی جگہ ساری دنیا میں نہ ہوگی۔ اور اُدھر ہی سے ہسپانیہ کو سیدھا راستہ بھی گیا ہے۔"

عثمان "اچھا تمھاری خاطر سے میں وہیں چلون گا۔ مگر ایک شرط ہے۔ جس وضع میں تم نے پہلے پہل موسم بہار کی ملکہ اور حسن کی ایمان شکن دیوی بن کے میدان جنگ میں مجھ اپنا جلوہ دکھایا تھا اسی وضع میں ایک بار اور جلوہ دکھا دو۔ پھر حرکت کوگی بے غدر اُس کے کرتے کو تیار ہو جاؤں گا۔"

منینہ "اگر تمھیں ایسا ہی شوق ہے تو وہ جلوہ بھی دکھا دوں گی۔ مگر وہیں چل کے اُس وضع کے لیے اُس سرزمین سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔"

عثمان "تو کل بہار اسی طرف کوچ ہو گا۔ میں اپنے تمام سرداران فوج کو اسی وقت روانگی کا حکم دیے دیتا ہوں۔ تم بھی مع اپنی سہیلیوں کے تیار ہو جاؤ۔" راتوں رات سفر کی تیاریاں ہو گئیں۔ اور دوسرے دن عثمان ابن ابی سعید نے اپنے سسرے شاہ یوز اور دیگر معززین شہر سے رخصت ہو کے جنوب کی راہ لی۔ لیٹ کو ایک ہزار منتخب آدمیوں کے ساتھ اپنے ساتھ لیا۔ باقی فوج کو حکم دیا کہ ابو عامر کے ساتھ الباب ہوتی ہوئی اسپین واپس جاے۔ اور سب لوگوں کو واپسی کی اجازت دیدی۔ اور خلف بن عباس کو نہر بونہ واپس جانے کی اجازت ملی۔ غرض ایک ہی دن میں سو تو م اس عظیم الشان لشکر سے خالی ہو گیا۔

سوطھوان باب

انجام بد کے آثار

اب ہم ان سب لوگوں کو بہین چھوڑ کے اُنڈس کے دارالسلطنت شہر قرطبہ میں آتے ہیں جو عبدالرحمن بن عبدالکلی کی خوش تدبیری اور اُس کی زبردست حکومت کی وجہ سے نہایت ہی بارونق اور ان آفاق خوش عیش بن گیا ہے۔ عبدالرحمن ملک کا پورا دورہ کر کے اور تمام سرکشوں اور باغیوں کو مغلوب و مقہور کر کے اپنے

دار السلطنت میں واپس آیا ہے۔ اور سارے شہر میں ایک زندہ ولی پیدا ہو گئی ہے۔ اس وقت وہ قصار مات میں بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کے ہم صحبت قاضی ابوالفرح عدی بن زیان۔ محمد بن سلام شیبانی۔ ابوبکر بن کلثوم الطائی۔ عبد الواحد بن عمر بن حارث القریشی اور دیگر اُمراء و سرداران فوج اور اکثر عوام شہر حاضر میں مختلف معاملات میں گفتگو ہو رہی ہے۔ جس میں اکثر مباحث کا خاتمہ امیر حائل کی پیدائش کی خوش تدبیری کے اثبات اور اُس کی تعریفوں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں عبد الواحد نے کہا "الحمد للہ کہ تمام جھگڑے طے ہو گئے۔ اور اب ملک میں ہر جگہ امن ہے۔"

ابو بکر: اگرچہ روز بھی یہاں کے انتظامات کی طرف سے اطمینان رہے تو بہت جلد فرانس پر قبضہ کر لیں۔ ہم جتنی جلدی فوج کر لیتے ہیں اتنی جلدی انتظام نہیں کر سکتے۔ اور ہم میں یہ بڑا عیب ہے کہ بہادر فاتح تو کثرت سے ملتے ہیں مگر خوش تدبیر سلطنت بہت ہی کم ملتے ہیں۔

قاضی ابوسا عدی: اس کمی کو بفضلہ تعالیٰ ہمارے امیر نے پورا کر دیا۔ لیکن فرانس پر قبضہ کرنے کے لیے غالباً دربار خلافت سے منظوری لینی پڑے گی۔ عبد الرحمن: اس کی مطلقاً ضرورت نہیں۔ جہاں کے لیے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ زمین البتہ تیار ہو جانا چاہیے۔ میرا تو ارادہ ہے کہ جس قدر جلد بن پڑے میرے خیر کے ادھر کے ملکوں کو فتح کر لیا جائے۔

عدی بن زیان: عثمان بن ابی یوسف تو اس مہم پر گئے ہوئے ہیں اور وہ بڑے زبردست سپہ سالار اور نامور شجاعوں میں ہیں۔

عبد الواحد: ہاں اس کام کے لیے وہ ہر طرح موزوں ہیں۔ مگر اُن میں بڑا نقصان یہ ہے کہ بہادر ہونے کے ساتھ عیش طلب ہیں۔

عبد الرحمن: مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کوہسار کی بہار دیکھنے اور حبیب عورتوں کی ہم آغوشی کے سوا اور کسی کام میں اُن کا دل نہیں لگتا۔ میں نے انہیں بڑا مستعد اور زبردست قائد خیال کرتا تھا۔ لیکن تجربہ اس کے خلاف ہے۔ اب وہی محمد بن عبد اللہ انھیں نے چند ہی روز میں یہاں کے لوگوں کو خوب پہچان لیا تھا۔ جب انھوں نے عثمان کی

نسبت میرا ہے ظاہر کی تو مجھے یقین نہ آتا تھا۔ مگر اب دیکھتا ہوں تو وہ بالکل سچ کہتے تھے۔
عدی : اب وہ کہاں ہیں ؟ اور کیا کر رہے ہیں ؟ فوج تو ان کی ملک کے لیے برابر یہاں سے
 جارہی ہے ؟

عبدالرحمن : کوئی خانی کے حاکم بودیز سے مقابلہ ہو رہا ہے۔ اُس کے بہت سے شہزاد پر
 قبضہ کر لیا ہے۔ مگر شہر سرگرم پر پہنچ کے خدا جائے کیا ہو گیا کہ وہاں سے قدم
 آگے نہیں بڑھتا۔ بعض لوگ جو وہاں سے آتے ہیں ان کا بیان ہے کہ کسی حسین عورت
 کے پھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور عشق بازی لے جھاؤ بھٹا دیا ہے ؟

عدی : اگر ایسا ہے تو بڑے غضب کی بات ہے۔ اُنھوں نے عربوں کے نام کو
 داغ لگا دیا۔ فوراً انھیں واپس بلا کے کسی دوسرے سردار کو بھیجے۔ جہاد میں جس قدر
 دیر ہوتی ہے اُسی قدر مجاہدوں میں بدولی پیدا ہوتی ہے۔ مجاہدوں کی بسربرد آرائی
 پر ہوتی ہے۔ دو چار روز بھی لڑائی رک گئی تو فاقے کرنے لگتے ہیں ؟

عبدالرحمن : اس کی انھیں پروا نہیں ؟ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ حاجب دربار نے
 ایک نئے شخص کو لاکے اس تقریب کے ساتھ پیش کیا کہ "انھیں حاکم زبونہ خلف بن
 عباس خزاعی نے ایک ضروری اور رازداری کا خط دے کے بھیجا ہے۔ اور تاکید کر دی
 ہے کہ حضور کے سوا اور کسی کے ہاتھ میں نہ دیں۔" **عبدالرحمن** نے اس شخص سے سلام علیک
 کر کے وہ خط لیا۔ اور زبانی پوچھا "خلف کہاں ہیں ؟ اور ہماری فوجیں اب کہاں تک پہنچیں
 قاصد" خلف نے زبونہ جاتے وقت طولوس سے یہ خط بھیجا ہے۔ اور عسا کر اسلام آ
 واپس آ رہے ہیں۔ بشکنش میں سب لوگ پہنچ گئے ہوں گے ؟

عبدالرحمن : واپس! واپسی کی کیا وجہ ؟ خیر شاید خط سے معلوم ہوئے یہ کہہ کے
 خط کھول کے پڑھنے لگا۔ خط پڑھتا جاتا تھا اور چہرے کی رنگت بدلتی جاتی تھی۔ آخر
 پڑھتے پڑھتے خط ہاتھ سے رکھ دیا اور قاضی ابوالفرج کی طرف دیکھ کے کہا
 "عثمان بن ابی سیدہ کو میں عیش پرست جانتا تھا مگر یہ گمان بھی نہ تھا کہ وہ دشمن
 اسلام ہو جائے گا ؟"

یہ الفاظ سنتے ہی تمام حاضرین دربار چو کنا ہو گئے۔ سب گھبرا گھبرا کے امیر
عبدالرحمن کی صورت دیکھنے لگے۔ اور آخر یہاں تک بے صبر ہوئے کہ قاضی ابوالفرج

نے پوچھا "کیا وہ مرتد ہو گیا؟"
عبدالرحمنؓ: "مرتد ہو جاتا تو مجھے اتنا ملال نہ ہوتا۔ افسوس وہ مسلمان ہے مگر عیسائیوں کا غلام۔"

عبدالواحدؓ: "حضور کچے ارشاد فرمائیں کہ اُنھوں نے کیا کیا؟"
عبدالرحمنؓ: "سینے۔ یہ خط خلف بن عباس الخراسانی عامل نربونہ کا ہے جسے حکم دیا گیا تھا کہ اس جہاد میں امیر الجیش عثمان بن ابی یسہ کا ساتھ دے۔ جہاں البرہات کے بار اُترتے ہی عثمان نے اسے لکھا کہ نربونہ سے براہ راست حملہ شروع کر کے شہر قوس میں پہنچے اور آپ دوسری طرف سے روانہ ہو کے مختلف شہروں پر قبضہ کرتا اور کوئی طانی کی فوجوں کو شکستیں دیتا ہوا قلعہ سوتیوم پر جا پہنچا۔ سوتیوم میں دشمنوں کے پاس بہت ہی کم فوج تھی اور ایک ہفتہ سے زیادہ وہ شہر مقابلہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ سارا ملک فتح ہو گیا تھا۔ اور صرف اتنی کسر باقی تھی کہ عثمان سوتیوم پر قبضہ کر کے قوس کی طرف بڑھے۔ یہاں خلف بھی حسب قرار واد آجاتا۔ اور دونوں لشکر اُسے مغلوب کر کے بڑی قافلہ پر حملہ کرتے۔ اور اُس سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا۔ اس نمایاں فتح میں کوئی کسر نہیں باقی رہی تھی۔ فقط ایک سینہ بھر کا اور کام تھا۔ مگر افسوس سوتیوم پہنچتے ہی عثمان کوئی طانی کے بادشاہ یوزیز کی بیٹی پر عاشق ہو گیا۔ اور سارا کما وھرا خاک میں ملا کے رکھ دیا۔"

قاضی ابوالفرحؓ: "یوزیز کی بیٹی ایسی حسین تھی کہ عثمان اندلس کی ماہ و شہر پر ہی جمالوں کو بھول گیا؟"
عبدالرحمنؓ: "اس لڑکی کے بھی عجیب و غریب حالات لکھے ہیں۔"

قاضیؓ: "وہ کیا؟"
عبدالرحمنؓ: "اس کے حسن کا سارے فرانس میں شہرہ ہے۔ حسین ہونے کے ساتھ وہ بہادر اور شجاع بھی ہے۔ چہرے پر نقاب ڈال کے میدان جنگ میں آتی اور مقابلہ کرتی ہے۔ اور جس کسی کو نقاب اُلٹ کے اپنا چہرہ دکھا دیتی ہے غش بھگائے کر چڑتا ہے۔ یہی ساجرانہ عمل اُس نے عثمان پر بھی کیا؟"
غرض اول سے آخر تک ساری اقدار و صلح کے شرائط و حالات بیان کر کے

عبدالرحمنؑ نے حاضرین سے پوچھا "یہ خلافت اور اسلام کے ساتھ دشمنی ہے یا نہیں؟" سب نے بالافتقار کہا "یہ تھوڑی دشمنی ہے؟ اور ہم کو ایک عربی نژاد قائد فوج سے ایسی امید ہو کہ نہ بھتی؟"

اب عبدالرحمنؑ نے دربار برخواست کیا۔ اور اپنی خلوت گاہ میں جا کے سوچنے لگا کہ اس معاملہ میں کیا کارروائی کرے۔ اسی فکر میں تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن گھر میں خاموش بیٹھا تھا اور عدی بن زیان سے عثمان کے بارے میں مشورہ کر رہا تھا کہ لیث بن حنظلہ انصاری عثمان بن ابی لیسعہ کی ایک تحریر لے کے آیا۔ جسے عبدالرحمنؑ نے بے صبری کے ساتھ لے کے پڑھا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ میں نے نصف کے قریب مملکت اکوئی طانی کو فتح کر لیا تھا کہ شاہ یوویز نے اطاعت قبول کر لی۔ اظہارِ عجز کیا۔ پچاس ہزار دینار سالانہ خراج دینے پر تیار ہو گیا۔ چنانچہ پہلے سال کا خراج وصول کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ صلح کے بعد تمام مفتوحہ ملک واپس کر دیا گیا۔ اور اُس سے صلح کر لی گئی۔ صلح نامہ کی اصلی دستاویز ملاحظہ کے لیے مرسل خدمت ہے۔ اس بادشاہ کی دوستی سے بہن بڑی مدوٹے گی۔ اور اُس کی مدد سے ہم دیگر ملوک فرانس کی فکر و پرہیزا سانی نجات پا ہو سکیں گے۔"

یہ خط پڑھ کے عبدالرحمنؑ نے لیث پر ایک برہمی کی نظر ڈالی اور کہا "تم بھی ایک فوجی اندر اور تجربہ کار سپاہی ہو۔ تم ہی بتاؤ کہ عثمان کو بغیر مجھ خبر کیے اور مجھ سے منظوری لے کر صلح کر لینے کا حق تھا؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ میں حاکم اندلس ہوں۔ اور کوئی معاہدہ بغیر میری منظوری کے کا عدم اور ناجائز ہے؟"

لیث "وہ یہ جانتے ہیں مگر اُنہیں حضور کی نیک نفسی سے امید تھی کہ یہ معاہدہ جو موقع ملے ہی بہتر سمجھ کے کر لیا گیا اُسے آپ منظور فرمائیں گے۔"

عبدالرحمنؑ "یہ تم اُن کی دوستی اور رفاقت کا حق ادا کر رہے ہو۔ مگر عثمان کی سرشت سے میں خوب واقف ہوں۔ اُنہیں سیدی حکومت پسند نہیں ہے۔ اور اپنے آپ کو مجھ سے زیادہ مستحق حکومت خیال کرتے ہیں۔ چند روز تک حکومت کرنے سے اُنہوں نے ولایت اندلس کو اپنا حق سمجھ لیا۔ حالانکہ امیر المومنین کو اختیار

کہ جسے چاہیں موقوف کر دیں۔ اور جسے چاہیں مقرر کریں۔ یہ اسی خیال اور دعویٰ کا نتیجہ ہے جو انھوں نے مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ مگر یہ میری نہیں، بلکہ ان کے حکم کی بے وقعتی ہے۔ بہر حال میں اس صلح کو ایک گڑھی کے لیے بھی جائز نہیں رکھ سکتا۔ اُن سے کہو کہ فوراً یودیز کو گرفتار کر کے پابز بجز میرے پاس بھیجیں۔ اور اُس کے پورے ملک پر قبضہ کر لیں۔

لیث۔ حضور کو اختیار ہے مگر اس میں آپ ہی کے ایک سردار فوج کی بے وقعتی ہو گی۔ اور آئندہ کے لیے عربی معاہدوں کا اعتبار اٹھ جائے گا؟

عبدالرحمن۔ اعتبار اس سے نہیں بلکہ اس قسم کی شہرت پرستیوں سے اور اپنی نفسانی خواہشوں پر اسلام اور خلافت کے حقوق پامال کرنے سے اٹھے گا۔ اور اگر یہ صلح ہمہ جائز رکھا جائے تو جانو کہ اٹھ گیا۔ میں اس معاہدے کو ہرگز نہ مانوں گا۔ اور بان یودیز کی بیٹی منینہ سے جو انھوں نے شادی کی ہے اُس کا حال تو انھوں نے لکھا ہی نہیں۔ تم تو اُن کے ساتھ موجود تھے۔ بتاؤ تو سہی کہ یہ شادی کیسی دھوم دھام سے ہوئی؟ اور منینہ مسلمان ہوئی یا وہ خود عیسائی ہو گئے؟

عبدالرحمن کی زبان سے یہ الفاظ سن کے لیث ایک سٹائے میں آ گیا۔ اور جب دیکھا کہ یہ حالات فرمان رواے ہسپانیہ کو معلوم ہی ہو چکے ہیں تو بولا "یودیز کی بیٹی سے انھوں نے عقد بے شک کیا ہے۔ اور محض اس خیال سے کہ وہ ہمیشہ دولت اسلام کا مطیع و متقا رہے۔ اور اُس کے نصرانی رہنے میں کیا مضائقہ ہے؟ ہسپانیہ صورت سے نکاح کرنا ہمارے شرع میں جائز ہے۔ مگر صلح کو اس عقد سے کوئی تعلق نہیں؟"

عبدالرحمن۔ اسی بات کا امتحان کرنے کے لیے میں انھیں حکم دیتا ہوں کہ فوراً واپس جا کے مملکت اکوئی طانی اور اُس کے دارا سلطنت پر قبضہ کریں۔ اور یودیز کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجیں۔ اس کے جواب میں لیث عاجز تھا۔ اور عبدالرحمن نے اُسی وقت عثمان بن ابی سیعہ کے نام اسی مضمون کا ایک تاکیدی حکم لکھ کے اور اپنی مہر کر کے اُس کے حوالے کیا اور کہا "اس حکم کو تم ہی لے جاؤ۔ اور اگر عثمان کے دوست ہو تو اُن سے اس کی تعمیل کراؤ؟"

وہ یہ فرمان لے کے اُٹے پاؤں واپس آیا۔ اور شہر اُنوس میں عثمان سے ملا جاکر وہ اپنی مشقہ شاہزادی سنینہ کے ساتھ موسم گل کے مزے لوٹ رہا تھا۔ تمام واقعات بیان کیے۔ اور امیر عبدالرحمن کا خط اُس کے ہاتھ میں دیا۔ اُسے پڑھ کے عثمان بہت بگڑا۔ اور کہا "لڑائی کے معاملات کا ذمہ دار میں ہوں۔ عبدالرحمن کو کوئی حق نہیں ہے کہ میرے امور میں دخل دے۔ میں نے صلح کی ہے۔ اور میں نے اپنے دستخط سے یودیز کے ساتھ معاہدہ صلح کیا ہے۔ اس کو کوئی نہیں توڑ سکتا میں اعلیٰ امر فوج اور جنگ و صلح کے معاملات کا ذمہ دار تھا کسی ادنیٰ مسلمان کا معاہدہ بھی جو دشمنوں سے ہو چکا ہو نہیں توڑا جاسکتا۔"

لیٹ۔ اصولاً آپ یہ صحیح فرماتے ہیں۔ مگر اس کا کیا جواب ہے کہ عبدالرحمن نہیں منظور کرتا اور اپنی ضد پراڑا ہوا ہے؟

عثمان۔ یہ کیسے نہ منظور کرے گا؟ میں کھتا ہوں۔ یہ کہہ کے اُس نے اس مضمون کا خط لکھا: "از جانب عثمان ابن ابی سیعہ بر جانب امیر سپانیہ۔ السلام علیکم یا امیر۔ آپ کے حکم کے مطابق میں فوراً کوئی طانی پر حملہ کر دیتا مگر افسوس کہ دولت اسلام سے اور اُس سلطنت سے معاہدہ صلح ہو چکا ہے۔ اور اسلام کے معاہدے ٹوٹنے کے لیے نہیں ہوتے ہیں۔ اگر اس امر میں آپ نے زیادہ اصرار کیا اور کسی قسم کی بے عنوانی ہوئی تو مملکت فرانس میں دولت اسلامیہ کا اعتبار اُٹھ جائے گا۔ والسلام" یہ کہہ کے اپنی مہر کی سادہ ایک دوسرے ڈبی ہوش سردار فوج علقمہ بن سلمہ لٹھی کو دے کے کہا "اس خط کو فوراً امیر عبدالرحمن کے پاس لے جا کے جواب لے آؤ۔ علقمہ اسی دن روانہ ہو کے قرطبہ گیا۔ اور بیسویں دن امیر اندلس کا جو خط جواب میں لایا اُس کا مضمون یہ تھا "میرے نزدیک اس ناجائز معاہدے سے اسلام کو جو ضرر پہونچا ہے اُس سے زیادہ خطرناک یہ ہے کہ سرداران اسلام شہوت پرستی کے جوش میں اپنے قومی اور دینی حقوق کو بھول جائیں۔ میں اس رخنے کو گھڑی بھر کے لیے بھی نہیں برداشت کر سکتا اور مکرر تاکید کرتا ہوں کہ فوراً کوئی طانی میں واپس جاؤ۔ اور اُس سلطنت کو بیخ و بن سے اکھاڑ کے پھینک دو۔"

اب عثمان بالکل بے دست و پا تھا۔ کچھ بنائے نہ بنتی تھی کہ کیا کرے۔

اور کیونکر اپنے معاہدے کے خلاف بے وجہ و سبب پھر اسی ملک پر یورش کر دے جس سے ابھی ابھی صلح کیے چلا آتا ہے؟ اور جس سے تعلقات قرابت پیدا ہو گئے ہیں؟ آخر اپنی وضع کے خلاف ذلت و عاجزی گوارا کر کے اُس نے عبد الرحمن کو پھر ایک خط بھیجا۔ اور نہایت ہی لجاجت و ادب سے لکھا "میں تسلیم کرتا ہوں کہ بغیر آپ سے اجازت لیے صلح کر لینے میں غلطی کی اور وعدہ کرتا ہوں کہ پھر ایسا قصور نہ ہو گا۔ لیکن اس گزشتہ قصور کو معاف کر کے میری غلطی کو نباہ دینا آپ کا اخلاقی فرض ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے دشمنوں اور جوار کی سلطنتوں کی نظر میں ذلیل و خوار نہ کریں گے۔ اور میری اس عاجزانہ درخواست کو قبول فرمائیں گے۔"

اُسے یقین تھا کہ عبد الرحمن اس درخواست کو ضرور قبول کرے گا۔ مگر انیسویں روز خلافت امید جو جواب ملا یہ تھا کہ "میرا حکم نہیں بدل سکتا۔ اس کی بے عذر اور لاتاخیر تعمیل ہونی چاہیے۔ قصور معاف کیا جاسکتا ہے مگر قصور سے جو ناگوار نتائج ظاہر ہوئے ہیں وہ نہیں برداشت کیے جاسکتے۔ آئندہ مراسلت میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔ اگر اسی مہینہ کے اندر تم کوئی طانی پر حملہ آور نہ ہوئے تو میں کسی دوسرے سپہ سالار کو روانہ کروں گا جو سارے انکوئی طانی میں خون کی ندیاں بہا دے گا۔ اور یو دیز کے ساتھ تمھیں بھی پابز بچیر میرے سامنے حاضر کرے گا؟"

یہ آخری خط تھا جسے پڑھ کے عثمان سوچ میں پڑ گیا۔ اور غور کرنے لگا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔

سترھواں باب

دیندار و قوم پرست عاشق

اب عثمان کا نہ شہر انوس کے چمن میں دل لگتا ہے اور نہ گل پیر جن قلم ہاے پیرے نیز کی گھاٹیوں میں۔ نہ نہر تیز کی لہریں اُس کلاں بہلاتی ہیں نہ نسیم جن کے زندگی بخش جھونکے۔ شب و روز اسی فکر میں رہتا ہے کہ کیا کروں۔

اگر لڑائی چھڑتا ہوں تو مجبوراً ماہ طلعت سے کیونکر چار آنکھیں کروں ؟ اور شاہ یودیز کو کیا صورت دکھاؤں ؟ بار بار دل میں آتی کہ شاہ یودیز کو ان تمام واقعات کی خبر کر دے مگر جرات نہ ہوتی۔ یہاں سے بھاگ جانے کا قصد کرتا مگر خیال آتا کہ ولد ارنا ز آفرین کو اس بہار کے موسم میں گلزار پرے نیز سے نکال کے دور لیجانا پھل کی کو پانی سے جدا کرنا ہے۔ مہینہ اُس کی ان فکروں کو دیکھتی تھی اور خاموش ہو جاتی۔ آخر ایک دن پھولوں اور چمنوں کی سیر میں اُسے ملول و حزین دیکھ کے بولی۔ "میں کئی دن سے دیکھ رہی ہوں کہ اب میری صحبت میں تمھارا دل نہیں لگتا۔

مجھ سے تمھاری ولداری میں کوئی قصور ہوا ہے یا تمھارا ہی جی عیش و نشاط سے بھگ گیا ہے؟ اس سوال پر عثمان اور پریشان ہو گیا۔ چاہا کہ بہ ظاہر آپ کو خوش اور لباشاد رکھا کے ٹال دے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ جو جو ٹالنے کی کوشش کرتا چہرہ اور اُترتا جاتا۔ اور حسرت ناک چہرے پر مایوسی کے آثار ظاہر ہوتے جاتے۔ اور آخر اپنی کمزوریوں سے غور ہی مغلوب ہو کے بول "شاہزادی میں یہ ہے کہ میں نہایت پریشان ہوں۔ نہ آپ نے میری ولداری میں کمی کی ہے اور نہ آپ کے باغ میں کسی بہار سے کسی کا دل بھر سکتا ہے۔ مگر ہشتی ان تمام نعمتوں اور سارے لطفوں کو بے مزہ کر رہی ہے۔ مہینہ۔ (تعجب و حیرت سے) "آخر کیوں ؟ اور اس بد قسمتی کا سبب کیا ہے ؟ عثمان۔ "آہ ! شاہزادی میرا دل صد چاک کسی طرح نہیں گوارا کرتا کہ اپنے غموں سے آپ کے نازک دل کو صدمہ پہنچاؤں گا۔ مجھے میری بد نصیبی میں مبتلا رہنے دیجیے

اور نہ پوچھیے کہ یہ اندوہ و ملال کیوں ہے ؟ مہینہ۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔ میں تمھاری غم گسار ہوں۔ اور اسی لیے ہوں کہ تمھارے رنج و راحت میں شریک ہوں۔ خدا کے لیے کچھ تباہ تو رہی کہ یہ کیا آفت اُٹھ کر رہی ہوئی۔ تم کو خدا نے صبر و تحمل دیا ہے مگر میں بے صبر ہوں۔ اور اتنی برداشت کی طاقت نہیں رکھتی ؟

عثمان۔ "اسی لیے کہتا ہوں کہ ۴ نہ سنو میری داستان نہ سنو۔ مہینہ۔ "نہیں۔ میں سنوں گی بد تمھیں سنا نا پڑے گی۔ اب شادی کے بعد تمھیں حق نہیں ہے کہ مجھے اپنے رنج و الم میں نہ شریک کر دو۔ اب میری لذت و مسرت ہی ہے کہ

کہ تمہارے غم میں شریک ہوں ؟

عثمان : افسوس شاہزادی تم نہیں مانتیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے آغوش عیش میں پلے ہوئے دل کو کوئی خفیف سا بھی صدمہ پہنچے۔ لیکن تمہارے حکم کے خلاف بھی نہیں کر سکتا۔ اصل یہ ہے کہ والی اندلس میرا دشمن ہو گیا ہے۔ اور جو معاہدہ تمہارے والد سے کر چکا ہوں اُسے کسی طرح منظور نہیں کرتا۔ تاکید پر تاکید علی آتی ہے کہ پھر پڑھائی کروں۔ اور شاہ یودیز کو گرفتار کر کے قریطہ روانہ کر دوں۔ اور یہ اب میرے امکان سے باہر ہے۔ اور انجام یہ ہو گا کہ ہسپانیہ کی فوجیں میرے مقابلہ پر آئیں گی۔ اور پھر اُس کے بعد جو نتیجہ ہو ؟

یہ سن کے سفینہ دیر تک سوچتی رہی۔ پھر بولی "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم آبا جان کے ساتھ مل کے مسلمانوں سے لڑو اور تمہاری بہادری سے امید ہے کہ ہمارے سپاہی بہادری سے مقابلہ کریں گے ؟"

عثمان : جس طرح یہ غیر ممکن ہے کہ میں تمہارے والد سے لڑوں اُسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ میں تمہارے والد کی طرف سے عربوں کا مقابلہ کروں۔ اور اگر اس لیے غیرتی کو گوارا کر بھی لوں تو کچھ نتیجہ نہ ہو گا ؟

سفینہ : اچھا تو آبا جان کو خط بھیج کے بروسی غار سے سیان بلالو۔ اور اُن سے مشورہ کرو۔ وہی کوئی تدبیر نکالیں گے ؟

عثمان : اب اس کا بھی وقت نہیں رہا۔ جب تک وہ بیان آئیں آئیں ہسپانیہ کا لشکر بیان آپہنچے گا۔ مگر میں انہیں اس کی اطلاع کیے دیتا ہوں ؟ یہ کہتے ہی بارغ سے مکان کے اندر جا کے یودیز کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا "معزز شاہ یودیز۔ میں نے آپ سے جن شرائط پر صلح کی ہے افسوس اُن کو والی ہسپانیہ نہیں مانتا۔ اور سواراٹی جاری رکھنے کے کوئی بات نہیں منظور کرتا۔ میں نے بہت سمجھایا۔ عاجزی و ذلت گوارا کر کے اُس سے التجا کی کہ اب اس جھگڑے کو دور کرے۔ مگر وہ نہیں مانتا۔ اور لڑائی ہی پرتلا ہوا ہے۔ اور اگر میں اس میں ذرا بھی تامل کروں تو مجھے بھی قتل کی دھمکیاں دیتا ہے۔ اب اُس نے اس کا بھی موقع نہیں باقی رکھا کہ عذرات پیش کیے جائیں۔ اور غمغریب اُس کی فوجیں اس ہم پر

چل کھڑی ہوں گی۔ جو شاید سب سے پہلے مجھ پر حملہ کریں۔ مگر میں نے عہد کر لیا ہے کہ اُس کے حکم کی تعمیل کروں گا اور نہ اُس معاہدے کو توڑ دوں گا جو آپ سے کر چکا ہوں۔ چاہے کوئی میرا سر بھی اڑا دے یہ نہ ہو گا کہ آپ کے خلاف تلوار اُٹھاؤں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اپنی قوم سے بغاوت کر کے خود اُس کے مقابلے کے لیے تیار ہوں۔ بہر حال میرا چاہے جو انجام ہو اور جو واقعات پیش آئیں میں اُن کو ایک شریف بہادر کی طرح صبر و سکون سے برداشت کروں گا۔ لیکن آپ کو مطلع کیے دیتا ہوں کہ عربی فوج آپ کے ملک پر آیا ہی چاہتی ہے اپنی حفاظت کا جو انتظام ہو سکے پیچھے اور میری فکر نہ کیجیے۔

آپ کا خادم عثمان

یہ خط لکھ کے اُس نے منینہ کو سنایا۔ اور کہا ”بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کو لے کے تم خود چلی جاؤ اور ان آفتوں سے محفوظ رہو جو مجھ پر آنے والی ہیں۔ اس لیے کہ عبد الرحمن کو مجھ سے عناد ہے۔ اور سب سے پہلے وہ میری جان کا خرابا بن ہو گا۔“

منینہ۔ (نہایت حسرت کے ساتھ) ”میں ساتھ چھوڑنے کے لیے تمہارے پاس نہیں آئی ہوں۔ اب تو جو مصیبت آئے گی ہم دونوں پر آئے گی۔ اور جو تمہارا حشر ہو گا وہی میرا بھی ہو گا۔“

عثمان ”شاہزادی! آہ! اتنی با وفانہ بنو کہ مجھے بھی گوارا نہ ہو۔ میری خوشی اور مسرت تک میرا ساتھ دو۔ اور مصیبت میں مجھ سے الگ ہو جاؤ۔“

منینہ ”مجھ سے اس کی امید نہ رکھو۔ تم جانتے ہو کہ میں نے بڑے بڑے فرمان رواؤں اور بادشاہوں کو بھی اُن کے پیام شادی نامنظور کر کے مایوس کر دیا۔ اور یہ صرت اس لیے تھا کہ چاہتی تھی جس کی ہوں بس اُسی کی ہو جاؤں۔ اور اب تمہیں اختیار کیا ہے تو یہ سمجھ کے اور دل سے عہد کر کے کہ تمہارے سوا کسی کی صورت نہ دیکھوں گی۔ تمہاری زندگی تک زندہ ہوں اور تمہارے مرنے میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ یہ خط اباجان کو کسی آدمی کے ہاتھ بھیج دو۔ اور اگر مجھے بھیجنا چاہتے ہو تو تم بھی میرے ساتھ چلو۔“

عثمانؓ "میں نے سارا لشکر واپس کر دیا ہے۔ فقط سو دو سو آدمی میرے ساتھ رہ گئے ہیں۔ دو چار روز میں عبدالرحمنؓ کا لشکر یہاں پہنچا تو مجھے اپنی جان سے زیادہ تمھاری جان کی فکر ہو گئی۔ اور کوئی پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔
 مصنفینہؓ "اگر تم مقابلہ کرنا چاہو تو ہمیں کے بہت سے پہاڑی اور انوس کے ہزاروں راہب تمھارے جھنڈے کے پیچھے لاکے کھڑے کرو دن کی۔"

عثمانؓ "مجھ سے نہ ہوگا۔ اپنے ہم مذہبون اور ہم وطنوں سے نہیں ٹرسکتا۔
 مصنفینہؓ "تو میں تمھیں یہاں سے کسی ایسی سنسان اور پوشیدہ گھاٹی میں چھپا دوں گی جہاں پر نہ تک پر نہ مار سکے گا۔"

عثمانؓ "(ایک ٹھنڈی سانس بھر کے)" تمھیں اختیار ہے۔ میں نے اپنی زندگی تمھارے ہاتھ میں دے دی۔ جو چاہو کرو۔ یہ کہہ کے ایک تیز رو قاصد کے ہاتھ خط شاہ یوزیز کے پاس بھیج دیا۔ اور مصنفینہؓ سے کہا "اب میرے دل پر سے رنج و الم کا بار ہٹ گیا۔ اور آؤ زندگی کے باقی ماندہ ایام عیش و طرب اور سیر گل میں صرف کر دیں۔ اپنی سب سیلیوں کو بھی بلالو۔ اور جلو کو ہستان کی سیر کریں۔ درختوں کی تازگی اور پھولوں کی شادابی ہمارے دل کو تروتازہ اور مسرور و بے پروا کر دے گی۔ اور سب سے بڑی غم بھلانے والی اسے دلدار ناز آفرین تو ہے۔"

مصنفینہؓ "ان فکروں اور پریشانیوں میں سیر گل کیا مزہ دے گی؟"
 عثمانؓ "تمھاری صحبت اور اس وادی کی نزہت و فرحت میں کوئی فکر نہیں باقی رہ سکتی۔ تمھارے خاندان سے اور اُنڈس کے پڑائے شاہی خاندان سے قرابت ہے۔ سنا ہے کہ اُس خاندان کا پہلا تاجدار اسی پہاڑ کی گھاٹیوں اور ان زندگی بخش مرغزاروں کی سیر ہی کے لیے یہاں آیا تھا۔"

مصنفینہؓ "ہاں اُس نے ایک آدمی شاہزادی سے شادی کی۔ اور اُسے لے کے یہاں آیا تھا کہ اس جنت ارضی میں ٹھہر کے دنیا کی نیرنگیوں اور زندگی کی لذتوں سے لطف اُٹھائے۔"

عثمانؓ "اپنی سب سیلیوں کو لے کے جلو۔ اور جو سب سے زیادہ

و غریب اور فرحت بخش دادی ملے اُس میں بیٹھ کے اُس پرانے باغ قدرت کے عاشق کا حال بیان کرو۔

سینہ نے چاروں ہم سن سلیوں کو ساتھ لیا۔ دو ایک خزاہین اور لونڈیاں بھی لے لیں۔ اور سب کے سب سیر و تفریح کے لیے روانہ ہوئے۔ بہت سی گھاٹیوں اور نہروں کی سیر کرتے اور مختلف رنگشادایوں اور مرغزاروں سے گزرتے ہوئے ایک ایسے مقام میں پہونچے جہاں باغبان قدرت نے دلکشی کے تمام سامان فراہم کر دیے تھے۔ رنگ برنگ پھولوں کے تختے حد نظر تک چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ پہاڑوں نے محلہ ہائے گل پہن لیے تھے۔ اور کئی نہریں نہرائی ہوئی دور دور تک نکل گئی تھیں اور معلوم ہوتا کہ گویا پھولوں سے چھلی چھلیا کھیلتی اور ان کے پہلوؤں میں گدگداتی پھرتی ہیں۔ مست خرام نسیم کے جھونکے بڑھ بڑھ کے نونالان جن کو گلے لگاتے اور اپنے حسن پر اترانے والے پھولوں کے لب و رخسار کے بوسے لے رہے تھے۔

اس دادی میں قدم رکھتے ہی بے اختیار عثمان بن ابی لیسع کے منہ سے نکلا "واہ! کیا پُر فضا اور کیا روح افزا مقام ہے۔ شاہزادی۔ یہ جنت ارضی ہو۔ تم سبھی ملائک فریب حور پہلو میں ہو۔ اور تمہاری خوبصورت سلیوں کی سبھی شوخ داد اور زندہ دل جلیسین میں صحبت ہوں تو پھر انسان کو دنیا میں کیا چاہیے؟" مسیخہ "تو آؤ ہمیں ٹھہر کے دو گھڑی دل بہلائیں" اس تجویز کو عثمان نے پسند کیا اور سب جا کے ایک بلند چٹان پر بیٹھ گئیں جس کے تین طرف طوان کر کے ایک چشمہ نشیب کی طرف بہتے اور خوب پھیل کے آبشار کی وضع سے دور تک گر تا چلا گیا تھا۔ لالہ و سوسن کے ہزار ہا پھولوں کا جھنڈ اس چٹان کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے تھا۔ اور قریب ہی ایک درخت پر ہزاروں طیور بیٹھے اپنا ارغنون بجا رہے تھے۔ عروس بہار کے دلدادہ مردار عرب نے کچھ دیر یہ بہار دیکھی۔ طائران نوا سنج کا نغمہ سنا۔ اور پھر شاہزادی سے جو اُس کے پہلو میں بیٹھی تھی کہا "اب اُس عاشق بہار کا حال بیان کرو جس نے ہم سے پہلے ان دادیوں میں ٹھہر کے مشاطہ بہار کی حسن آرائیوں کی داد دی تھی؟"

منیئمہ: وہ زبردست شاہ گو تھ الارق کا وارث تاج و تخت اڈو نفوس تھا جس نے سارے روم اور فرائس کو فتح کر لینے کے بعد انھیں پُرغناؤ اویون کے شوق میں عظیم الشان سلطنت کولات ماروی۔ رومۃ الکبریٰ کے عیش و عشرت کو چھوڑ دیا۔ سلطنت روم کی حکومت و دولت میں سے صرف وہاں کی گلبدن شاہزادی پلا قیدیا کو اختیار کیا۔ اُس کے دل میں جگہ پیدا کر کے اُسے یہاں لایا۔ اور اسی سرزمین میںو آئین میں اُس سے شادی کی۔ غرض تمام شاہانہ کامیابیوں میں سے فقط اُس ماہوش شاہزادی اور اس روح افزا وادی کو اپنے لیے رکھ لیا۔ اور باقی سب چیزیں چھوڑ دیں۔ اس جنت ارضی کو اُس نے اس قدر پسند کیا تھا کہ یہاں آیا تو یہیں کا ہر گیا۔ یہیں رہا۔ یہیں پیوند زمین ہوا۔ اور اُسی کی یادگار مسلمانوں سے پہلے کا شاہی خاندان اندلس تھا۔

عثمان: تو اس زمانہ کا اڈو نفوس میں ہوں۔ اور میری پلا قید یا تم ہو۔ ہاں ان دونوں کے بعد مجھے بھی کچھ نہیں چاہیے۔ اس دولت کے آگے ساری دنیا بیچ ہے۔ میں بھی اڈو نفوس کی طرح اب یہیں رہوں گا۔ ان مرغزاروں کی سیر کروں گا۔ اور یہیں مروں گا۔

شاہزادی: نہیں۔ تم کو نفس پروری کے شوق میں انجام سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

عثمان: میں غافل نہیں ہوں۔ مگر حاکم اندلس میرا دشمن ہے۔ اور اُسے موقع حاصل ہے کہ خلافت اسلامیہ اور سارے مسلمانوں کو میرا دشمن بنا دے۔ منیئمہ: تو تم ایک کام کرو۔ مسلمان دشمن ہو گئے ہیں تو فرائس کے مسیحی حکمرانوں کو اپنا دوست بنا لو۔ فرائس میں تمھاری بہادری کی شہرت ہے۔ اور جب سے میں تمھاری بی بی بنی ہوں تمھاری اور زیادہ دھاک بیٹھ گئی ہے۔ اگر عیسائیوں کو حاکم کو ذرا بھی معلوم ہو گیا کہ تم اُن کا ساتھ دیتے اور اُن کی طرف سے لڑتے ہو تو تیار ہو تو تمھیں آنکھوں پر پٹھائیں گے۔ اور خلافت و مشق کے سارے انصران فوج جمع ہو جائیں تو بھی تمھارا بال بچا نہ کر سکیں گے۔ عثمان: یہ مشکل ہے۔

منینہؑ کوئی مشکل نہیں ۱۱ یہ کہتے وقت منینہؑ اُس سے ہم کنار ہو گئی۔ گلے میں بائیں ڈال دین۔ اپنی اداؤں اور دلربائی کی حرکتوں سے ہوش و از خود رفتہ بنادیا۔ اور بولی۔ ”اباجان سے تمہیں اس کام میں بڑی مدد ملے گی۔ وہ فرانس اور جرمنی کے سارے ڈیوکوں اور بطریقوں کو تمہارے قدموں پر مار کے گرا دیں گے۔ اسلامی سلطنت میں تو تم خلیفہ کے غلام اور حاکم انہ سس کے فرمان بردار رہنے پر مجبور ہو گے، ہم لوگوں میں تمہیں نظر آئے گا کہ سارے ملک اور تمام ڈیوکوں اور رئیسوں کے حاکم تم ہو۔“

عثمان۔ ”وہ لوگ ایک مسلمان کا کیسے اعتبار کریں گے؟“

منینہؑ تو یہ کون مشکل ہو کہ عزت و حکومت حاصل کرنے کے لیے تم مسیحی بن جاؤ؟ میں تمہاری خاطر سے مسلمان بننے کو نہیں تیار ہو گئی تھی؟ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ عیسائیت کے بھانے ہم ساری مسیحی دنیا کو اپنا کر دیں۔ وہ اور فریفتہ بنالین اور اُن کو سوانح کر کے ہم فرانس میں ایسی زبردست سلطنت قائم کریں جو دالی ہسپانیہ کا حوصلہ پست کر دے۔ کل مسیحی ڈیوک اور اُمرا اُس کے غلام ہوں۔ اسلامی خلافت کا اُس پر کوئی زور نہ چلے۔ اور اُس کے تم بادشاہ ہو اور میں ملکہ ہوں۔ پھر ہم اس پہاڑ کی تمام گھاٹیوں اور وادیوں کو مسلمانوں سے خالی کر کے اپنے قبضہ میں کریں اور اسے اپنی تفریح گاہ اور اپنا عیش کدہ بنالین۔“

عثمان۔ (کسی قدر طیش سے) ”تمہارا یہ مطلب ہو کہ میں دین کو چھوڑ کے دنیا کو اختیار کروں؟“

منینہؑ (اُس کی چشم وادرو سے اُس کے دینی استقلال کا پتہ لگا کے) ”میں یہ تو بڑی اکتی ہوں کہ تم سچ عیسائی ہو جاؤ۔ میرا مطلب تو صرف یہ ہو کہ لوگوں کے دکھانے کے لیے تم ظاہر میں مسیحی بن جاؤ۔ اگر اس تدبیر سے دنیا میں ایک زبردست سلطنت اور زندگی بھر کا عیش حاصل ہو جائے تو کیا مضائقہ ہو؟ دین تو دل سے ہو۔ دل سے تم اپنے پیغمبر کے متفقہ رہو۔ میں تو فقط ظاہر داری کے لیے اکتی ہوں۔ اور وہ بھی صرف چند روز کے لیے۔“

عثمانؓ اسلام کے لیے یہ دونوں باتیں شدتاً ہیں۔ دل سے اعتقاد رکھنا اور زبان سے اقرار کرنا۔ سچائی کو بغیر اقرار کے صرف دل میں رکھنا جھوٹ کا جامہ پہن لیتا ہے۔“

منینہؓ: ”اگر یہ گناہ بھی ہو تو صرف چند دنوں کے لیے ہو۔“
عثمانؓ: ”انہایت ہی متین صورت بنا کے (منینہؓ مجھے تم سے بے انتہا محبت ہے۔ تمہارے رنج و بیاکاشید اور تمہاری زلف گر گیر کا اسیر ہوں۔ یہ کہن یہ سمجھ کر یہ فریفتگی مجھے اپنی قوم اور اپنے دین سے غافل کر دے گی۔ مجھے دین سے زیادہ کوئی چیز نہیں عزیز ہے۔ اور اس کی مجھ سے ہرگز امید نہ رکھنا کہ تمہارے عشق میں مبتلا ہو کے اپنی قوم کے ساتھ دغا بازی کروں گا۔“

منینہؓ: ”(مسکرا کے اور ایک ادا سے ساحرانہ سے)“ میں یہ نہیں کہتی کہ اپنا دین چھوڑ دیا اپنی قوم کے ساتھ دغا بازی کرو۔ میری فقط اتنی خواہش ہے کہ تمہاری قوم تمہارے ساتھ جیسا سلوک کرے ویسا ہی سلوک تم اس کے ساتھ کرو۔“
عثمانؓ: ”یہ بھی ممکن نہیں قوم کو اور اسلامی سلطنت کو مجھ پر حکومت کرنے کا حق ہے مگر میرے لیے اس کے حکم سے سربانی کرنا جرم ہے۔“

منینہؓ: ”اچھا تو اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے فرانس کے دور دراز شہروں میں بھاگ چلو۔“

عثمانؓ: ”اس موسم بہار اور ان فرحت بخش وادیوں کو چھوڑ کے میں کہیں نہیں جاسکتا۔“

عثمانؓ اور منینہؓ انھیں باتوں میں مصروف تھے کہ عثمانؓ ابن ابی لیسہ کے غلام طلح نے آ کے کان میں کہا حضورؐ چند پہاڑی خبر آئے ہیں اور خبر لائے ہیں کہ عدی بن زید ان ایک زبردست لشکر کے ساتھ ادھر بڑھتا چلا آتا ہے۔“

عثمانؓ: ”رخت سراہی کی ہے“ افسوس وہ آہی گیا! یہاں سے کتنی دور ہوگا؟“
طلحؓ: ”چار فرسخ سے زیادہ مسافت پر نہ ہوگا۔ قریب آگیا ہے۔ اور آج ہی یہاں آ پہنچے گا۔“

عثمان "اور اُس کے ہمراہ کتنا لشکر ہے؟"
 طلح "یہ پہاڑی لوگ صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ مگر اُن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے
 کہ بچاس ہزار سے زیادہ سوار اُس کے ہمراہ ہیں۔"
 یہ سنتے ہی عثمان گھبرا کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ منینہ کو بھی ہاتھ پکڑ کے اُٹھایا۔
 اور کہا "لواب بھاگنے کا سامان کر۔ عربی لشکر آ پہونغا۔ اور ایسا زبردست
 لشکر جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔" سنتے ہی شاہزادی کی رنگت بھی زرد پڑ گئی مگر
 اپنے آپ کو سنبھال کے بولی "میں پھر کستی ہوں کہ" اُنوس سے بھاگ کے
 زبردی غار میں چلو۔ ابھی موقع ہے۔ اگر ہم اسی وقت بھاگ کھڑے ہوئے
 تو عرب ہماری گرد بھی نہ پائیں گے۔"
 عثمان "ان پہاڑوں کی گھاٹیوں سے بہتر نہ کوئی پناہ کی جگہ ہے اور نہ کوئی
 فرحت کا مقام۔"

یہ کہتے ہی وہ شاہزادی اُس کی سیلیوں اور چند مخصوص ملازموں کو لے کے
 پہاڑوں کے اندر بھاگا۔ اور چند ہی منٹ میں کوہستان کی وادیوں میں غائب ہو گیا۔

اٹھارھواں باب

مفتوح فاج

اس واقعہ کے دس روز بعد شہر انوس سے تقریباً دس میل کی مسافت پر
 جنوب کی طرف ایک نہایت پیچیدہ گھاٹی میں ایک وسیع غار کے دہانے کے
 پاس ایک مسلح چٹان پر جو باغبان بہار کی چمن آرائی سے محقر ساحل گلشن بنی
 ہوئی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بڑے تکلف قالین بچھا ہے جس پر عثمان اور منینہ
 بیٹھے ہیں۔ اور سامنے کی بہار کو دیکھ دیکھ کے لطف اٹھا رہے ہیں۔ تھوڑی
 دیر مطالعہ قدرت کرنے کے بعد عثمان نے کہا "پیارے ملکہ۔ تمہیں اس تنہائی
 اور غریب الوطنی کا صدمہ ہوگا۔ جو سامان عیش و طرب اور جو تکلفات
 دولت چھوڑ کے یہاں آئی ہو یاد آتے ہوں گے۔ مگر کیا کسی چیز میں اس
 بہار کی دولت اور گرد کے پھولوں کی صحبت سے زیادہ لطف ہو سکتا ہے؟"

دیکھو اُس لالے کے تختہ کارنگ کس قدر آنکھوں میں کھجا جاتا ہے؟ اور اُس
آبشار کی نازک لہروں میں نہانا کے سوسن کے پھول کیسے خوش ہو ہو کے مسکرا
رہے ہیں؟ اُس طرف دیکھو زگس کے شاداب پودے ہمیں کیسی مستانہ نگاہوں
سے دیکھ رہے ہیں؟ آہ! وہ ہفتہ کی بلیں ہیں یا تمھاری بیچ در بیچ زلفیں
میں؟ ان نعمتوں سے بڑی نعمت کون ہو سکتی ہے؟ مگر سب سے بڑی
نعمت تمھاری محبت ہے۔ یہ تمھاری ہی محبت ہے جو ایک عالمگیر حسن بن کے ان تمام
پھولوں اور پودھوں اور یہاں کے مرغزاروں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اور
یہ تمھاری ہی اہفت کے جھونکے ہیں جو اس وقت نسیم بن بن کے آتے اور دل میں
سردرد اور آنکھوں میں بیٹھی نیند پیدا کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کہ وہ عثمان کے
زانو پر سر رکھ کے لیٹ گئی۔ اور باتیں کرتے کرتے سو گئی۔

شاہزادی کی آنکھ لگتے ہی عثمان کا خیال مقامی کیفیتوں کو بھول کے اپنی
حالت کی طرف مائل ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگا "آہ! زمانے کا کیا انقلاب
ہے؟ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا؟ یا تو علم خلافت میرے ہاتھ میں تھا اور لاکھوں
بہادروں کا لشکر جبار میرا تابع فرمان تھا۔ شہروں اور ملکوں کی قسمت میرے
ہاتھ میں تھی۔ سلطنتوں اور حکومتوں کو تہ و بالا کر دینا میرے ایک اشارے کا
کام تھا۔ یا آج ایک چھوٹے سے لشکر کے خوف سے یہاں چھپا بیٹھا ہوں۔ امیر اندلس
چاہتا ہے کہ عاشقی کے جرم پر مجھے قتل کی سزا دے۔ خلافت کا حکم ہے کہ میں خاک
میں ملا دیا جاؤں۔ کافر ماجرا مجبور چاہتی ہے کہ بے دین بنا کے مجھے آخرت
میں روسیا کرے۔ یودی کی خواہش ہو گی کہ میں اُس کی رفاقت اختیار کر کے
قومی ننگرام بنوں۔ غرض اپنا پر ایا دوست دشمن جو ہے عزت و آبرو کا خواب
ہے۔ مگر میں مر جاؤں گا اور ایسی بے جیتی نہ گوارا کروں گا۔ شاہزادی کا
خوبصورت چہرہ دیکھ کے جو زانو پر تھا "آہ! اس دل فریب چہرے۔ اس دلربا
حسن۔ اور ان بیچ در بیچ زلفوں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا اگر اس سے بڑی نعمت
کون ہو سکتی ہے؟ ایسی مہوش پہلو میں ہو تو کس چیز کی ضرورت ہے؟
مجھ سے زیادہ نہ کوئی خوش نصیب ہے اور نہ مجھ سے بڑھ کے کسی کے پاس

عثمانؓ اور اُس کے ہمراہ کتنا لشکر ہے؟
 طلحؓ یہ پہاڑی لوگ صحیح اندازہ نہیں کر سکتے۔ مگر اُن کے بیان سے معلوم ہوتا ہے
 کہ بچاس ہزار سے زیادہ سوار اُس کے ہمراہ ہیں۔
 یہ سنتے ہی عثمانؓ گھبرا کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ منینہ کو بھی ہاتھ پکڑ کے اُٹھایا۔
 اور کہا "لو اب بھاگنے کا سامان کرو۔ غریبی لشکر آ پہونچا۔ اور ایسا زبردست
 لشکر جس کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔" سنتے ہی شاہزادی کی رنگت بھی زرد پڑ گئی مگر
 اپنے آپ کو سنبھال کے بولی "میں پھر کستی ہوں کہ" انوس سے بھاگ کے
 جُردی غالہ میں چلو۔ ابھی موقع ہے۔ اگر ہم اسی وقت بھاگ کھڑے ہوئے
 تو عرب ہماری گرد بھی نہ پائیں گے۔
 عثمانؓ ان پہاڑوں کی گھاٹیوں سے بہتر نہ کوئی پناہ کی جگہ ہے اور نہ کوئی
 فرحت کا مقام۔

یہ کہتے ہی وہ شاہزادی اُس کی سہیلیوں اور چند مخصوص ملازمین کو لے کے
 پہاڑوں کے اندر بھاگا۔ اور چند ہی منٹ میں کوہستان کی وادیوں میں غائب ہو گیا۔

اٹھارھواں باب

مفتوح فاتح

اس واقعہ کے دس روز بعد شہر انوس سے تقریباً دس میل کی مسافت پر
 جنوب کی طرف ایک نہایت پیچیدہ گھاٹی میں ایک وسیع غار کے دہانے کے
 پاس ایک مسلح چٹان پر جو باغبان بہار کی جنم آرائی سے مختصر سا صحن گلشن بنی
 ہوئی ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پُر تکلف قالین بچھا ہے جس پر عثمانؓ اور منینہ
 بیٹھے ہیں۔ اور سامنے کی بہار کو دیکھ دیکھ کے لطف اٹھا رہے ہیں۔ تھوڑی
 دیر مطالعہ قدرت کرنے کے بعد عثمانؓ نے کہا "پیارے ملکہ۔ تجھیں اس تنہائی
 اور غریب الوطنی کا صدمہ ہوگا۔ جو سامان عیش و طرب اور جو تکلفات
 دولت چھوڑ کے یہاں آئی ہو یاد آتے ہوں گے۔ مگر کیا کسی چیز میں اس
 بہار کی دولت اور گرد کے پھولوں کی صحبت سے زیادہ لطف ہو سکتا ہے؟

دیکھو اُس لالے کے تختہ کارنگ کس قدر آنکھوں میں کھاجاتا ہے؟ اور اُس
آبشار کی نازک لہروں میں منانا کے سوسن کے پھول کیسے خوش ہو ہو کے مسکرا
رہے ہیں؟ اُس طرف دیکھو زگس کے شاداب پودے ہمیں کیسی مستانہ نگاہوں
سے دیکھ رہے ہیں؟ آہ! وہ بنفشہ کی ملیں ہیں یا تمھاری بیج درج زلفین
منیمہ۔ ان نعمتوں سے بڑی نعمت کون ہو سکتی ہے؟ مگر سب سے بڑی
نعمت تمھاری محبت ہے۔ یہ تمھاری ہی محبت ہے جو ایک عالمگیر حسن بن کے ان تمام
پھولوں اور پودھوں اور یہاں کے مرغزاروں سے ظاہر ہو رہی ہے۔ اور
یہ تمھاری ہی الفت کے جھونکے ہیں جو اس وقت نسیم بن بن کے آتے اور دل میں
سردور اور آنکھوں میں بیٹی نیند پیدا کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کے وہ عثمان کے
زانو پر سر رکھ کے لیٹ گئی۔ اور باتیں کرتے کرتے سو گئی۔

شاہزادی کی آنکھ لگتے ہی عثمان کا خیال مقامی کیفیتوں کو بھول کے اپنی
حالت کی طرف مائل ہوا اور دل ہی دل میں کہنے لگا "آہ! زمانے کا کیا انقلاب
ہے؟ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا؟ یا تو علم خلافت میرے ہاتھ میں تھا اور لاکھوں
بہادروں کا لشکر جہاں میرا تابع فرمان تھا۔ شہروں اور ملکوں کی قسمت میرے
ہاتھ میں تھی۔ سلطنتوں اور حکومتوں کو تہ و بالا کر دینا میرے ایک اشارے کا
کام تھا۔ یا آج ایک چھوٹے سے لشکر کے خوف سے یہاں چھپا بیٹھا ہوں۔ امیر اندلس
چاہتا ہے کہ عاشقی کے جرم پر مجھے قتل کی سزا دے۔ خلافت کا حکم ہے کہ میں خاک
میں ملا دیا جاؤں۔ کافر ماجرا مجبور چاہتی ہے کہ بے دین بنا کے مجھے آخرت
میں رو سیاہ کرے۔ یودیز کی خواہش ہو گی کہ میں اُس کی رفاقت اختیار کر کے
قومی لشکر ام بنوں۔ غرض اپنا پرایا دوست دشمن جو ہے عزت و آبرو کا خواہاں
ہے۔ مگر میں مرجاؤں گا اور ایسی بے حمیتی نہ گوارا کروں گا۔ شاہزادی کا
خوبصورت چہرہ دیکھ کے جو زانو پر تھا "آہ! اس ولفریب چہرے۔ اس دلربا
حسن۔ اور ان بیج درج زلفوں نے مجھے کہیں کا نہ رکھا اگر اس سے بڑی نعمت
کون ہو سکتی ہے؟ انہی ماہوش پہلو میں ہو تو کس چیز کی ضرورت ہے؟
مجھ سے زیادہ نہ کوئی خوش نصیب ہے اور نہ مجھ سے بڑھ کے کسی کے پاس

سامان عیش و عشرت ہے۔ بلکہ یہ اس قدر حد سے گزری ہوئی مسرت ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ اور اپنی اس مقصدوری کے خیال سے بار بار میرے دل میں آتا ہے کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ مسرت کسی کو نہیں حاصل ہے۔ اور میرا جام عیش چھلکنے ہی کو ہے۔

یہ خیالات ایک مزہ دار خواب کی طرح اُس کے دل میں گزر رہے تھے کہ ریحانہ گہرائی ہوئی آئی اور بولی حضور جلدی بھاگئے۔ دشمن آپہنچے۔

عثمان - (اُسے اشارے سے روک کے) ”آہستہ بات کرو۔ ایسا نہ ہو میری زمین مجھ پر کی نین اُپٹ جائے“ پھر اُسے قریب بلا کے ”کیسے دشمن؟“

ریحانہ ”حضور کئی سو عربوں نے آ کے اس وادی کو گھیر لیا ہے۔ اور اب وہ لوگ ہماری طرف آرہے ہیں؟“

عثمان ”مجھے تو سامنے کوئی نہیں دکھائی دیتا۔“ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ غار کے دونوں پہلوؤں سے بہت سے مسلح عرب نمودار ہوئے اُس کی طرف بڑھے۔ بن کے آگے آگے ایک تنومند عرب کو دیکھ کے بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا ”عدی بن زبیاں! آہ یہ شیطان کی طرح بیان بھی آگیا؟“ افسوس میں اپنی محبوبہ کو بیدار نہیں کر سکتا۔ ورنہ حسن و عشق کے اس حرم میں گستاخانہ وضع سے گھس آنے پر میں اسے سخت سزا دیتا (اب ریحانہ بھی دشمنوں کو سر پر دیکھ کے بھاگ گئی تھی)۔ افسوس میرے اسلحہ غار کے اندر ہیں۔ نہ بیان نیزہ ہے۔ نہ تلوار ہے۔ نہ تیرکمان ہیں۔ آہ! کیسا کروں؟ یہ بدترین گستاخ اس دربار حسن کا ادب نہیں کرتے اور دروازے لکھے چلے آتے ہیں!

اتنے میں عدی بن زبیاں اور اُس کے پندرہ بیس رفقا بالکل قریب آگئے۔ اور عدی نے ڈانٹ کے کہا ”عثمان! یہ کیا حالت ہے؟ وہ بہادری اور شجاعت کیا ہوئی؟“

عثمان ”اتنی زور سے نہ بولو کہ میری مہ جبین نازنین کے خواب استراحت میں خرق آجائے“

اس جواب پر عدی ایک سوکھا ٹھٹھا مار کے ہنسا۔ اور عثمان کی آنکھ سے

اپنی بے بسی پر گرم آنسو کا ایک قطرہ ٹپک کے شاہزادی کے رخسار تابان پر
گرا۔ اُس نے گھبرا کے آنکھیں کھول دیں۔ اور کمال بدحواسی سے پریشان
زلفوں کو نبھانے لگی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اُس کے اُٹھتے ہی عثمان بھی بجلی
کی طرح تڑپ کے اپنی جگہ سے اٹھا۔ کمر سے خنجر کھینچ لیا اور چلا کے کہا "خدا کی قسم
اپنی محبوبہ کی زلفوں کی اس بے حرمتی کا کاٹنا اس بیقرار دل میں قیامت تک
کھٹکتا رہے گا۔ خیراتنا تھرو کہ اس نازنین کو کسی امن کی جگہ پہنچاؤں
پھر آ کے تم سے مقابلہ کروں گا۔"

عدی: "آنسو شہوت پرستی نے اسے مجنون بنا دیا۔ امیر کا حکم ہے کہ تم اور تمھاری
نصرائیہ جو دو دونوں زندہ گرفتار کر کے اُن کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔"
عثمان: کیا؟ مجھے زندہ گرفتار کرو گے؟ غیر ممکن! اگرچہ نہتا ہوں مگر دیکھ لینا
کہ اسی خنجر سے کتنے کوموت کے گھاٹ اُتارتا ہوں۔ مانا کہ میرا دشمن عبدالرحمن
بن عبدالملک علی اندلس کا حاکم ہے۔ مگر میں بھی ایک شریف و آزاد گھرانے کا
عرب مسلما ہوں۔ اور کبھی تمھارا حاکم بھی تھا۔"

عدی: "تم شریف ہو بہادر ہو۔ مسلمان ہو۔ اور ہمارے حاکم بھی تھے۔ مگر تم سے
زیادہ شریف دیندار بہادر اور زبردست حاکم موسیٰ بن نصیر کا بیٹا عبدالعزیز تھا۔
اور تمام عرب سرداران اسپین و افریقہ اُس کے تابع فرمان تھے۔ مگر جب
اُس نے برگشتہ تخت شاہ گوتمہ راورق کی نصرائیہ ملکہ سے شادی کی تو چند ہی
روز کے اندر نہ اُس میں شرافت باقی تھی نہ دینداری۔ نہ حکومت رہی تھی
نہ دینی حیثیت۔ اس لیے کہ اُس مسیحہ ملکہ نے اُس سے پوچھا "میرے پہلے تاجدار
شوہر کی طرح اہل عرب تمھیں سجدہ کیوں نہیں کرتے؟"

عبدالعزیز نے کہا "اُس لیے کہ اسلام میں سوا خدا کے کسی مخلوق کو سجدہ کرنا حرام اور شرک ہے۔"
لیکن تھوڑے دنوں بعد اُس نصرائیہ جو رونے سے اپنے رنگ پر لگا لیا جس کے کفن سے اُس کا

عہ: اُس عہد تک شریف عورتوں کا چہرہ اور ہاتھ ناخروہوں کے مقابلے میں قدر شریفین مذہب
تھے جس قدر کہ بالوں کے پھیپانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اور عورتوں کے بالوں پر کسی
ناعرم کی نظر پڑ جانا سخت بے حرمتی و رسوائی تصور کیا جاتا۔

کے لیے ایک مکان بنوایا۔ اور اُس کی آمد و رفت کا راستہ ایسی تنگ اور نیچی
 گھڑ کی مین سے رکھا کہ لوگ اُس مین سے داخل ہونے کے لیے جھکے۔ تو وہ بی بی سے
 کہتا ”لو دیکھ لو۔ لوگ مجھے بھی سجدہ کر رہے ہیں“ اُس کی فرعونیت کی خبر لوگوں
 کو ہوئی تو فوراً بگڑ کھڑے ہوئے۔ اور وہ اشبیلیہ کے گرجے میں تھا کہ سب نے
 نزع کر کے مار ڈالا۔ اس واقعہ سے تم نے عبرت تو نہیں پکڑ لی مگر اپنی قسمت کا فیصلہ
 اور اپنی شہوت پرستی کا انجام معلوم کر لو، یہ کہہ کے عدی اُس پر حملہ کرنے کے
 لیے چھپتا۔ اُسے اپنی طرف آنے دیکھ کے عثمان خنجر کھینچنے کے چاہتا تھا کہ اُس کا
 کام تمام کر دے کہ عدی کے ایک ساتھی کے نیزے نے اُسے زخمی کر کے گر ادیا
 اور ساتھ ہی اُس پر چھ سات نیزے پڑ گئے جن میں سے دو سینے اور پیٹ کو چھید
 کے باہر نکل آئے۔ بغیر اس کے کہ زبان سے اُن بھی نکلے عثمان حسرت آمیز غصہ
 سے دونوں مٹھیاں کس کے آگے کی طرف جھکا اور ایک ہی جھٹکے میں جان دے
 شاہزادی سفینہ نے عاشق و لگیر کو اس حالت میں دیکھا تو دوڑی کہ بلند
 چٹان پر سے پھانک دے اپنی جان دے دے۔ مگر کسی زبردست ہاتھ نے بازو
 پکڑ لیا۔ سم کے ٹڑی اور دیکھا تو وہ ہاتھ عدی کا تھا۔ ایک چیخ کے ساتھ بولی
 ”اچھا مجھے خودکشی نہیں کرنے دیتے تو تم ہی مار ڈالو“ اور یہ کہہ کے اپنا نازک
 سر جھکا دیا۔ اس کے جواب میں عدی کے ہمراہیوں میں سے ایک نے فرانسیسی
 زبان میں کہا ”تھیں مرنے کی اجازت نہیں ہے۔ تم ہمارے والی کے سامنے
 پیش ہو گی۔ وہ تمہیں دیکھ کے جو حکم چاہیں گے دیں گے۔“
 اب عثمان بن ابی سیدہ کا سر کاٹ لیا گیا۔ اور شاہزادی زنجیروں میں جکڑ
 لی گئی۔ اور حیدر منٹ کی جستجو میں اُس کی چاروں سہیلیاں بھی گرفتار کر کے اُسی کے
 برابر بٹھادی گئیں۔ جن کو دیکھ کے عدی اپنی کامیابی پر جید مسرور ہوا اور اُسی
 وقت والی اسپین عبدالرحمن کلبی کے نام ایک خط لکھ کے ایک ہزار سواروں
 کی حراست میں عثمان بن ابی سیدہ کو سرادشاہزادی اور اُس کی سہیلیوں کو قرطبہ
 روانہ کیا۔ اور خود اپنی لشکرگاہ کی راہ لی۔

انیسواں باب

فرنگستان پر حملہ

یہ کامیاب گروہ اور نازک بدن اسیران جنگ جس وقت قرطبہ میں قصر حکومت میں داخل ہوئے ہیں عثمان کے سرکودیکھ کے عبدالرحمنؒ کی زمین پر سجدے میں گر پڑا۔ پھر سر اٹھا کے حاضرین دربار سے کہا "الحمد للہ کہ بہت بڑا کاٹا ہمارے راستہ سے نکل گیا۔ مجھے اس دشمن اسلام مسلمان سے بڑا اندیشہ تھا۔ میسون سے وہ چاہے قسطہ کے ہوں یا فرانس کے میں نہیں ڈرتا۔ لیکن ہاں اپنے ہی گروہ کے ایک باغی سے مجھے طرح طرح کے اندیشہ نظر آتے تھے۔ اور خیال کرتا تھا کہ بہت پریشان کرے گا۔ مگر عدی نے بڑی ہوشیاری و مستعدی سے کام لیا کہ اسے سنبھالنے یا بھانگنے کا موقع نہ ملا اور عروا قضاے بہرہ کی طرح اس کے سر پر چاہو پٹنا۔ اب مین اطمینان کے ساتھ اس ہم کو پورا کروں گا جو اس سرکش عشق باز کی بے حیثی سے ناکام پڑی رہ گئی تھی۔"

اب اُس افسر نے جو عدی کا خط لایا تھا ادب سے قدم آگے بڑھا کے خط پیش کیا۔ جسے کھول کے عبدالرحمنؒ نے پڑھا۔ اور جوش مسرت کے ساتھ کہا اُس کی وہ مسیحہ جو ابھی گرفتار کر لی گئی ہے خوب ہوا! تو وہ کہاں ہے؟ جو پابزنجیر عورتیں ندامت سے نظریں نیچی کیے سامنے کھڑی تھیں اُن پر نظر ڈال کے "انہیں سے کون یوہن شاہ کوئی طاقی کی بیٹی ہے؟"

افسر۔ (شاہزادی کی طرف اٹھکی سے اشارہ کر کے) "حضور یہ شاہزادی ہے اور باقی سب اس کی سہیلیاں ہیں۔ اس شاہزادی نے عثمان کے مارے جاتے وقت پہاڑ سے گر کے جان دے دینے کا ارادہ کیا تھا مگر ہمارے سردار عدی نے فوراً ہاتھ پکڑ لیا۔"

عبدالرحمنؒ "عدی نے اس ہم کو بڑی کامیابی کے ساتھ بالکل میری خواہش اور مرضی کے مطابق پورا کیا۔ عثمان پہاڑوں میں بھاگ کے چھپ رہا تھا۔ اور گھاسیوں کے اندر پتہ لگا لینا اور عین موقع پر چاہو پٹنا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔"

خیر اب یہ سرتو قرطبہ کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے مگر شاہزادی کو مع
اُس کی سہیلیوں کے میں دمشق میں امیر المومنین کی خدمت میں بھیجوں گا،
اس قرارداد کے مطابق عبدالرحمن نے اسی وقت خلیفہ و دمشق ہشام بن
عبدالملک کے نام ایک عرضداشت لکھی جس میں کل واقعات بیان کر کے
شاہزادی منینہ کی سرگزشت ظاہر کی تھی۔ اور اس کے بعد اپنا پورا یہ ارادہ
لکھا تھا کہ میں مملکت فرانس پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوتا ہوں۔ وہی سزاوار
جو منینہ اور عثمان کے سر کو پیرے نیز سے لایا تھا اپنی جمعیت کے ساتھ ارض شام
کی طرف روانہ کیا گیا تاکہ والی اسپین کے خط اور امیر شاہزادی فرانس کو امیر المومنین
کے سامنے پیش کرے۔

دوسری صبح کو اُسے افریقہ کی طرف روانہ کر کے عبدالرحمن نے حدی کو
حکم بھیجا کہ جہان ہو وہیں ٹھہر کے میرے آنے کا انتظار کرو۔ اور فوج کشی کی
تیاریاں کرنے لگا۔ تمام شہر دن میں تیاری جہاد کا حکم بھیج دیا۔ اور ایک ہفتہ
کے اندر قرطبہ اور اُس کے جو اسے پچاس ہزار مجاہدین جو جمع کر کے کوہستان
کی طرف کوچ کر دیا۔ جو جو آگے بڑھتا جاتا تھا سپاہیوں کی تعداد زیادہ ہوتی
جاتی تھی۔ کیونکہ اندلس کا ہر شہر اُس کی ہمراہی کے لیے اپنے بہادر نبرد آزماؤں کو
پیش کر رہا تھا۔ کوہستان پیرے نیز تک پہنچتے پہنچتے اُس کے جھنڈے کے نیچے
ایک لاکھ سے زیادہ جانباڑ جمع تھے۔ حدی شہر انوس میں پچاس ہزار لشکر کے ساتھ
پہلے سے موجود تھا۔ اُس سے مل کے اُس کی کارگزاری کی داودی۔ اور ڈیڑھ
مجاہدوں کے ساتھ سلطنت اکوئی طانی کے شہروں کو فتح کرتا ہوا چلا۔

یودینہ بردی غالمین میٹی اور داماد کی قسمت پر خون کے آئینہ بہا رہا تھا کہ
اس عربی سیلاب کی خبر پہنچی اور ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اب نہ اُس کے پاس
لشکر تھا اور نہ روپیہ تھا۔ تاہم تھوڑی سی بہت فوج جمع کر کے مقابلہ کروانہ کی
اور قرب و حور کے تمام فرمانروایان فرانس کو عربوں کی یورش سے آگاہ
کر کے مدد مانگی۔ اور لکھا کہ اپنی خیریت چاہتے ہو تو میری مدد کرو لیکن باہر سے
کوئی کافی کمک نہ ہوئی۔ اور اُس کی فوج میں مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ جن

لوگوں پر عربوں اور اہل اندلس کی ہیبت چھائی ہوئی تھی وہ بھلا کیا مقابلہ کرتے؟
 شکستوں پر شکستیں ہوتی گئیں اور شہر کے بعد شہر پر حملہ آور دن کا قبضہ ہوتا
 جاتا تھا۔ عبدالرحمن کو اُس کی قلمرو میں داخل ہونے پورے تین مہینہ بھی نہیں
 ہوئے تھے کہ طرابلس۔ اولیرون۔ طراسقو۔ اعن۔ قوقصہ۔ سوتوم۔ قنطورہ۔
 قوسیو۔ اور انعم وغیرہ شہروں پر عبدالرحمن کا قبضہ تھا۔ اور سواران عرب نے
 اکوئی طانی کے خاص دار السلطنت بردی غالہ یعنی موجودہ بورڈوکا محاصرہ کر لیا۔
 ہندہ ہی روز کے محاصرے میں شہر کی حالت دگرگون ہونے لگی۔ جلدی
 میں یو دیز کو رسد کے فراہم کرنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ اتنے ہی مختصر زمانے
 میں قحط پڑ گیا۔ نہ غلہ ملتا تھا نہ گوشت۔ سپاہی جو محاصرہ کرنے والوں کا
 سامنا کرتے منہ چراتے تھے رعایا میں لوٹ مار کرنے لگے۔ اور اہل شہر
 کی خواہش تھی کہ جس طرح بے لڑائی ختم کی جائے۔ یہ رنگ اور حالت دیکھ کے یو دیز
 کو بالکل یاس ہو گئی۔ ایک چھوٹا جہاز فقر کے نیچے دریا سے غرونہ میں موجود رہا
 کرتا تھا اُس پر تمام اہل و عیال کو سوار کرا کے روانہ کر دیا کہ سمندر سے گزر کے
 فرانس کے شمالی سواحل پر جا کے پناہ لیں۔ اُس کے بعد ایک دن رات کو ایک
 چھوٹی سی کشتی پر بیٹھ کے غرونہ کے پار اُترا۔ وہاں گھوڑے پر سوار ہو کے اس طرح
 بے تحاشا بھاگا کہ پیچھے پھر کے بھی نہ دیکھا۔ اور اپنی سلطنت کے ساتھ دار السلطنت کو
 بھی اُس کی قسمت پر چھوڑ دیا۔

اُس کے جانے کے دوسرے ہی دن افسران فوج اور اُمراء شہر نے عبدالرحمن
 کی خدمت میں حاضر ہو کے اظہار اطاعت کیا۔ اور ساری قلمرو اکوئی طانی حاکم
 ہسپانیہ کے زیر فرمان تھی۔ عبدالرحمن ان فتوحات کی خوشی میں اگرچہ سب باتوں کو
 بھولا ہوا تھا مگر اُس کے دل میں یہ خیال اکثر اوقات ایک کانٹے کی طرح کھٹک
 جاتا کہ میں نے عثمان بن سید کی جان نہایت بے رحمی سے لی۔ وہ اس سزا کا مستحق
 نہ تھا۔ اور خصوصاً یہ واقعات سن کے کہ بہادر ابن ابی سید اس لیے نہ جان بچا
 بھاگ سکا اور نہ مقابلہ کر سکا کہ اُس کی محبوبہ اُس کے زانو پر مرنے کے سوا رہی تھی۔
 اُس نے جان دینا منظور کر لی مگر اسے گوارا نہ کیا کہ دلدار ناز آفرین کی نیند میں

خلل ڈالے۔ ان جگر خراش واقعات کو یاد کرتے کرتے بعض وقت اُس کے دل میں جہان سوز بجلی کی طرح یہ خیال گزرجاتا کہ ایسا نہ ہو منعم حقیقی مجھ سے اس کا انتقام لے۔ لیکن جہاد میں ایسی ایسی کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں کہ تمام فکریں بھول گئی تھیں۔

اُس کے ہمراہی سپاہیوں نے ہر شہر کو جی کھول کے لٹا تھا۔ چاندی۔ سونا۔ جواہرات۔ اور قیمتی سامان ملا اُنھوں نے لوٹ کے اپنے قبضہ میں کیا۔ اور جس سرزمین پر ان لوگوں کا گزربھتا وہاں کی ساری دولت اپنے قبضہ میں کر لیتے۔ اور ستم زدہ پامال عوام کو ایسا سفلہ کر کے چھوڑ جاتے کہ سو افاقہ کرنے کے کسی کے لیے بہو و فلاح کی کوئی امید نہ باقی رہتی۔ اس تاخت و تاراج کا یہ نتیجہ تھا کہ جب عبدالرحمن نے مدوی غالمہ سے آگے قدم بڑھایا ہر سپاہی کے پاس اپنی دولت تھی اور سونے چاندی کا اس قدر خزانہ ہر مجاہد کے اسباب میں بندھا ہوا تھا کہ اُس کا لیجانا دشوار تھا۔ اگرچہ مفتوح شہروں کی رعایا میں سے طاقتور لوگوں کو بیگار پکڑ پکڑ کے یہ قیمتی بوجھ لشکر کے ساتھ آگے بڑھایا جاتا مگر خرابی یہ تھی کہ ان مجاہدوں کو جو خالصۃً لدین اللہ لڑنے کو گھر سے نکلے تھے سب سے زیادہ فکر اس سامان دولت اور گران بہا مال غنیمت کی حفاظت کی رہا کرتی۔

اگر عبدالرحمن کلمی کوئی طافی کو فتح کر لینے کے بعد چند روز کے لیے ہسپانیہ میں واپس چلا آتا اور سپاہیوں کے لیے اتنا موقع پیدا کر دیتا کہ اس وقت تک جو کچھ ہاتھ آیا ہے اُسے گھر میں رکھ دیں تو یہ دشواریاں ہرگز نہ پیش آئیں۔ مگر عرب حملہ آوروں کی عموماً یہی شان رہی ہے کہ جہاد کو نکلے تو گھر بار کو چھوڑ کے نکلے۔ اور وطن کے اعزاد احباب کو اس طرح بھول گئے کہ گویا اس زندگی میں پھر اُن سے ملنا ہی نہیں ہے۔ اس میں اُلواصر می ضرور ہے مگر ناقصت اندیشی بھی ہے جس سے اگر کبھی ضرر پہنچ گیا تو وہ انتہا سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ تم جو دنیا کے تمام مفتوح عرب ممالک میں آج اُن کی نسلوں کو آباد دیکھتے ہو اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ جہان جاتے وہیں کے ہو جاتے۔ اور گویا واپس آنے کے لیے جاتے ہی نہ تھے۔ یہی طرز عمل اس فوج کشی میں عبدالرحمن سے ظاہر ہوا۔ کوئی طافی کو فتح

کر کے اُسے آگے کی دُھن بڑھ گئی۔ وطن۔ اعزاء۔ اقارب۔ دوست۔ احباب۔ سب کی یاد کو لوح دل سے مٹا کے دولت سے مددے پھندے سپاہیوں کو بہ جبر ہٹکاتا ہوا آگے بڑھا۔ اور بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور چونکہ اقبال ساتھ تھا اس لیے جس علاقہ اور جس شہر کی طرف رخ کیا وہ سر اطاعت جھکائے بہ ادب نذرانہ فتح پیش کر رہا تھا۔

بورڈو کو فتح کرنے کے بعد علاقہ ماسے پیر ہی غورد اور لیوسین کے تمام شہروں کو لوٹا۔ اور سابق کی حاصل کی ہوئی دولت پر بہت کچھ اضافہ کر کے علاقہ انطونیا میں گھسا۔ یہاں پہونچ کے اور فرانسسیسی فوجوں کو منتشر اور وطنی قوتوں کو مضطرب و مضطرب دیکھ کے اپنی فوج کو مختلف حصوں پر تقسیم کر کے جدا جدا افسروں کے ماتحت کیا۔ اور ہر طرف کے شہروں اور علاقوں میں اُنھیں بھیلادیا۔ چنانچہ عربی سپاہی مشرق سے مغرب تک تمام بلاد فرانس میں پھیل گئے۔ اور جس شہر پہونچے اُسے پہلے ہی محلے میں مطیع و تابع فرمان بنالیا۔

اس تاخت و تاراج نے سارے فرانس میں آفت مچا دی۔ امرا اور دولت مند گھر بار چھوڑ چھوڑ کے دوسرے ملکوں اور شمالی علاقوں کی طرف بھاگے جاتے تھے۔ اور دہان کے صاحب تاج و تخت فرمان رواؤں سے پناہ مانگتے تھے۔ بہر حال سارے ملک میں ایک بے قرار سی پھیلی ہوئی تھی۔ اور ہر زبان سے یہی صدا بلند تھی کہ اگر عربوں کی رفتار نہ روکی گئی تو سارے ملک اُن کی جولان گاہ بن جائے گا اور ساری قوم اُن کی غلام ہوگی۔

اس کے ساتھ یہ تھا کہ مسلمانوں اور عربوں میں سے ہر ہر سپاہی نے لوٹ لوٹ کے اپنے ساتھ اتنا خزانہ جمع کر لیا تھا کہ اُس کا حفاظت سے لے جانا دشوار تھا۔ اور چونکہ وہی اُن کا سرمایہ زندگی تھا اس لیے اُنھیں سب سے زیادہ فکر اُسی کی حفاظت سے رکھنے کی تھی۔ اس عزیز اوقیعتی بوجھ نے اب مسلمانوں کی رفتار اُسی طرح کم کر دی تھی جس طرح چلنے میں ایک عیش پرست موٹا اور بھدرا آدمی دُبے پتلے جفاکشوں سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ مگر عبدالرحمن کی اولوالعزمی اس کی مطلق ہدایت کرتی تھی۔ اور اپنے لڑے پھندے سپاہیوں کو بلا لحاظ اُن کی

رضامندی کے یا بغیر اس کے کہ اُن کی حالت کا اندازہ کرے برابر آگے بڑھتا چلا جاتا تھا۔

آخر جاتے جاتے وہ علاقہ ہاے پتو اٹو۔ مارش۔ بیری۔ پر بھی قابض و منقرض ہو کے صوبہ طورین میں جا پہنچا۔ اور اُدھی سے زیادہ مملکت فرانس اُس کے قبضے میں تھی۔ ہسپانیہ میں ان فتوحات کی خبروں پر خوشیاں منائی جا رہی تھیں اور مسیحی دنیا کو یقین ہوتا جاتا تھا کہ مملکت ہسپانیہ کی طرح سارا ملک فرانس بھی خلافت اسلامی کی قلمرو میں داخل ہوا چاہتا ہے۔

یہاں یہ سب ہو رہا تھا اور خون کی ندیاں بہ رہی تھیں۔ مگر افریقہ مصر اور خاص دارالخلافت دمشق میں کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ ہمارا ایک والی یا سپہ سالار کتنی بڑی اُلوالعزمی کا کام کر رہا ہے۔ اور اُس کی یہ مہم کس قدر اہمیت رکھتی ہے۔ وزیر اُسے دربار خلافت میں یہ واقعات ایک سرحدی جدوجہد سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے وہاں اِس کی ضرورت نہ سمجھی گئی کہ تازہ دم فوج بھیج کے عبدالرحمن کی قوت بڑھائی جائے۔ یا اس مہم کو جبکہ شروع کر دی گئی ہے تو کامیابی کے ساتھ اختتام کو پہنچایا جائے۔

بلکہ بخلاف اِس کے عبیدہ والی افریقہ جو عبدالرحمن کا افسر بالادست تھا اُس کی فتوح اور کامیابیوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ اُسے ایک بار خبر پہنچی کہ عبدالرحمن کو فرانس کے کسی شہر میں خالص سولے کی ایک مرصع چیز ملی جو نہایت قیمتی تھی۔ اور عبدالرحمن نے کمال سادگی و بے پروائی سے اُسے توڑ کے اور ٹکڑے کر کر کے مستحق مجاہدوں میں بانٹ دیا۔ یہ حال سنتے ہی عبیدہ بہت بگڑا اور عبدالرحمن کو دھمکی دی کہ تم نہایت ہی بیباکی سے شاہی حقوق کو پامال اور مال غنیمت کو غارت کر رہے ہو۔ وہ قیمتی چیز اس قابل تھی کہ امیر المومنین کی نذر کی جائے۔ اِس کے جواب میں عبدالرحمن نے لکھا کہ "زمین خدا کی ہے۔ اور مال ضیعت مجاہدوں کا۔ لہذا مجھے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ وہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے کیوں محروم کیے جائیں۔ عبیدہ نے اِس کی رپورٹ دمشق میں کر دی اور کیا عجب کہ وہاں سے سخت تہدید کے ساتھ اُس پر عتاب ہوتا۔ لیکن اُسے

شوق جہاد اور ذوق شہادت میں اس کی حلقہ پر دانہ تھی برابر فتح کرتا اور بڑھتا تھا
چلا جاتا تھا۔

بیسواں باب

مظلوم مشن کی خونا بہ افشانی

مفرورین فرانس اب بھاگ بھاگ کے شمالی فرانس میں جمع ہو کے خائف
تھے کہ عربوں کا لشکر یہاں بھی آپہنچا تو بھاگ کے کہاں جائیں گے ؟ یہاں سب سے
زبردست فرمان روا شاہ فرانس تھیں ہی تھا۔ اگرچہ اُس کی قوت فرانس کے اور
ڈیو کون کے دیکھتے زیادہ زبردست تھی مگر اُسے عربوں سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ
نہ ہوتا تھا۔ شاہ یوویز جس کی نسبت مسلمانوں کا خیال تھا کہ بُردی غالہ کی لڑائی
میں مارا گیا وہ زندہ تھا۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ اپنے آپ کو
مابوس دے دست و پا دیکھ کے دریا کے راستے سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ اپنا سب زانہ
سے وہ اس درجہ خائف تھا کہ تن تنہا ایک چھوٹی سی کشتی پر بیٹھا۔ اور تن بہ تقدیر اسے
دریا کے دھارے پر ڈال دیا۔ دریا سے غرور نہ چند گھنٹوں کے اندر سمندر میں پہنچا
دیا۔ اور خلیج بسکے کی بے رحم موجیں کشتی کو تھپڑے دے دے کے نشیب و فراز عالم کا
تساؤ دکھانے لگیں۔ اُسے اب نہ زندگی کی آرزو تھی اور نہ جی بچنے کی امید۔ مگر زندگی
تھی اور اُسے ابھی دنیا میں بہت کچھ کرنا تھا۔ کشتی ہر مصیبت سے بچتی ہوئی فلاڈزرس
کے سواحل پر پہنچی۔ اور ڈبوئے کی کوشش میں ہارسی ہوئی موجوں نے ایک رات کو
اُسے خشکی پر پھینک دیا۔

پانی سے نکل کے خشکی پر گیا۔ اور سکون پاتے ہی ایک صاف چٹان پر بیڑ کے
سو گیا۔ صبح کو چند مچھلی والوں نے آ کے جگایا۔ اور اُس کی حالت پر ہر س کھا کے حال
پوچھا۔ اُن کی زبان سے وہ سمجھ گیا کہ شمالی فرانس کی سرزمین ہے۔ مگر احتیاطاً
پوچھا ”یہ کون ملک اور کس کی قلمرو ہے ؟“ انھوں نے بتایا کہ شاہ سپے ہن کے بیٹے شاہ
چارلس کا علاقہ اور فلاڈزرس کا ملک ہے۔ اور دوبارہ اس کے حال کے جو پوچھے
دل میں کہا ”چارلس آہ بڑی قسمت ! ایک دشمن سے بچا یا تو دوسرے دشمن کے

حوالے کر دیا! شیر کے منہ سے نکال کے اڑدے کے منہ میں باخیر قسمت دکھائے گی دیکھو! اور دل مضبوط کر کے اُن لوگوں سے کہا ایک تباہ حال تاجر ہوں۔ جہاز پر مال لے کر انگل تیر (انگلستان) سے چلا تھا کہ فرانس میں آ کے سودا کروں۔ جہاز ڈوب گیا مال و اسباب سمندر کی نذر ہوا اور مجھے ایک مخمّے نے یہاں لاکے پھینکا ہے کہ فرانس اور فلانڈرس کے شہروں میں بھیک مانگوں!

ایک پھلی والا۔ تمہاری زبان سے معلوم ہوتا ہے کہ اکوئی طانی کے رہنے والے ہو۔ اگر وہاں سے آئے ہو تو کسی پر ظاہر نہ کرنا ورنہ پکڑ لیے جاؤ گے۔ ہمارے بادشاہ کا حکم ہے کہ اکوئی طانی کا کوئی آدمی اُن کے ملک میں قدم نہ رکھے پائے! یو ویزر! خوش نصیبی سے میں وہاں سے آتا بھی نہیں ہوں۔ رہنے والا وہیں کا ہوں مگر مدت ہوئی وطن سے سردکار نہیں رہا!

پھلی والا وہ یہ بھی کسی کو نہ بتانا کہ وہاں کے رہنے والے ہو! یو ویزر! میں تمہاری عنایت کا شکر گزار ہوں۔ اور کسی سے نہ کہوں گا! اسکے بعد کمرٹولی تو گوشت کے سوتھے ٹکڑے جو باندھ لایا تھا قریب قریب ختم ہو گئے تھے۔ اُن سے کچھ کھانے کو مانگا۔ انھوں نے ایک روٹی اور تھوڑی سی چھوٹی پھلیاں دیں جنھیں اپنے ہاتھ سے پکا کے کھایا۔ اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ اور کہاں جاؤں؟

جس فرمان روا کی سر زمین پر ہو وہ اُس کا جانی دشمن اور خون کا پیا سا ہے۔ چارلس کے آبا و اجداد بھی فرانس کے زبردست بادشاہ تھے۔ اور پیرینیز سے جرمنی تک اُن کی سطوت کے جھنڈے گرے ہوئے تھے۔ لیکن چند روز بعد یہ نسل اس قدر کاہل اور بزدل ہو گئی کہ اُسکے آخری تاجدار سوا گھر میں پڑے رہنے کے کبھی میدان جنگ کی صورت بھی نہ دیکھتے تھے۔ انھیں اپنی مدحیں دلرباؤں کی صحبت سے فرصت نہ ملتی۔ اور ملک کے تمام صوبہ دار اور والی باغی دیکش ہو گئے تھے۔ آخر صرف کوہاٹینا کا چھوٹا ضلع تو اُن کے قبضہ میں رہ گیا باقی سارا ملک اُن عمدہ داروں کا ہو گیا جو اسی طائفہ کے مقرر کئے ہوئے تھے۔ پتے پتے کی یہ حالت تھی کہ موٹاپے کے باعث گھر کے باہر نہ نکل سکتا۔ اور سال میں صرف ایک بار

ایک سیلون کی تھہر پیٹھ کے باہر آتا۔ اور اُسی پر بیٹھ لیٹے سنے کو تو ال یا لارڈ میر کے تقرر کی منظوری دے دیتا۔

اُس کا وارث سوا ایک ولد المرام لڑکے چارلس کے کوئی نہ تھا۔ اُمرائے شہر نے اُسی کو تخت نشین کر دیا۔ تاکہ پرانے شاہی خاندان کی نسل فنا نہ ہونے پائے۔ چارلس اپنے باپ دادا کے خلاف بڑا ہوشیار ذہین اور بہادر تھا۔ اس کے ساتھ اس میں انتظامی قابلیت بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی تھی کہ ایک ہی سال کے اندر کوتم پانیا کی ساری رعایا کو اپنا جان نثار بنالیا۔ پھر اچھے اچھے بہادر شہسوار اور پہلوان اپنے دربار میں جمع کئے۔ اور کافی قوت پیدا کر کے آزاد شدہ سرکش صوبوں کو پھر مطیع فرمان بنانے لگا۔ اور سب صوبے تودودہ اُس کے تابع فرمان ہو گئے مگر شاہ اگونی طانی نے مخالفت کی۔ اور دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اس لڑائی میں یودیٹر کو محض انچی بیٹی منینہ کی وجہ سے کامیابی ہوئی۔ اور چارلس اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

یہ عداوت اب تک چلی جاتی تھی۔ اور اب کوشش کر کے چارلس نے پھر قوت پیدا کر لی تھی کہ جس طرح بنے یودیٹر کو اپنا مطیع فرمان بنائے۔ اُس کی یودیٹر کو فکر تھی۔ مگر اب ابن ابی یسے کے ساتھ منینہ کی شادی ہو جانے سے اس کے دل میں خیال پیدا ہوا تھا کہ عربوں کی مدد سے میں چارلس کو پوری شکست دے کے اُس کے تمام مملکت پر قبضہ کر لوں گا۔ اور سارے فرانس کا بادشاہ ہو جاؤں گا۔

لیکن قسمت نے پانسہ پلٹ دیا۔ وہ عربوں کی دوستی و قربت ہی اُسکی تباہی کا باعث ہو گئی۔ اور قسمت نے اُسے خاص چارلس کی قلمرو میں لاڈالا جس سے سوائی کے کسی قسم کی ہمدردی کی امید نہیں۔ تاجروں کی مضبوطی کر کے اُس نے شہر کو مہیا کیا کی راہ لی۔ اور چند ہی روز میں وہاں پہنچ کے ایک ناٹ سے دوستی پیدا کی۔ اپنے آپ کو بھی سینڈ ڈنس کے گروہ کا ایک ناٹ بتایا۔ اور چونکہ فنون جنگ اور آداب سپہرگی سے بخوبی واقف تھا اس ناٹ کو اپنے کمالات شجاعت کا گرویدہ بنالیا۔ اُس ناٹ نے لیجا کے شاد چارلس سے ملایا جو ہمیشہ بہادروں کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔ اور تجربہ کار سپاہیوں کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس نے فنون جنگ میں یودیٹر کا امتحان لیا۔ اور ہرفن میں بالکل پاسکے اپنے دربار کے مخصوص ناٹوں میں شامل کر لیا۔

اب یو دیز ہر وقت چارلس کی صحبت میں رہتا۔ اور روز بروز اپنا حلیہ اور اپنی وضع بدلتا جاتا کہ کوئی پہچان نہ سکے۔ ایک دن چارلس صبح سے دوپہر تک ٹوبی و رزٹون میں مصروف رہا۔ اور جب بالکل تھک گیا تو یو دیز سے کہا "آج میں بہت خستہ ہو گیا۔ اب ہم چل کے کھانا کھائیں گے تو جو اس درست ہون کے یو دیز نے مسکرا کے کہا "مگر میری کھ میں نہیں آتا کہ آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں؟ شمال کے جرمنی دشمنوں کو آپ نے شکست دے دی۔ تمام صوبے سرکشی سے دست بردار ہو گئے آپ کے فرمان بردار ہو گئے۔ ایک یو دیز باقی تھا اُس کا عربوں کے ہاتھ سے خاتمہ ہو گیا۔"

چارلس "سپاہی کو ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ خدا جانے کب اور کیا ضرورت پیش آجائے؟" یو دیز نے آپ کو تو جنگی تیاری کی اس قدر فکر ہو۔ گر شاہ تھیری کو ذرا بھی فکر نہیں چلا کہ عرب لوگ اُس کی مملکت کے قریب پہنچنا چاہتے ہیں۔

چارلس "عرب کیا برابر بڑھ رہے ہیں؟"

یو دیز "لوگوں سے قویٰ بنتا ہوں۔"

چارلس (حیرت سے) "اور تھیری کو فکر نہیں! افسوس یہ فتنہ مشرق کی طرف سے اٹھا تھا اور ہمارا خیال تھا کہ بغیر قسطنطنیہ اور رومہ کو پامال کیے ہم تک نہ پہنچ سکے گا۔ مگر ہونچ ہی گیا ہم مشرق کی طرف دیکھتے رہ گئے اور یہ لوگ بظلمت کے مغرب کی طرف سے نمودار ہوئے اور سارے ہسپانیہ پر قبضہ کر لیے پر بھی خاموش نہیں بیٹھتے۔"

یو دیز "میں نے ملک گیری کو تو ایک ہمانہ بنا لیا ہے۔ صل میں اپنا دین پھیلانا چاہتے ہیں۔"

وہ ملک ہی نہیں چاہتے ہمارا دین و ایمان بھی چاہتے ہیں۔"

چارلس "تو کیا اُن کی کوئی روک ہمیں ہو سکتی؟"

یو دیز "روکے کون؟ ہسپانیہ دا بے پامال ہو گئے۔ آپ کے دشمن یو دیز نے پہلے مقابلہ کیا۔ جب یون زور نہ چلا تو بیٹی دے کے دوستی پیدا کر لی۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹی بھی ہاتھ سے گئی اور ملک بھی گیا۔ اور دوسرے لوگ اُس کا انجام دکھ کے ڈر گئے۔"

چارلس "یہی حال ہے تو وہ لوگ یہاں تک بھی پہنچ جائیں گے مجھے کوئی طانی کی تباہی کا بڑا صدمہ ہوا۔ میں یو دیز کا دشمن نہ تھا۔ بلکہ اگر وہ مجھ سے مدد مانگتا تو بڑا زبردست لشکر اُس کی کمک کو بھیجتا۔ مگر اُسے گوارا ہی نہ تھا کہ میں یا میرے سپاہی اُس کے کمک میں جائیں۔"

میری فقط اتنی خواہش تھی کہ اگلے زمانے کی طرح وہ میری ماتحتی کو قبول کرے۔ اور یہ میرا حق تھا۔ مگر اُس نے خیال نہ کیا۔ اور اپنی زندگی خراب کی۔ لیکن جس طرح بنے ان عربوں کو روکنا چاہئے۔“

یوڈیز: ”ابھی تو اُن سے شاہ تھیری سے سابقہ پڑے گا۔ پھر اس کے بعد آپ کی نوبت آئے گی۔“

چارلس: ”بجائے اس کے کہ ہم اُن لوگوں کے یہاں تک پہنچنے کا انتظام کریں ضرورت ہو کہ تھیری کی مدد کریں۔“

یوڈیز: ”مگر جب شاہ تھیری بھی لڑنے کا ارادہ کرے؟ وہ ملک کا خواستگار ہی نہیں تو آپ کس کی ملک کریں گے؟“

چارلس: ”چلو ہم اُس سے ملین اور اُس سے لڑائی پر مجبور کریں۔ وہ میرا مطیع ہو۔ اور اُس کا فرض ہو کہ میرا حکم مانے۔“

یوڈیز: ”اس طرح دباؤ ڈالنے کا یہ انجام نہ ہو کہ وہ عربوں سے مل جائے۔ اور اُن کو ساتھ لے کے خود آپ پر حملہ کر دے۔ ایسے کمزور دل کے لوگ کتنا ایسی حرکت کر سکتے ہیں۔“

چارلس: ”تو میں حاکم کی حیثیت سے نہیں بلکہ دوست بن کے اُسے سمجھاؤں گا۔ کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ عربوں کے روکنے ہی میں ملک اور مذہب کا بچاؤ ہو۔ ورنہ ہم سب اُن کے غلام ہو جائیں گے؟“

یوڈیز: ”مجھے تو امید نہیں۔ مگر شاید آپ کے سمجھانے سے سمجھ جائے۔ بہر حال آپ کے وہاں چلنے میں فائدہ ہی ہے۔“

یوڈیز نے عربوں کی جو حالت بیان کی تھی اُس نے چارلس کو بہت ہی خوف زدہ کر دیا تھا۔ اور وہ آمادہ ہو گیا تھا کہ عربوں کے روکنے میں اپنی جان تک دے لینے میں دریغ نہ کرے۔ چنانچہ اسی قومی اور دینی ہم کو اپنی زندگی کا مقصد اصلی قرار دے لیا۔ اور دوسرے ہی دن یوڈیز نے بہت سے ہراہی ٹائٹون کو لے کے تھیری کے دارالسلطنت کا قصد کر دیا۔ اور ایک ہفتہ کے اندر وہیں تھا۔ شاہ تھیری نے بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا۔ اور ملاقات کے وقت اُسکی بہادری مستعدی اور بیدار مغزی کی بے انتہا تعریف کی۔ چارلس نے کہا ”اگر عربوں کو نہ روکا جائے تو ساری بہادری بیکار ہو۔ اور اُن کی غلامی سے

پر جانا بہتر ہے ۱۱

تھیرمی (نظر پنچی کر کے) ”گر اُن سے مقابلہ کرنے کی کس مین تا ب ہر؟ ہمسایہ والوں نے مقابلہ کیا اور فنا ہو گئے۔ یوویز نے اُن کا مقابلہ بھی کیا اور اُن سے صلح بھی کی۔ اور دونوں طرح اپنی قسمت کو آزمایا۔ انجام یہی ہوا کہ وہ اور اُس کی سلطنت خاک میں مل گئی۔ اب اور کوئی مقابلہ کر کے کیا بنالے گا؟“

چارلس۔ ”تقدیر میں جو ہونا ہو گا گریسے دشمنان دین کے مقابلے میں بزدلی دکھائے سے بھی بُرا کوئی عیب نہیں ہے۔“

تھیرمی۔ ”عجب ہو یا ہنر مگر کوئی تقدیر سے نہیں لڑ سکتا۔“

چارلس۔ ”ان میں لڑو نہ گا۔ دین کی توہین۔ عزت و شرافت کا خاتمہ۔ ملک کی تباہی۔ قوم کی بربادی۔ ہمارے بچوں اور ہماری عورتوں کا بے دینوں کی لوہیاں بننا۔ جلا برداشت کے قابل چیزیں ہیں؟ امین ان جبری لوٹروں اور دین کے بے باک دشمنوں سے باہم مل کے ایک زبردست مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور اگر ہم جان بازی کو تیار ہو گئے تو خدا ہماری مدد کرے گا۔“

تھیرمی۔ ”آپ اس قدر مصرا در لڑائی پر آمادہ ہیں تو میں صاف صاف آپ سے کہہ دیتا ہوں کہ میں اپنی فوج اور اپنے ملک میں اُن کے مقابلے کی طاقت نہیں پاتا۔ دل میں ارادہ کر چکا تھا کہ اُن کی اطاعت قبول کر لوں گا۔ لیکن آپ ایسی استعداد سے لڑائی کو تیار ہیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ خاموش بیٹھ کے آپ کی کارروائی کا انتظار کروں گا۔“

چارلس۔ ”یہ سہین ہو سکتا۔ آپ کو ہمارا ساتھ دینا ہو گا۔ اور آپ کی فوج ہمارے ساتھ میدان میں جاسے گی۔ اگر آپ نے ذرا بھی پہلوتھی کی تو فرانس کے تمام چھوٹے چھوٹے کونٹ اور حکمران الگ الگ ہو جائیں گے۔ حالانکہ میں چاہتا ہوں کہ سارا فرانس اُٹھ کھڑا ہو۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ جان دینے کو تیار ہو جائے۔ اور سارے کونٹ امرا۔ اور نائٹ ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں۔“

تھیرمی۔ ”اگر آپ ایک میدان میں بھی عربوں پر غالب آ گئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارا ملک آپ کا ساتھ دے گا۔ لیکن اگر آپ یہ چاہیں کہ کامیابی سے پہلے

لوگ آپ کا ساتھ دین تو یہ بہت دشوار ہے۔
چارلس ”اس دشوار کو میں آسان کر لوں گا مگر آپ اپنی کہنے کے ہمارا ساتھ
 دیجئے گا یا نہیں؟“

تھیری ”آپ عربوں سے ابھی دو درجن پہلا سا بندوق ہی کو پڑنے والا ہے۔
 اور اب اُن سے جو پہلی لڑائی ہوگی میرے علاقے میں اور میری سر زمین پر ہوگی۔
 لہذا اگر فوج ہوئی تو اُس سے نفع اٹھانے والے آپ ہوں گے اور اگر شکست ہوگئی
 تو آپ بھاگ کے اپنے ملک میں جو رہیں گے اور آئی گئی مجھ پر ہو جائے گی۔“

چارلس ”میں بھاگنے کے لئے مقابلہ نہ کروں گا۔ اگر فوج نہ ہوئی تو میدان میں
 اپنی جان دے دوں گا۔“

تھیری ”یہ کون کہہ سکتا ہے کہ کیا واقعہ پیش آئے گا یا فوج شکست اور مرنا جینا
 خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن آپ اگر قطعی طور پر لڑائی کیلئے آمادہ ہیں اور مجھے بھی اپنے
 ساتھ لینا چاہتے ہیں تو مجھ سے آپ وعدہ کیجئے کہ آخر تک میرا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔
 اور ایسا نہ ہوگا کہ رنگ بگڑتا دیکھتے ہی مجھے چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوں۔ اس پر مجھ میں
 آپ میں ایک تحریری معاہدہ اور قول و قسم ہو جائے۔“

چارلس ”اس کے لیے میں خوشی سے تیار ہوں۔“
تھیری ”یہ بھی وعدہ کیجئے کہ جیتنے کی صورت میں اکوئی طانی کا ملک آپ
 مجھے دے دیں گے۔“

یوڈیزان باتون کو سُن رہا تھا۔ تھیری کے یہ الفاظ سنتے ہی بولا ”یوڈیزکو
 میں ڈھونڈھ لاؤں گا۔ اور ہمارے شاہ چارلس کا ارادہ ہو کہ اُس کا ملک
 فتح کر کے اُسی کو دے دیں۔“

چارلس ”ہاں میں یہ ملک اُسی کو دوں گا اور وہ نہ ملتا تو اس کا جو وارث
 ہوگا اُسے دوں گا۔ آپ کے ساتھ یہی سلوک کیا کہ ہو کہ میں آپ کے ملک کو
 عربوں سے بچا دوں گا۔“

تھیری ”میر میں اس پر بھی راضی ہوں۔ لیکن میں ابھی سے کہہ دیتا ہوں کہ
 میری فوج اور میری رعایا آپ کے ساتھ جائے گی میں اپنی ذات بہ ظاہر الگ ہی

۔ جون گا

چارلس" یہ بھی مجھے منظور ہے" اس کے بعد تھیری کے اطمینان کے موافق قول و قسم اور معاہدہ ہوا۔ اور چارلس نے سارے علاقہ فرانس میں دورہ شروع کیا کہ ہر شہر اور ہر گاؤں کے لوگوں کو عربوں کے مظالم سے آگاہ کر کے انھیں ابھارے اور لڑائی پر آمادہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ عربوں کی نقل و حرکت کا حال بھی مقبر اور ہوشیار جاسوس بھیج بھیج کے دریافت کرتا رہتا تھا۔

چنانچہ اُسے معلوم ہوا کہ لشکر عرب بڑھتا ہی چلا آتا ہے۔ ملک کو کمزور اور حکمرانوں کو خائف و ترسان دیکھ کے اُن کے سردار مشرق سے مغرب تک پھیل گئے ہیں۔ اور اُن کا لشکر بیسیوں حصوں میں بند کے منتشر ہو گیا ہے۔ لیکن سب سے بڑا اور اصلی لشکر خود امیر سپاہیہ عبدالرحمن کے زیر علم ہے۔ جو لوگ شہر دن اور قریوں کو ٹوٹے ٹوٹے بڑے مالدار ہو گئے ہیں۔ ہر سپاہی کے پاس ہزاروں لاکھوں کی دولت ہے۔ اور ٹوٹ ٹوٹ کے انھوں نے اتنا سامان جمع کر لیا ہے کہ اُس کا لے چلنا دشوار ہے۔ وہ اب سپاہیوں کی طرح نہیں بلکہ دولت مند اور نئی تاجروں کی طرح آرہے ہیں۔ اور اُن کے لشکر قیمتی سامان عیش سے لدے پھندے قافلے بن گئے ہیں۔ جس کی اُٹھانے اور لادنے کی فکر انھیں سب سے زیادہ رہا کرتی ہے۔

ان خبروں نے اُس کا حوصلہ بڑھا دیا۔ اور چپکے ہی چپکے اُس نے ایک زبردست لشکر مرتب کرنا شروع کر دیا۔ جو مختلف گاؤں اور شہروں میں اس طرح تیار ہو رہا تھا کہ دشمن تو دشمن خود چارلس کے ساتھیوں کو بھی اندازہ نہ تھا کہ چارلس نے اپنی کوشش سے کتنی خلقت عظیم کو جانناز سپاہی بنا دیا ہے۔

ایکسوان باب

قسمت کا آخری فیصلہ

خزان گزر گئی۔ برفباری سوتوت ہوئی۔ پیرے نیز کے راستہ کھل گئے۔ اور اکوئی طانی کے فاتح عرب جو جنوبی فرانس میں مشرق سے مغرب تک پھیل کے

ٹھہر گئے تھے کہ سردی کم ہو تو آگے قدم بڑھائیں اُن میں پھر حرکت پیدا ہوئی۔
درختوں میں کوہیلیں اور کوہلون میں کلیان آنا شروع ہوئیں۔ نسیم کے
خوشگوار جھونکے سرد و قاصد بہار بن کے پیرے ہنز سے ملکِ فرانس میں آئے۔ اور
آمد بہار کا فردہ منانے لگے۔

عبدالرحمن بن عبدالمد کلبی اپنے ایک زبردست لشکر کے ساتھ شہرِ یو جس
میں تھا۔ جاڑوں کا موسم اُس نے یہیں بسر کیا تھا اور اب آگے بڑھنے کا ارادہ
کر رہا تھا کہ ایک دن صبح کو ابن ابی یسوع کے قاتل عدی بن ریان نے آکے کہا
”میں سنتا ہوں کہ ہماری فوج کے بہت سے لوگ وطن واپس جانا چاہتے ہیں
کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم لوگ گھر جانے کے بعد پھر واپس آکے آگے بڑھیں؟“
عبدالرحمن ”میں تو نہیں سمجھتا کہ ہمارے عربی نژاد لوگوں میں اتنی کُستی
اور حماقت پیدا ہو گئی ہو کہ فضول آمد و رفت میں تضيیع اوقات کرنا پسند کریں۔
مقابلہ کے لیے کوئی زبردست دشمن نظر نہیں آتا۔ ہمارے خوف سے دل ولے
ہوئے ہیں۔ اور سارے ملک پر ہماری ہیبت چھا گئی ہو۔ ایسے بہترین موقع کو
چھوڑ دینا کسی کے نزدیک قرین قیاس نہیں ہو سکتا۔“

عدی ”مگر ہمارے بعض جاسوس تو خبر لائے ہیں کہ شمالی فرانس کا ایک
فرمان روا ہمارے مقابلہ کا سامان کر رہا ہو۔ اور فوجیں جمع کرتا پڑتا ہو۔“

عبدالرحمن ”او خدا! وہ کیا کر لے گا؟ یہاں کوئی طانی سے زیادہ زبردست
سلطنت کوئی نہیں ہو اور اُسے ہم نے فتح کر لیا۔“

عدی ”مگر ہمارے سپاہیوں کے پاس مال و دولت کا بوجھ بڑھ گیا ہو۔
انہوں نے کلنا دشوار ہو۔“

عبدالرحمن ”گنتا ہی بوجھ ہو بار برداری کا سامان ہم آسانی سے کر سکتے ہیں
اور آج تک کبھی اس کام میں مشکل نہیں پیش آئی۔ یقین جانو کہ یہ لوگ ہمارا
کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمارے چھ سات سردار کافی فوج کے ساتھ مشرق سے
مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ دشمن جہر سے آئیں گے روکے جائیں گے اور
کسی زبردست دشمن کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو پندرہ دن کے اندر سب آگے

بھڑے ل جائیں گے۔ اور ہمارے اتنے بڑے لشکر کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔
 ان لغو دھمن سے میں جہاد سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔

عدیؓ اگر آپ نے یہی قطعی ارادہ کر لیا ہے تو پھر ہمارے لشکر کو آگے بڑھنا چاہیے۔
 عبدالرحمنؓ اب ہمیں شاہ تھیری کے علاقے پر حملہ کرنا ہے۔ مگر خطے سے پیشتر اسے
 اطلاع دے دینا ضروری ہے کہ دین اسلام قبول کرو۔ یا اطاعت قبول کر کے ہمیں
 جزیہ دو۔ اور زمین تو لوٹائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔

عدیؓ تو اسے فوراً اطلاع دے دینی چاہیے۔
 عبدالرحمنؓ میں آج ہی اپنے قاصد کو اُس کے پاس روانہ کروں گا۔ یہ
 کہتے ہی اُس نے اپنے قاصد کو ایک خط دے کے تھیری کے پاس بھیج دیا۔ اور
 اُس کی روانگی کے تیسرے دن لشکر آگے بڑھایا۔ اور تمام سردار دن کو حکم بھیج دیا
 کہ لشکر بڑھائیں۔

اب وہ شہر طوروس کے قریب پہنچ کے دریا سے اُترنے کی تیاریاں
 کر رہا تھا کہ ناگهان خبر آئی دشمن کا ایک بہت بڑا دست لشکر آپہنچا جس کا شمار
 اور اندادہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سن کے عبدالرحمن تھر ہو گیا اور عبزدن سے کہا
 کہ تم پیشتر پتہ نہ لگایا۔ جب وہ لوگ ہمارے سر پر آگئے تو تمہیں خبر ہوئی؟
 ایک جاسوسؓ حضور۔ اس سے پہلے ان لوگوں کا کین پتہ نہ تھا۔ کسی شہر اور
 گاؤں میں یہ لوگ نہیں گزرے۔ اور سارا ملک بیخبر رہا۔ اتنا سنا گیا تھا کہ شاہ چارلس
 لشکر جمع کر رہا ہے جس کی خبر ہم نے حضور کو پہنچا بھی دی تھی۔ اس سے زیادہ حال
 اس لشکر کا فرانس کے شہزادوں میں بھی کسی کو نہیں معلوم ہو سکا۔ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ
 ہارڈون میں چھپے چھپے آئے ہیں۔ اور کوشش کرتے رہے ہیں کہ ان کے نقل و
 حرکت کی کسی کو خبر نہ ہو کرے۔

عبدالرحمنؓ خیر۔ انشا اللہ جہاد کا ایک اچھا میدان ہاتھ آئے گا۔ مگر اب مجھے
 اپنے تمام افسروں اور فوجوں کو بلا کے یہاں جمع کر لینا چاہیے۔ ہم اسی ریا کے
 کنارے ٹھہر کے دشمنوں کو روکیں گے۔ اور جب ہمارا سارا لشکر جمع ہو جائے گا
 تو پھر اُن کے مقابلہ کریں گے۔ یہ کہتے ہی اُس نے چارون طرف اپنے سواروں کو

اور کل افسروں کو حکم بھیج دیا کہ فوراً نوادے کنارے آ کے ہمارے ساتھ جمع ہوں۔
اس کے علاوہ آج ہی اُس نے پڑاؤ کو لڑائی کے لئے درست کیا۔ ہمراہی
سواروں کو بلانے کے بجھایا کہ تمام سپاہیوں کو لڑائی کے لیے تیار کر دیں۔ اور کچھادین
کہ بس ہی ایک معرکہ ہو گا۔ اس میدان کو مار لیا تو پھر سارا فرانس ہمارا ہو گا۔ نہ کوئی
دوسرا لشکر جمع ہو سکے گا۔ اور نہ کسی کو ہمارے مقابلے کی جرأت ہو گی۔ اور اسی
لڑائی پر خاتمہ ہو گا۔

انھیں انتظار میں شام ہو گئی۔ اور سب لوگ دعا و عبادت میں بھر دیے
ہوئے۔ اور شب گشت کرنے والی فوجوں کے بھروسے پر اپنے خیموں میں پڑنے کے
سو گئے۔ جب اتفاق رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ اور اکثر لوگ روزہ دار تھے۔
جنھوں نے سفر کو روزہ شکنی کا بھانہ قرار دینا نہیں پسند کیا۔ سحر کے وقت لشکر گاہ
اسلام میں پھر چل پھل ہو گئی۔ اور اُس کے بعد سب نے عبادت و نوافل ہی
میں صبح کر دی۔

عبدالرحمن کو اس رات صبح تک نیند نہ آئی۔ اُسے اس بات کا تڑپ تھا
کہ دشمنوں کی اتنی بڑی یورش ہو اور ہمارا لشکر دُور دُور تک پھیلا ہوا ہو جس کا
فوراً جمع ہو جانا دشوار ہو گا۔ تاہم دل مضبوط تھا۔ اور اپنی فتح کا یقین کامل تھا صبح
کو لشکر کے ساتھ اول وقت میں نماز ادا کر کے رات کے جاگے ہوئے سپاہی
سوئے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ ناگهان خبر آئی دشمن راتوں رات دریائے نوآر
کے اس پار اُتر آئے۔ اور اب اُن کی کوئی روک نہیں ہو گی۔ اس خبر نے عبدالرحمن
کو بہت پریشان کر دیا۔ اب اُسے یہ اندیشہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ چاروں طرف
سے راستہ روک دیں۔ اور ہماری فوجیں جو ہر طرف سے سمت کے آنے والی
ہیں ہم تک نہ پہنچ سکیں۔

تاہم اُس نے ہزاروں سپاہیوں کو لگا دیا کہ عربی لشکر گاہ کے گرد اگر دشمن
کھودیں تاکہ اگر دشمن حملہ کر دے تو ہم المینان سے مقابلہ کر سکیں۔ خندقوں کا کھودنا
شروع ہی ہوا تھا کہ مسلمانوں کے واسطے بائیں دونوں جانب سے فرانسیسی فوج کے
بھندے دکھائی دیے۔ جو آگے بڑھتے چلے آتے تھے۔ اور اُن کے بوق و قرنا و دربل و داغخون

کا شور چاروں طرف کی فضا میں گونج رہا تھا۔

عبدالرحمن نے بھی لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا۔ اور بہادران ہمسایہ دعوہ اپنی خندقوں کے اندر مصنفین باندھ کے کھڑے ہو گئے۔ عبدالرحمن لباس جنگ پہن کے اور گھوڑے پر سوار ہو کے ان کے سامنے آیا۔ اور یہ تقریر کر کے بہادران عرب اور دلدادگان اسلام ایسی آزمائش کا وقت بنے۔ ناموری۔ عورت۔ دولت اور سب سے بڑھ کے شہادت اور خداوند جل و علا کی خوشنودی کی تمھاری شجاعت واسطے وابستہ ہے۔ اس گھڑی تک تم برابر کامیابی اور فتح منی سے دشمنوں کو پامال کرتے چلے آئے۔ اور اُس سرزمین میں کئی لوجہ اور تملیل و تکبیر کا نعرہ بلند کر دیا جہاں تم سے پہلے کسی کی زبان سے یہ الفاظ نہیں سنے گئے تھے۔ بہت سے دشمنوں نے اتفاق کر کے تم پر حملہ کیا ہے۔ آئے ہیں کہ تمھاری سعی حق کو روکیں۔ مگر خدا کا یہ وعدہ یاد رکھو کہ "واللہ صائم نوری" ولو کوکبا لکھا فدونکے یہ وعدہ پورا ہو گا لیکن تمھارا امتحان لے کے ۱

ان پر جوش فزون نے سب کے دلوں میں جوش پیدا کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے۔ اب فریخ لشکر بالکل قریب آ گیا تھا۔ اور ان کے بالکل سر پر آ جانے کے بعد نظر آیا کہ مسلمان بالکل گھرے ہوئے ہیں۔ سامنے دریا ہے۔ لوار ہے۔ اور تین طرف دشمنوں کا ڈھری دل۔

عبدالرحمن نے یہ دیکھ کے کہ دشمن برابر بڑھتے ہی چلے آتے ہیں۔ اور عنقریب خندقوں کے پاس آپہنچیں گے گھوڑا بڑھاکے اپنی ایک قلب شکن تکبیر کے اشارے سے لشکر عرب کو حملہ کا حکم دے دیا۔ اُس کی تکبیر ایک صدائے بازگشت کی طرح تمام مسلمان سپاہیوں میں گونجنے لگی۔ اور سب نے جوش و خروش سے حملہ کر دیا۔

رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ روزہ دار سپاہیوں میں تقلیل غذا سے جس قدر کمزوری تھی اُس سے زیادہ روحانیت اس مقدس مہینے کی برکت سے پیدا ہو گئی تھی۔ امیدواران شہادت اس زمانے کی شہادت کو ازویاد مدارج آخر دی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اپنے سردار کا اشارہ پاتے ہی خندقوں سے نکل کے دشمنوں پر ڈوٹ پڑے۔ اور بازار مرگ گرمیاں دکھانے لگا۔ عربوں نے دیسا ہی زبردست حملہ

کیا تھا جیسا کہ کیا کرتے تھے جو دم بھر میں دشمنوں کی صفوں کو درہم و برہم کر دیتا تھا اور جس سے بڑے بڑے نبرد آزما سوراہا پناہ مانگنے لگتے تھے مگر یہاں دشمن کے لشکر عظیم کا اتنا بڑا دریا سے ذخار کو سون تک پھیلا ہوا سیل فنا کے ہلکورے دے رہا تھا کہ کسی ایک مقام پر دباؤ پڑنے سے اُس پر زرا بھی اثر نہ ہوتا۔ ایک گروہ پسپا ہوتا تو دوسرا آہونچتا اور اس کو مغلوب کرنا ناپید انکار سمندر میں پیرنا اور زیادہ زور لگا لگا کے باقیہ پاؤں مارنا تھا جس کا نتیجہ سوا تھک کے ڈوبنے کے کچھ نہیں ہوتا۔

چارلس جو فرانسیسیوں کے اس لشکر عظیم کا سپہ سالار تھا اس بات کو خوب سمجھا ہوا تھا کہ اگر لڑائی میں ذرا بھی تاخیر ہوئی تو ہسپانیہ سے مسلمانوں کی کمک آ جائے گی۔ اور تمام سرداران عرب جو مختلف بلاد فرانس میں پھیلے ہوئے ہیں آ کے جمع ہو جائیں گے اور زمرہ ان کی قوت بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ اسیلے کہ ہسپانیہ ہی نہیں افریقہ مصر اور شام و عرب تک سے زبردست جنگو آنا شروع ہو جائیں گے اور ان کے جھنڈے کے نیچے اتنا لشکر جمع ہو جائے گا جس سے پیش پانا غیر ممکن ہوگا۔ اسیلے جو کچھ ہوسکے جلد ہی کر لینا چاہیے۔ اور اسی وجہ سے اُس نے آتے ہی حملہ کر دیا تھا۔ اس پر بھی عبد الرحمن کی تکبیروں سے چونک چونک کے مسلمان حملہ کرتے تو کوہ و جبل لرزہ ڈال دینے والے نعروں سے گونج اٹھتے۔ اور جدھر ان کا رخ ہو جاتا حریفوں کو بھاگتے ہی بنتی۔ مگر چارلس کے ہمراہ دس بارہ ہزار آہن پوش نائٹ تھے جو فولادی بُرجوں باغیر متحرک پہاڑوں کی طرح ایک ہی جگہ کھڑے رہتے۔ ان پر کسی کی تلوار کا رگڑ نہ ہوتی۔ جتنی ضرورتیں پڑتیں ان کو کمال بجسی سے جھیل لے جاتے۔ اور اپنا استقلال بھاننے والے مسیحیوں میں بھی پیدا کر دیتے۔

خود چارلس کی یہ حالت تھی کہ وہ اور اُس کا زبردست گھوڑا دریائے آہن میں غرق تھے۔ اگرچہ تمام اسلحہ سے آراستہ اور اوچی بنا ہوا تھا۔ مگر اُس کا خاص حربہ گڑز کے عوض ایک بڑا بھاری فولادی ہتھوڑا تھا جسے کندھے پر رکھے ہوئے وہ گھنی رزمگاہوں میں چکر لگاتا۔ اور جس پر اُس کا ہتھوڑا پڑ جاتا اُسے ایک رعد کی سی کواک کے ساتھ اسی جگہ پر فنا کر دیتا۔ جس جگہ اپنے لشکر کا قدم اُٹھرتے دیکھتا بلاے ناگمان کی طرح آہونچتا۔ اور لڑائی کو سنبھال لیتا۔

شام تک برابر ایسی ہی سخت لڑائی ہوتی رہی۔ اگرچہ ٹھکن سے ہاتھ پاؤں رہ گئے تھے۔ مگر دونوں حریف اُسی جوش و جہاں بازی سے مقابلہ کیے جاتے تھے۔ آخر رات نے اپنا سیاہ پردہ درمیان میں ڈال دیا۔ اور غضب آنسو بہا درجہ بدرجہ کے اپنے اپنے نیموں میں داپیں آئے۔ مگر دونوں طرف دونوں میں اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ دیکھے کل کیا ہوتا ہے۔ یہی ن کو اپنی کثرت و شجاعت پر جونا توٹ گیا تھا۔ اور عربوں کا۔ استقلال دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔ اور عربوں کو حیرت تھی کہ فریڈیوں میں ایسا استقلال کبھی نہیں دیکھا تھا۔ دیکھئے اس لڑائی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

لیکن باوجود اس کے عربوں کی قوت بہت کمزور پڑ گئی تھی۔ فریڈی لوگوں میں نئے نئے لشکروں کے آگے شریک ہونے کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ اگرچہ پندرہ ہزار سے زیادہ اس میدان میں مارے گئے مگر اس سے دُورے تنگے رات بھر میں اور آگے۔ بخلاف اس کے عربوں میں سے جو دس ہزار بہادر شہید ہوئے اُن کی جگہ پوری کرنے کے لیے ایک سپاہی بھی نہ پہنچ سکا۔ صبح کو تین مسلمان سردار اپنے لشکروں کو لے کے آگئے۔ جن میں سے ایک نوکلثوم بن حرب شیبانی تھا۔ دوسرا عکرمہ بن مجاہد اسکی اور تیسرا عاصم بن غل الحمری۔ اُن میں سے پہلا چار ہزار مراکشی و جزائری نبرد آزماؤں کے ساتھ مشرق و جنوب فرانس کے ایک قریبی شہر سے آیا تھا۔ دوسرا مغرب کے ایک شہر سے آیا جو یہاں سے ایک ہی منزل پر تھا۔ تیسرا اگرچہ مغرب جانب یہاں سے دو منزل کی مسافت پر تھا مگر امیر عبد الرحمن پر دشمنوں کی یورش سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور راتوں رات دو منزل طو کر کے تیسرے پر کے قریب آ گیا۔ مگر دشمنوں نے اُن کا راستہ روک دیا۔ نہ اُن کو عبد الرحمن ہی تک پہنچنے دیا۔ اور نہ اُن کو دار و بہادری کو ایک دوسرے سے مل کے باہم مجتمع ہونے دیا۔

عبد الرحمن ان لوگوں کے پہنچنے کا منتظر تھا۔ مگر وہ سب اتنی دُور پر روک دیے گئے تھے کہ اسے خبر بھی نہ ہونے پائی۔ تاہم صبح کو ناز سے فارغ ہوئے ہی جب اس نے دشمنوں پر حملہ کیا تو دل میں قوی امید تھی کہ آج میری ملک پر دوچار سردار ضرور آجائیں گے۔ فریڈی لوگوں نے بھی آج کل سے زیادہ جوش و خروش سے حملہ کیا۔ اور آج کی لڑائی کل سے زیادہ سخت تھی۔ نئی ملک کے پہنچ جانے اور

ملازمہ دم فوجن کے آنے کا سلسلہ قائم ہونے کی وجہ سے اُن کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا۔ اُن کے نائب جان توڑ توڑ کے چلے کرتے اور اُن کے نواب اور ڈیوکی جوش خروش سے لٹکار لٹکار کے اُنھیں لڑاتے۔ اور یاد دلاتے کہ اُسی لڑائی پر فیصلہ ہے۔ یا تو فتح اور آزادی۔ یا ہمیشہ کی غلامی دہلے عورتی۔

چارلس جو اس لڑائی میں اپنے ہتھوڑے سے آفت بپا کرنے کے باعث چارلس مارٹلی، مشہور ہو گیا تھا ہر جاتا میدان صاف کر دیتا۔ اگر کسی جگہ فرنج لوگوں کو شکست ہوتی نظر آتی یا وہ پریشان دحواس باختہ معلوم ہوتے تو گھوڑے کو ایڑ بتا کے جا پہنچاتا اور اپنے کوہ شکن حربوں سے عربوں کو پسپا کر کے ہٹا دیتا۔

کلتوم عکرمہ اور عامر نے بڑی کوشش کی کہ طوفان جنگ میں کودے اور دشمن کی فوج کے دریائے متواج کو پیر کے عبدالرحمن کے لشکر سے جا ملین۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ہر طرف اُنھیں اپنے سے دو ٹانگنا لشکر دشمنوں کا نظر آتا۔ جو نہ انہیں ایڑ سپا نیہ ہی کے علم تک پہنچنے دیتا اور نہ باہم ملنے دیتا کہ ساتھ مل کے زبردست حملہ کریں۔ اور جان بڑھیل کے اپنے امیر سپہ سالار کے پاس پہنچ جائیں۔ آج کی لڑائی بھی آفتاب کے غروب ہونے پر ختم ہو گئی۔ اور روز و درجہ ہر دون سنے

خیون میں آ کے روزے افطار کیے۔ اگرچہ سفر اور جہاد میں روزے چھوڑ دینے کی اجازت تھی مگر اُن کے دلوں میں یہ فحوق جاگزین تھا کہ اگر یہ زندگی کا آخری دن ہے تو روز کی حالت میں شہید ہوں۔ خدا کے پاس روزہ دار جائیں۔ اور جنت کے بیون اور کوثر کے شہرت سے افطار کریں۔ دو دن کے تھکے ہوئے سپاہیوں نے جہاں تک بن بڑا رات عبادت و تلاوت میں صرف کی۔ اور صبح کو پھر لڑائی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے مگر اس وقت تک کسی قسم کی مدد نہ پہنچنے کی وجہ سے عبدالرحمن بن عبداللہ کلبی پریشان خاطر اور مایوس تھا۔ اُسے یقین تھا کہ جب تک مسلمانوں کا کوئی بہت بڑا زبردست لشکر نہ آئے تو دشمنوں کا سپاہ عظیم نہیں رک سکتا۔ کوئی کسی کے انتظار میں دن گنتا ہر وہ گھڑیاں گن رہا ہوا اور اس بے خبر جو کہ دشمنوں کے اُس طرف مسلمانوں کے کئی لشکر پڑے ہوئے ہیں مگر دشمن کی کثرت کی وجہ سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔

اسی انتظار میں مسلمان مسلسل آٹھ دن تک ایسی ہی خوریز لڑائی لڑتے رہے۔

اور ان کے استقلال نے دشمنوں کو بھی پریشان کر دیا۔ مگر عبدالرحمن کو اب بالکل یاس تھی دل میں کہتا کہ ”ان لوگوں نے آٹھ دن بھی مقابلہ کیا تو بہت کیا۔ ان کی تعداد وزیروزر گھٹتی جاتی ہو۔ افسوس میری فوج کا پانچواں حصہ بھی نہیں باقی رہا۔ کیسے کیسے نامور بہادر مارے گئے۔ اور جہین ان میں اب دم نہیں ہے۔ آہ! کوئی مدد کو نہ آیا اور یہ قیمتی جانیں مفت ضائع ہوئیں۔ اس کو میں اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ اگرچہ ان باقی ماندہ جان بازوں کے ہاتھ پاؤں نے جواب دے دیا ہے مگر ہمت نہیں ہارے ہیں تیار ہم کب تک؟ معلوم ہوتا ہے ہم سب کا یہیں خاتمہ ہونے والا ہے“

ان آٹھ دنوں کی لڑائی میں خود وہ بھی کئی گہرے زخم کھانچکا تھا۔ مگر محض اس اندیشہ سے کہ مسلمانوں کا دل تھوڑا نہ ہو اپنی تکلیف کسی پر نہ کرتا تھا۔ آج میدان جنگ میں قدم رکھنے سے پہلے اُس نے اپنے سارے لشکر کو خندقوں کے پاس جمع کیا اور کہا ”شجاعان عرب! میں تمھاری بہادری اور جان بازی کی داد دیتا ہوں۔ مگر تمھاری پامردی نے اس کثرت و قوت پر بھی دشمنوں کے حوصلے پست کر دیے ہیں۔ مگر افسوس کسی طرف سے ملک نہ آئی کہ اپنی اس بہادری و استقلال کے صلہ میں تم کو فتح حاصل ہوتی جس کے تم مستحق ہو۔ مگر خدا کے یہاں تمھارا درجہ بہت بلند ہے۔ اور اُس کے دربار سے تمھیں جو صلہ و انعام ملے گا وہ ان دنیوی صلوں سے بہت زیادہ قیمتی اور سرمدی ہو“ اکثر لوگوں نے بیباک ہو کر نعرہ لگایا ”ہم اُسی صلہ کو چاہتے ہیں! ہمیں نہ زندگی کا شوق ہے نہ دولت و ثروت کا۔ ہم شہادت چاہتے ہیں“

عبدالرحمن ”بے شک یہی چاہنے کی چیز ہے۔ مگر خیال رہے کہ ساعت بہ ساعت زیادہ نازک زمانہ آتا جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے شوق شہادت اور تمھارے حوصلے میں فرق آئے۔ جب تک دم ہے اسی شان سے مرد۔ اور یونہی مقابلہ کئے جاؤ“ سب نے کہا ”خدا سے ہمارا یہی عہد ہے! اور اس عہد کے پورا کرنے کو ہم تیار ہیں“ عبدالرحمن ”بس اب چلو حملہ کریں۔ دشمن منتظر اور تمھارے لیے بیباک ہیں“ یہ کہہ کے خندقوں سے باہر نکل کے تکبیر کہی اور حملہ کر دیا۔

آج کا دن ہر روز سے زیادہ بھاری تھا۔ اور وجہی کہ مسلمان سپاہیوں کی تعداد بہت تھوڑی رہ گئی تھی۔ باہر کے سرداروں نے بھی ان گزشتہ ایام میں

برابر زور لگایا۔ مگر بالکل کامیاب نہ ہو سکے۔ اس لیے کہ فرانسیسیوں نے بھی اُن کے دھوکے کے لیے خندقین کھود لی تھیں جن سے نکل کے اُن پر حملہ کرتے۔ مگر اس کا ذرا بھی موقع نہ دیتے کہ وہ آگے قدم بڑھا سکیں۔

اسی طرح دونوں جانب برابر دوپہر تک لڑائی ہوتی رہی تھی کہ عدی بن زیان ایک تیر سے زخمی ہو کے گرا۔ اور ساتھ ہی فرانسیسیوں نے نرغہ کر کے اُسے نیزوں سے چھب ڈالا۔ عدی کے مارے جانے کا عبدالرحمن کو بڑا صدمہ ہوا۔ اُس کے لئے دعا سے مغفرت کی۔ اُس پر فاتحہ پڑھی۔ اور دل میں کہا "افسوس عدی اُسی طرح مارا گیا جس طرح اُس نے عثمان بن ابی بکر کی جان لی تھی" ساتھ ہی خیال آیا کہ عثمان بیگناہ مارا گیا۔ تو کیا تقدیر مجھ سے اُس کے خون کا بدلہ لے رہی ہے؟" اس خیال کے ساتھ جسم میں لرزہ پڑ گیا۔ اور ایک بھر بھڑکی سی معلوم ہوئی۔ اب اس وقت عثمان کی مظلومانہ صورت اُس کے سامنے تھی۔ خیال کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ ایک پُر فضا وادی کوہ میں پھولدار بھاری یوں کے اندر عثمان خاموش بیٹھا ہے اُس کی محبوبہ منینہ کا سر اُس کے زانو پر ہے۔ اور وہ خواب ناز میں ہے۔ اسی حالت میں عدی کا نیزہ اس کے سینے کو چھید کے پیچھے سے نکل گیا۔ اُس کی یہ مظلومی کی موت دیکھ کے عبدالرحمن نے بہتھا شاپخ ماری۔ اور ساتھ ہی نظر جو اُٹھائی تو عدی کی نیزوں اور تیروں میں چھدی ہوئی لاش نظر کے سامنے تھی۔ مارے خوف کے سہم گیا۔ اور خدا کی طرف رجوع کر کے بڑے مضوع و خشوع سے کہا "خداونما! اس گناہ کو معاف کر۔ اور اُس کا ناقابل برداشت بوجھ میرے سینے پر سے ہٹا۔ مگر افسوس ہٹنا کیسا وہ پُرالم بوجھ کم بھی نہ ہوا۔"

بایسوان باب

دوسرا مفتوح فاتح

عبدالرحمن پھر دعائیں اصرار کرنے کو تھا کہ ناگمان مسلمانوں کی لشکر گاہ میں سے عورتوں کے شور مچانے اور آہ وادایلا کا شور بلند ہوا۔ اور ساتھ ہی عبدالرحمن نے دیکھا کہ مسلمان سپاہی اپنے خیموں کی طرف بدحواس بھاگتے ہیں۔ اور دشمن زور دے

شور سے تعاقب کر رہے ہیں۔ بے اختیار چلا چلا کے کھٹے لگا۔ افسوس! اپنی اس گھڑی تک کی ثابت قدمی قلم سے خاک میں ملا دی۔ جس منہ کو جہاد سے پھیرا ہو اُسے خدا کے سامنے کیونکر لے جاؤ گے؟ اس کے جواب میں ایک عرب نے رُک کے کہا ”ہم بھاگے نہیں بلکہ اپنے مال و اسباب کی حفاظت کو جا رہے ہیں؟ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ دشمن دوسری طرف سے خندقوں کے اندر گھس پڑے اور ہمارے خیموں کو لوٹ رہے ہیں؟“

عبدالرحمنؓ جو دولت تمھارے سامنے ہو اُس سے بڑی وہ دولت نہیں ہو جسے اپنے پیچھے خیموں میں رکھ آئے ہو؟“

عرب۔ ”ہمارا سارا مال و بساط خیموں میں ہو۔ اُسے بچانا ضروری ہو۔ اگر دشمنوں کو وہاں سے ہٹا نہ سکے تو اپنی گھڑیاں بغل میں دبا لیں گے۔ اتنی بڑی دولت اور اپنے سارے جہاد کا کل اندوختہ غنیمت ہم سے چھوڑا نہیں جاسکتا۔“

عبدالرحمنؓ۔ افسوس شجاعت کے ساتھ تمھاری نیت بھی بدل گئی۔“ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ ایک آہن پوش نائٹ نے بڑھ کے اُس عرب کے سر پر اس زور سے اپنا گرز مارا کہ ایک ہی داریں بھگڑا اور تڑپ کے مر گیا۔ یہ دیکھ کے عبدالرحمنؓ کو تاب نہ آئی بھپٹ کے اُس نائٹ پر تلوار کا ایسا زبردست وار کیا کہ زہرہ کو کاٹ کے گردن کو بھی کاٹ گیا۔ نائٹ ایک چیخ کے ساتھ گھوٹے سے گرا۔ اور اُس کی چیخ سے زیادہ آواز اس کے گرتے وقت قولاوی لباس سے بند ہوئی۔ اس لیے کہ نرم زمین کے عوض وہ ایک چٹان پر گرا تھا۔

عبدالرحمنؓ نے اس نائٹ سے تو انتقام لے لیا مگر غور سے جو دیکھا تو مسلمان بھاگ کے خیموں میں ہو رہے تھے اور وہ یکہ و تنہا دشمنوں کے زرخے میں تھا۔ سب نے آ کے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور اُسے یقین ہو گیا کہ جام شہادت پینے کا وقت آ گیا۔ کمال جان بازی سے بڑھ بڑھ کے دشمنوں پر حملے کرنے لگا۔ اور اپنی خوار خفا تلوار سے ہتھوں کو کاٹ کے ڈال دیا۔ مگر جو جہاد جو جس جو انہر دی دکھاتا تھا دشمنوں میں اور زیادہ گھرتا جاتا تھا۔ فرالسیسیوں کو معلوم تھا کہ یہی مسلمانوں کا سردار ہو اور جب تک یہ باقی ہو یہ لڑائی یوں نہیں جاری رہے گی۔ اور ایک عرب

سپاہی بھی باقی رہے گا تو اُس کی حوصلہ افزائی سے بہتوں کو مار کے مرے گا۔ اس لئے
آبادہ ہو گئے کہ جس طرح بنے اُسے مار لیں۔ دیر تک اسی کوشش میں مصروف رہے
مگر کامیابی نہ ہوئی۔ عبدالرحمن صد ہا زخمون سے چور ہو گیا تھا۔ خون کے بہ کثرت
بہ جانے سے ناتوان و مضطرب ہو رہا تھا مگر نہ مقابلے سے ہاتھ روکتا۔ اور نہ کسی کو
اپنے پاس آنے دیتا۔

اب اُسے پیام دیا گیا کہ ہتھیار ڈال دو تو ہم تمہاری جان بخشی اور قدر کریں گے۔
مگر اُس نے کمال بے پروائی سے جواب دیا کہ میں نہ جان چاہتا ہوں نہ تمہاری قربانی
یہ کہہ کے پھر زور سے چھٹ کے ایک ہی واری میں ایک ناٹ کو گھوڑے سے گرا دیا۔
لیکن اتنی دیر تک لوہا کاٹتے کاٹتے اب اُس کی تلوار اس قدر کند ہو گئی تھی کہ لوہا
تو لوہا گوشت کے کاٹنے میں بھی کمی کرتی۔ ناگہان اُس کے چہرے پر ایک تیر پڑا جو پہلی
آنکھ میں پیوست ہو گیا۔ چاہتا تھا کہ تیر کو بائیں ہاتھ سے کھینچ کے نکالے کہ پیچھے سے
اکسی نے زور سے ایک نیزہ مارا اور وہ گھوڑے کے نیچے آ رہا۔ سنہٹنے میں پایا تھا
کہ کئی اور نیزے پڑ گئے۔ ان نیزوں نے اُسے بالکل چھید ڈالا۔ اور اب اُس پر
سکرات کا عالم طاری تھا کہ غضبناک ناٹوں نے گھوڑوں سے روند کے خاتمہ کر دیا۔

فوراً اُس کا سر کاٹ کے نیزے پر بلند کیا گیا جسے دیکھتے ہی تمام مسلمانوں کے
حواس جاتے رہے۔ اور عبدالملک بن قطن نام ایک سردار نے لکار کے کہا: بس
اب بھاگو!۔ مگر کسی طرف راستہ نہ تھا۔ مجبوراً سب جان دینے پر تیار ہو گئے۔ اور
ایک ساتھ مل کے حمل کیا کہ دشمنوں کی صفوں میں گھس کے مکمل جائیں۔ فرانسیسی
اُن کا ارادہ سمجھ گئے اور چاروں طرف سے سمٹ کے کوشش کرنے لگے کہ کسی کو
زخمی کے نہ جائیں دین۔ بڑی کھسان لڑائی ہونے لگی۔ عرب لوگ لڑتے تھے
اور آدمیوں کا گھنا جنگل کاٹ کاٹ کے اپنا راستہ نکالتے تھے۔ فرانسیسیوں کو اندیشہ
تھا کہ اگر یہ لوگ نکل کے باہر والے مسلمانوں سے مل جائیں گے تو کسی قدر دشواری
پیش آئے گی۔ چنانچہ قدم قدم پر روکے اور اُن پر حمل کرتے نتیجہ ہوا کہ صرف
گنتی کے چند مسلمان نکل گئے اپنے ساتھیوں سے جا ملے جو باہر تھے باقی تمام
اسی زمرے میں شہید ہوئے۔

اب فرانسیسیوں نے باہر والوں پر بھی سب طرف سے ہجوم کیا۔ اور عبدالرحمن کے سران کے سامنے پیش کیا۔ یہ دیکھ کے اُن کا حوصلہ بھی پست ہو گیا۔ اور سب نے یہی فیصلہ کیا کہ جس طرح بے بھاگ کے جان بچائیں۔ اُن کے سامنے مغرب کا میدان صاف تھا اور رات ہو چکی تھی۔ فوراً باگ اٹھا دی اور فرانسیسیوں نے تعاقب کیا۔

اس فتح پر چارلس مارٹل اور اُس کے ہمراہی رفقا کو جس قدر خوشی ہوئی اُس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اور یا تو عربوں اور ہسپانیہ کے ہمدردوں کی ایسی دھماک بیٹھی ہوئی تھی کہ اُن کے آنے کی خبر سنتے ہی بڑے بڑے سورماناٹ اپنی جان لے کے بھاگتے تھے یا ایک دم بین ہر طرف چارلس مارٹل کے نام کی دھوم تھی۔ اور جدھر دیکھتے وہی وہ تھا۔ مگر چارلس نے دل میں خیال کیا کہ جب تک ان ہسپانی حملہ آور دن کو پورے فرانس سے نہ نکال دیا جائے اطمینان نہیں ہو سکتا چنانچہ رات کو فتح کی خوشیاں منائیں۔ اور صبح ہوتے ہی عربوں کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راستہ کے تمام صوبے اور اکوئی طانی کا سارا علاقہ نیا مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔ جہاں کی رعایا مسلمانوں سے مانوس نہیں ہوئی تھی۔ کو ہزار پیرے نیز کے اس طرف صرف نربونہ کا علاقہ ہی ایسا مقام تھا جہاں ان بقیۃ السیف مسلمانوں کو پناہ لی سکتی تھی۔ چنانچہ کئی سو میل کی مسافت طے کر کے دریا سے ٹوار کے کنارے کے مفزورین بھاگتے ہوئے علاقہ نربونہ میں آئے۔ اور فہر سے چار فرسخ اُدھر ہی ٹھہر گئے کہ تمام مفزورین جمع ہو لیں تو شہر کے اندر جائیں۔ مگر ایک شخص کو بھیج کے نربونہ کے والی خلف بن عباس خزاعی کو خبر کر دی۔

خلف اُس عہد کے نامور بہادروں میں تھا۔ تمام بہادری و حملہ آوری کے کاموں میں وہ اکثر سب سے آگے رہا کرتا تھا۔ اور امرائے اندلس اس قسم کی ہمنوین ہمیشہ اُسے اپنے ساتھ لے لیا کرتے تھے۔ چنانچہ عثمان بن ابی لیسع نے اکوئی طانی پر حملہ کرتے وقت اُسے دوسری طرف سے حملہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور اُس نے اپنی ہم بڑی کامیابی سے پوری کی تھی مگر یہ بالکل اتفاق کی بات تھی کہ عبدالرحمن اُسے اپنے ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ بلکہ بین چھوڑ گیا تھا کہ اکوئی طانی

اور تمام مفتوحہ صوبوں کا انتظام کرے۔ اور کوئی خود رو دشمن میان پیدا ہو تو جا کے اُس کا استیصال کر دے۔ اُس نے جو اس شکست کا حال سنا تو بہت ہی پریشان ہوا۔ فوراً تمام مسلمانوں کو جمع کر کے عبد الرحمن اور شہدائے طور و س کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور صبح ہی کو اپنا لشکر لے کے ان مفرد مسلمانوں کے استقبال کو نکلا۔

راستہ میں اُسے معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں کا بڑا بھاری لشکر ان بھاگے ہوئے عربوں کے تعاقب میں چلا آتا ہے۔ فوراً نربونہ میں آدمی دوڑائے کہ لوگ مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں اور نربونہ کے قلعہ کی تیاری کی جائے۔ اس کے بعد لپکا کہ جس طرح بنے مفرد مسلمانوں کو بھٹ بیٹا شہر میں لے آئے۔ تاکہ وہ اپنے تعاقب کرنے والوں کی دست برد سے محفوظ رہیں۔

دہان ہونچ کے دیکھا تو مسلمانوں کو عجب پریشانی و شکستہ حالی میں پایا۔ اس وقت تک اُن کے حواس نہیں درست تھے۔ اسنے میں معزز سرداران عرب کلثوم بن حرب شیبانی۔ عکرمہ بن جابر سکسی۔ عامر بن فحل حیرسی۔ یحییٰ بن علقمہ الطائی اور عبد الملک بن قطن الفہری بڑھ کے اُس سے ملے۔ اور ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔

خلف" اب یہ نہ شکریہ کا وقت ہے اور نہ مزاج پرسی کا۔ خدا کی قسم تمہارا حال اور اس شکست کا ماجرا سننے کے لیے میں جس قدر بیتاب ہوں بیان نہیں کر سکتا۔ مگر اس کی بھی مصلحت نہیں۔ مجھے بیان آتے ہوئے راستہ میں معلوم ہوا کہ فرانسیسیوں کا بڑا عظیم الشان گروہ آپ کے تعاقب میں چلا آتا ہے۔ اس لیے فوراً نربونہ میں چل کے اطمینان سے بیٹھے تو آپ کی سرگزشت سنوں۔ اور مجھے تعجب ہے کہ آپ بجائے یہاں ٹھہرنے کے سیدھے نربونہ میں کیوں نہ چلے آئے؟

کلثوم" ہمیں اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کو ہمارا دہان آنا ناگوار ہو۔
خلف" اشتغرا اللہ! میں آپ کو پناہ دیتے اور آپ کی مدد کرنے کے لیے ہوں یا آپ سے مخالفت کرنے کے لیے؟ مگر آپ کے اس وقت کے کہنے کا مضائقہ نہیں۔ آپ خوف زدہ اور بدحواس ہو رہے ہیں۔ اور ایسی حالت میں انسان کی عقل ٹھکانا
امین رہتی۔ بس اب فوراً سامان اٹھا کے نربونہ میں چلیے؟

کلثوم" سامان! ہم کچھ لایا ہے جو سامان ہو؟ جو کچھ جہاد میں مال غنیمت ملا

سب انہیں لوگوں کی نذر ہو گیا۔ اسباب تو اسباب افسوس کہ ہم اپنے دیندار سردار عبدالرحمن بن عبداللہ لکھنوی کو خاک طور و سربے گور و کفن چھوڑ آئے۔
خلف۔ بہت بڑا نقصان ہے۔ سب چیزیں پھریں جائیں گی مگر ایسا دیندار راست باز بہادر اور منتظم امیر نہ نصیب ہو گا۔

ان دو باتوں کے بعد خلف سب لوگوں کو نرلونہ میں لے گیا۔ اور شہر کے اندر داخل ہی ہو رہا تھا کہ دور پر دشمنوں کا علم دکھائی دیا۔ اُس نے فوراً شہر کے تمام پھاٹک بند کروادیے۔ تفصیل شہر پر تیر انداز کھڑے کر دیے کہ دشمن جیسے ہی تیر کی زد پر آئیں اُن پر تیر اندازی اور پھکاریوں کے ذریعے سے آتش باری کی جائے۔ پوری تفصیل کا چکر لگا کے اور ہر جگہ کی مضبوطی کا اندازہ کر کے اپنے قصر میں آیا۔ اور مغزورین عرب کے لیے وسط شہر کے ایک وسیع میدان میں خمیوں کا کیمپ قائم کر کے اُٹھیں ٹھہرایا۔ اور اُن کی بسر کا بندوبست کیا۔ پھر اُن کے سرداروں اور منتخب لوگوں کو ساتھ لے کے اپنے قصر میں آیا۔ اور اُن سے کہا اب بتائیے کہ کیا افتاد پڑی جو ایسی زبردست شکست ہو گئی؟

کلیثوم بن حرب مجھے تو سوا اس کے کچھ نہیں معلوم کہ امیر عبدالرحمن کے حکم سے اُن سے ہندوہ فرخ پر ایک شہر میں ٹھہرا ہوا تھا کہ یکایک اُن کا حکم آیا فوراً اپنا تمام لشکر لے کے میرے پاس آؤ۔ میں دوسرے ہی دن روانہ ہو کے پہونچا تو اُن کو فرانسیسیوں کے بے شمار لشکر میں محصور پایا۔ اور لاکھ کوشش کی اُن تک نہ پہونچ سکا۔ یہی حالت میرے اُن تمام ساتھیوں کی ہے جو انہیں کے حکم سے جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ اور میری طرح اُن کا حکم پا کے نہ دکو آئے۔ اور اُن کے دیدار سے محروم رہے۔ ہم لوگوں میں سے صرف آپ (عبدالملک بن قطن کی طرف اشارہ کر کے) اُن کے ہمراہ تھے۔ ہم نے جو کچھ سنا ہے آپ ہی سے سنا ہے۔ آپ بھی انہیں سے سن لیجے۔

خلف۔ (عبدالملک سے) آپ ہی فرمائیں کہ کیا واقعہ پیش آیا؟
عبدالملک۔ میں اُن کے ہمراہ تھا۔ اب بہار کا موسم ختم ہونے کو تھا اور وہ دریا سے لوہار سے اُڑنے کی تیاریاں کر رہے تھے کہ یکایک خبر آئی کہ فرانسیسیوں کا

ایک بہت ہی بڑا زبردست لشکر چارلس نام ایک نصرانی بادشاہ کے زیر علم مقابلہ کو آ پہنچا۔ اُن کو بجائے خود سارے ملک کے فوج کر لینے کا اطمینان تھا اور یقین تھا کہ اب کوئی بڑی ہم نہ پیش آئے گی۔ اس خیال سے تمام سرداروں اور سارے لشکر کو مشرق سے مغرب تک مختلف شہروں میں پھیلا دیا تھا۔ اس لشکر کے آنے کی خبر سنی تو گھبرا کے سب کو بلوایا۔ اور سمجھتے تھے کہ دشمنوں کو لوہار سے نہ اُترنے دیں گے۔ لیکن دوسرے ہی دن صبح کو معلوم ہوا کہ دشمن اُن کے دونوں جانب دریا سے آئے۔ اور ساتھ ہی اُن کے علم نمودار ہوئے۔ انھوں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ اور اس اطمینان پر کہ عنقریب سب سردار ملک پر آجائیں گے استقلال اور پامردی سے لڑنا شروع کیا۔ اسی امید پر انھوں نے برابر آٹھ روز تک مقابلہ کیا۔ اور دشمنوں کی مزاحمت میں کوئی بات نہیں اٹھا رکھی۔ مگر آٹھویں دن مایوس ہو کے میدان میں جاتے وقت مجھ سے کہا اب مجھے کسی ملک کے آنے کی امید نہیں ہے۔ غالباً میری شہادت کا وقت آ گیا ہے۔ اور آج کے بعد میں انشاء اللہ اس عالم آخرت میں تم سب سے ملوں گا۔ تم سے اتنی وصیت کئے رکھتا ہوں کہ اگرچہ مجھے ان محصور مسلمانوں میں سے کسی کے بھی زندہ بچنے کی امید نہیں ہے لیکن اگر میرے بعد تم زندہ رہو تو باقی ماندہ مسلمانوں کو لے کے کوشش کرنا کہ دشمنوں کا حصار توڑ کے نکل جاؤ۔ اور جتنی جاہلین سکتیں بچائی جائیں۔ یہ وصیت کر کے میدان میں گئے تو پھر زندہ نہیں واپس آئے۔ اُن کے شہید ہوتے ہی مسلمان گھبرا کے بھاگے۔ اور اگرچہ راستہ نہیں ملتا تھا مگر میں نے سب کو لے کے مغرب کی طرف کا رخ کیا۔ ہمارا مال و اسباب ہماری عورتیں جو ہمراہ تھیں اور خیمہ و خراج گاہ سب وہیں چھوٹا۔ اور ہم سب بھاگتے ہوئے بیان آئے ہیں۔

خلف۔ تو جب تک دار الخلافہ سے کسی کے نام فرمان المارت نہ آئے آپ ہی والی انڈس ہیں۔ اور میرا فرض ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔

عبد الملک۔ نہ میرا یہ منشا تھا اور نہ میں حکومت کا آرزو مند ہوں۔

خلف۔ ہمیں ایسا ہی ایسر چاہیے جو المارت کا آرزو مند نہ ہو۔

عبد الملک۔ مگر یہ اطمینان کی باتیں ہیں۔ اس وقت تو اس آفت کو دور کرنا چاہیے جو ہم سب پر نازل ہے۔ اگر ان فرانسیسیوں کو پسپا نہ کیا گیا تو خیر یوں نہ کا

حاصرہ کئے ہوئے میں تو یہ قریب تک ہمارا پیچھا کرتے چلے جانیں لگے اور کسی جسکے ہمارا قدم نہ بچے گا ۛ

خلف بہتے فک۔ کل میں ان کے مقابلے کو جاؤں گا۔ اور خدا سے امید ہے کہ ہمیں فتح ہو۔ اتفاق سے نزولہ میں اتنی ہزار فوج جمع ہو جسے میں نے امیر عبد الرحمن کی کمک کے لیے جمع کیا تھا اور دو ہی چار روز میں روانہ کرنے والا تھا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے جان باز دلیران عرب ہیں۔ آپ سب جو ناکامی کی مصیبت اٹھا کے شکستہ حال و پریشان واپس آئے ہیں شہر میں اطمینان سے بیٹھے۔ اب ہماری باری ہے کہ ان میاک و غنمون کا مقابلہ کریں۔ لیکن آج شب کو ہم سب دعا و عبادت میں بسر کر کے صبح ہوتے ہی درگاہ الہی میں دعا کریں گے۔ اور اُس کے بعد فوراً ہی شہر کے پھاٹک کھول کے نکل پڑیں گے۔ اور اُس رب العزت کی درگاہ سے فتح و نصرت کے امیدوار ہوں گے ۛ

اس کے جواب میں عبد الملک کلثوم بن حرب اور دیگر ناوم و مغرور سرداران عرب نے کہا اگرچہ ہمیں خدا نے اس قابل نہیں رکھا ہے کہ آپ کے ساتھ حلاوتی کا دعویٰ کریں مگر آپ ہمیں ناشکر نہ پائیں گے۔ یہ نہ ہو گا کہ ہمارے بھائی مسلمانان نزولہ مقابلہ کو نکلیں اور ہم گھر میں خاموش بیٹھے رہیں۔ آپ کے جھنڈے کے نیچے ہم بھی ہوں گے۔ شاید اسی بہانے سے اور آپ ہی کے طفیل میں خدا ہماری اس ندامت کو دور کر کے ہمیں اس قابل کر دے کہ بہادران عرب اور اہل اندلس کو اپنی صورت دکھائیں ۛ

خلف میرا یہ نشانہ تھا کہ آپ کی بسکی کروں۔ فتح و شکست میں جانب الہیہ۔ اس کو نہ بہادری سے تعلق ہے نہ کثرت سے۔ میرا مطلب فقط یہ تھا کہ آپ صد ہا کوس سے بھاگتے آئے ہیں پریشان۔ دل شکستہ اور خستہ و خراب ہو رہے ہیں ایسی حالت میں مناسب یہ ہے کہ آپ ہمارے گھروں میں آرام سے بیٹھیں۔ اور ہم اس قوی خدمت میں اپنا فرض قوی ادا کر دیں۔ لیکن آپ مقابلے کے لیے تیار ہیں تو ہمیں کیا عذر ہو سکتا ہے؟ ۛ

سب نے جوش و خروش سے کہا ہم تیار ہیں ۛ اور طرپا گیا کہ کل سب لوگ

مل کے دشمنوں پر ایک زبردست حملہ کریں۔۔ اور سب جا جا کے اپنے کاموں میں مصروف ہوئے۔

تیسواں باب

تیسرا مفتوح فاتح

موسم سرما کا آغاز ہے۔ اور سبز پوش مشوقان چمن اپنے پُرانے کپڑے اُتارنے کو ہیں۔ کوہستان پر سے نیز کے قلوں کے سردن پر مشاطہ قدرت نے جو برف کے سفید علمے باندھ رکھے ہیں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ اور جن چشموں اور ندیوں کی اس برف سے آبِ ساری ہوتی ہو اُن کا پانی لگی کرنے لگا ہے۔

اسی زمانے میں ایک رات کو کوہسار پر سے نیز کے مشرقی دامن میں شہرِ نرودہ کے گرد فرانسیسیوں کا زبردست لشکر اُترا ہوا ہے۔ اور شہر کے شمالی پھاٹک کے عاذنا تین میل کے فاصلے پر عبدالرحمن بن عبداللہ کلی کا عالیشان خیمہ دریا سے اُوار کے کنارے سے اُکھاڑ کے یہاں ایک ٹیلے پر نصب کیا گیا ہے۔ اور اُس میں بہت سے معزز ناٹ اور حکمران فرانسیسی جمع ہیں۔ جن کا سرخا چارلس مارٹل ہے۔ جو ستر پالو ہے مین غرق ہے اور اُس کا زبردست حربہ یعنی بھاری ہتھوڑا اُس کے سامنے ایک چوکی پر رکھا ہوا ہے۔ فوج کا سیانی پر ب سردردِ بشارت ہیں۔ اور گردشِ کامیابی کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ اتنے میں ایک مینا ناٹ داخل ہوا۔ اور چارلس اُس کی صورت دیکھتے ہی خوشی سے ہنسا اور کہا ”یہ سب فوج ہی تمہاری ہی تحریک کا نتیجہ ہے۔ اگر تم میرے پاس نہ آتے تو مجھے یہ فوج بھی نہ حاصل ہوتی؟“

ناٹ گھر گھر تو یہ حضور ہی کی شجاعت والو العزیز کی برکت ہے اب کہاں ہیں وہ جو کہتے تھے کہ عربوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا؟ کیا اس سے بھی بڑی کوئی شکست ہوتی ہے جو عربوں کو نصیب ہوئی ہے؟

ایک ڈیلوک ”ہرگز نہیں۔ یہ وہ شکست ہے جس نے اُن کی قوت کو جوڑ پیر سے اکھاڑ کے پھینک دیا۔ اب اُن کا قدم کہیں نہیں ٹک سکتا۔“

چارلس ”میں یونین ان کا پھاڑتا ہوا اُمدد میں گھس جاؤں گا وہ جب تک

مسلمانوں کو اندلس سے نکال کے مراکش میں نہ پہنچا دوں گا دم نہ لوں گا۔
 ہم نے فرانس کو تو ان لوٹیروں کے ظلم سے بچا لیا۔ اب ہسپانیہ کی مظلوم مسیحی
 رعایا کی بھی فریاد رسی کریں گے۔ اس نائٹ کی طرف دیکھ کے جس سے گفتگو شروع کی تھی۔ اب اپنے
 وعدے کے مطابق اکوئی طانی کے شاہ یوڈیز کو ڈھونڈھ لاؤ۔ تاکہ میں اس کی تاج پوشی
 کروں۔ بیان سے چل کے پہلے اُسے بروی غلام میں تخت پر بٹھاؤں۔ اور پھر سارا
 ہسپانیہ بھی فتح کر کے اُس کے حوالے کر دوں گا۔
 نائٹ: ”سیس آپ کے بازو میں قوت اور آپ کی ہمت میں برکت دیں۔
 یوڈیز کو میں جس وقت حکم ہوگا اُسی دم سامنے لاکے کھڑا کر دوں گا۔“
 چارلس: ”تو کیا یوڈیز بیان کہیں قریب ہی موجود ہے؟“
 نائٹ: ”حضور کے ساتھ ہی ہے۔“
 چارلس: ”میرے ساتھ ہے! میں نے تو اُسے کہیں نہیں دیکھا۔“
 نائٹ: ”حضور نے دیکھا ہے مگر پہچانا نہیں۔“
 چارلس: ”تو مجھے فوراً پہنچا دو۔ میں اُس سے ملنے کا نہایت ہی مشتاق ہوں۔ کیا
 وہ اس جگہ میں موجود ہے؟“
 نائٹ: ”(مسکرا کے) ”جی ہاں یہیں موجود ہے۔“
 چارلس: ”(حاضرین میں سے ایک ایک کے چہرے پر نظر ڈال کے) ”خدا کے لیے
 بتاؤ کہ ان میں سے کون بہادر یوڈیز ہے؟“
 نائٹ: ”(اپنی طرف اشارہ کر کے) ”آپ کا یہی خادم جو سامنے دست بستہ کھڑا ہے۔“
 چارلس: ”(تخت حیرت سے) ”تم یوڈیز ہو؟ اس کا کوئی ثبوت ہے؟“
 نائٹ: ”فتح کے بعد حضور بروی غلام میں رونق افروز ہونے کو فرماتے ہیں وہاں
 ہر شخص پہچان لے گا۔“ اس جواب پر چارلس ایک سنٹلے میں آگیا۔ پھر اُس
 سامنے کی غفلت سے چونکتے ہی جوش کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ جائے اختیار دوڑ کے
 اُس نائٹ کے لپٹ گیا۔ اور کہا ”آہ میرے دوست شاہ یوڈیز! کاش میں تمہیں
 پہلے سے پہچان جاتا۔ اور تمہارے ساتھ ویسا برتاؤ نہ کرتا جیسا کہ کرتا رہا ہوں۔“
 یوڈیز: ”آپ نے میرے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا۔ جیسی عزت آپ نے

مجھے دی دنیا میں اور کہیں نہ مل سکتی تھی۔ ایک شکستہ حال جلاوطن کو آپ نے پناہ دی اپنے قریب سے معزز کیا۔ اُس کی فریاد سنی۔ مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اُس کو خونخوار دشمن کو مارا جس سے ساری دنیا کانپ رہی تھی۔ کیا اس سے زیادہ بھی کوئی کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔“

چارلس۔ ”تم اپنی شرافت سے میرے ان کاموں کو ایک احسان خیال کرتے ہو۔ حالانکہ میں نے جو کچھ کیا اپنے لیے کیا۔ اور اس خیال سے کیا کہ فرانس کو ان خونخوار درندوں سے بچا دوں۔ لیکن اس کے اصل محرک تم تھے۔ اور اُس سے فائدہ اٹھانا بھی تمہارا ہی حق ہے۔ افسوس بعض وجوہ سے مجھ میں تم میں اتنی ہوتی۔ اور تمہارے دل میں میری طرف سے ناگوار خیالات پیدا ہو گئے۔ اب اپنے دل کو صاف کرو۔ اکوئی طانی کی حکومت اپنے ہاتھ میں لویا اور اس کے ساتھ سارے ہسپانیہ پر حکومت کرو۔“

یوونیز۔ ”میں اپنے محسن کی طرف سے بالکل صاف ہوں۔ اور اب اُس کے انصاف اور فتوحات دونوں نے مجھے اُس کا غلام بنا دیا ہے۔ میں شیر کا پس خوردہ کھانڈن گا اور اس کے مفتوح ملک اور اسکی عطا کی ہوئی سلطنت پر حکومت کروں گا۔ مگر افسوس۔ اب یہ حکومت میری نہ ہوگی بلکہ اُس کی ہوگی جس نے عطا کی ہے۔ اور میں اُس کا ایک ادنیٰ غلام اور تابع فرمان ہوں گا۔“

چارلس۔ ”نہیں تم مستقل بادشاہ ہو گے۔ اور میں اطاعت کا ہرگز ختمی مستلک نہیں۔ فقط باہمی دوستی و محبت چاہتا ہوں۔“

یوونیز۔ ”میرے لیے اب نیابت بھی بہت ہے۔ حکومت و بادشاہی کا حوصلہ منین کے ساتھ گیا۔ میں اُس کے لیے سلطنت کرتا تھا۔ اور میری ساری سمیرت اُس کے پیارے چہرے سے وابستہ تھی۔ اُس کے بعد میرے لیے جینا بے تیاری ہے۔ نہ کہ آزادی و لیٹان سے بیٹھ کے سلطنت کروں۔ اکثر اری مان۔ کہ تقدس کی قسم اب یہ نہیں ہو سکتا۔“ یہ کہہ کے زار و قطار روئے لگا۔

چارلس۔ ”راپنے رومال سے اُس کے آنسو پونچھ کے۔“ اپنے دل کو تسلی دو۔ شاید وہ زندہ موجود ہو اور زندہ مل جائے۔ آپ ہی کہتے تھے کہ ابن ابی لیسع کی لوندی

ریحانہ بھاگ کے بچی ہو اور کسی سے کہتی تھی کہ عرب لوگ اُسے زندہ پکڑ لے گئے۔
یوڈیزہ ان خبر ہی آنی تھی مگر بھلا ممکن ہو کہ مینہ کی سی نازک مزاج و نازک اندام
شاہزادی وحشی عربوں کے ہاتھ میں اسیر ہو کے زندہ رہی ہو؟
چارلس۔ مین اندلس میں چل کے پتہ لگاؤں گا۔ اور اگر وہ زندہ ملی تو جس طرح
ممكن ہوگا لاسکے تھارے گلے سے لگاؤں گا۔ خراب کل ہمیں نربونہ پر حملہ کر دینا
چاہیئے۔ اور اس شہر کو ان لوگوں سے چھین لیا تو یقین کر لینا چاہیئے کہ انھیں
قرطبہ سے بھی نکال دیا۔

اس کے بعد سب سرداروں نے جو موجود تھے عہد و پیمان کیا کہ کل کے میدان میں
نربونہ کی تفصیل پر چڑھ جائیں گے۔ اور چارلس سے نصحت ہو ہو کے اپنے نیموں میں
لگے۔ مگر صبح کو ابھی سب لوگ اٹھ کے تیار نہیں ہوئے پائے تھے کہ کُنھ اندھیرے ہی
عربوں نے حملہ کر دیا۔ گھبرا کے سب نے دوڑ دوڑ کے صغین درست کین۔ اور اہل
نربونہ کے محل کو بڑی ہامدی سے روکا۔ قیامت خیز لڑائی شروع ہو گئی۔ اور ہنگامہ
محشر کا سان نظر کے سامنے قائم ہو گیا۔

کئی دفعہ چارلس مارٹل اور اُس کے ہم قسم نائٹ عربوں کو تفصیل تک پسپا
کر لے گئے۔ گرد و بار کے قریب تک پہنچتے ہی اوپر سے تیر اور نفٹ کی پچکاریوں سے
انگبر کے پیچھے ہٹے۔ اور ساتھ ہی عربوں نے ایک تکبیر کے ساتھ ایسا زبردست حملہ کیا کہ
اکٹی میل تک پیچھے ہٹانے چلے گئے۔ لیکن آخر چارلس نے بڑھ کے پھر عربوں کی یورش
کو روکا اور شدت سے قل خوزیزی کا میدان گرم ہو گیا۔ شام تک ایسی ہی لڑائی
رہی۔ اور دونوں فریق اپنے حریف مقابل کے استقلال کا لوہا مان گئے۔

لڑائی کا یہ رنگ دیکھ کے خلف لے دوریا کے راستے سے قریب کے تمام ساحلی
شہروں اور قصبوں میں آدمی بھیج کے ملک طلب کی۔ نربونہ بالکل ساحل پر تھا۔

اور بحری آمد و رفت کا انتظام اچھا تھو دوسرے ہی دن سے ہزار ہا مسلمان
آنا شروع ہو گئے۔ بخلاف اس کے چارلس تعاقب کرتا ہوا اُس علاقے میں
اور اتنی دور آ گیا تھا کہ طور دوس کی طرح بیان اُسے بالکل مدد نہ ملتی تھی۔ اور
ایک ہی دن کی لڑائی میں چوتھائی فوج کٹ گئی تھی۔

دوسرے دن کی لڑائی میں چارلس نے اپنے سپاہیوں کا ایسا رنگ دیکھا کہ پریشان ہو گیا۔ اور جان پر کھیل کھیل کے اور انہیں لکار لکار کے ابھارتا رہا۔ مگر شام کو لڑائی رکنے کے بعد دیکھا تو وہ بہت ہی پست ہو رہے تھے۔ اور عربوں کی تلوار سے خائف تھے۔ تیسرے دن کی لڑائی بڑے بڑے نائٹوں اور خود چارلس کی جان بازی سے اُس کے موافق رہی۔ اور اس کا حوصلہ بہت کچھ بڑھ گیا تھا۔ دوپہر تک میدان جنگ کا رنگ فرانسیسیوں کے موافق تھا مگر ظہر کے وقت ایک نئے لشکر عرب نے جو مسلمانوں کے میدان میں آچکے کے بعد دریا کے راستہ سے مروہ بن میں آگیا تھا کچھ ایسے جوش و خروش اور ایسی تمکیر و ن اور نعروں کے ساتھ شہر سے نکل کے حملہ کیا کہ مسیحیوں کے حواس جاتے رہے۔ انہیں بدحواس دیکھ کے خلف بھی اپنے حلقے میں تمکیر بن کہہ کہہ کے نیا زور پیدا کر دیا۔ اور فرانسیسیوں کے قدم اکھڑ ہی گئے۔

چارلس یوڈیز اور بہت سے ڈیوکوں اور نائٹوں نے اپنے سپہگروں کو لاکھ بٹھکانا چاہا مگر نہ سنبھل سکے۔ اور آخر چارلس کو بھی مجبور ہونا پڑا کہ اُن کے ساتھ بھاگ کے جان بچائے۔ اُس کو میدان سے پیٹھ پھرتے دیکھ کے تمام نائٹوں نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ اور مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ بھاگنے میں مسیحیوں نے مغرب کا رخ کیا اور کوئی طانی کی راہ لی جہاں کی رعایا نے طور و س میں مسلمانوں کے سپاہ اور تباہ ہونے کی خبر سن کے بغاوت کر دی تھی خلف نے صرف ایک منزل تک اُن کا پیچھا کیا اور ہزاروں فرانسیسی بھاگتے میں مار ڈالے۔ مگر زیادہ دور جانا خلاف مصلحت سمجھ کے مروہ بن واپس آیا۔ یہاں پہنچتے ہی سب مسلمانوں نے بڑی مسرت کے ساتھ ناز و شکر ادا کی۔ اور اُس خدا سے واحد بے ہمتا کے ثنا خوان ہوئے جس نے انہیں ایسی نمایاں فتح عطا کی۔ طور و س کے شکست نصیبوں کے آنسو بجھ گئے۔ اور سارے اُندلس میں بڑی بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

عبد الملک بن قطن الغفری عبد الرحمن بن عبد اللہ کلی کی وصیت کے مطابق حاکم اُندلس قرار پا کے قرطبہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچتے ہی دانی افریقہ اور دار الخلافہ دمشق کو اُن دونوں لڑائیوں کے مفصل حالات لکھے۔ اور

عبدالرحمن کی وصیت کے مطابق عثمان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی اطلاع کے ساتھ درخواست کی کہ اس ملک کے انتظام و حکومت کے لیے کوئی نیا امین بھیجا جائے۔

چوبیسواں باب

یودیز کی دوبارہ تخت نشینی

چارلس مارٹل یودیز اور اُن کے بقیہ السیف رفقاؤں کو نائٹز نے روک دیا۔ انھوں نے بظلمت تقسیم کر دی غالہ کا رخ کیا۔ اور دریائے غرونہ کے پار اتر کے جب اطمینان ہوا کہ اب عرب ہمارے تعاقب میں نہیں ہیں تو سب کو گونہ ڈھارس بندھی اور شہر سویٹیم کی طرف چلے جو قریب ہی تھا۔ سب ایک عسکر خرموشی کے ساتھ چلے جاتے تھے کہ یودیز نے جو چارلس کے برابر رہا تھا ایک ٹھنڈی سانس لے کے کہا "انسوس! میری بد نصیبی سے حضور کو بھی نقصان پہنچا یا؟"

چارلس "ہم پر آپ پر کیا موقوف ہو رہا ہے سب ہی کی بد قسمتی تھی۔" یودیز نے زور سے کہا کہ آپ کو کیا کسی اور کو ایسی خبر نہ تھی کہ اس لشکر میں بے گشتی ہو موجود ہو رہی تھی۔ یودیز کا نام بھلے ہی قیامت آگئی۔ کاش اُس شب میں اپنا نام نہ ظاہر کرنا اور سب کو یہ خیال رہتا کہ محسوس یودیز مر گیا۔

چارلس "ایسا نہ کہنے۔ آپ محسوس نہیں کیا؟ فرانس کے حق میں نہایت ہی مبارک ہیں۔ گوکہ میں بہت بُری طرح سے شکست ہوئی ہو مگر میں ہمت نہیں ہار رہا ہوں۔ میں پھر اسے ملک میں دورہ کر کے نیا لشکر جمع کروں گا اور جب تک ہسپانیہ سے ان لوگوں کو نہ نکال نہ دوں گا چین نہ لوں گا۔ آپ کی تسلی کو یہ بہت کافی ہے کہ فرانس عربوں کی تاخت و تاراج سے بچ گیا۔ دین کی بے حرمتی نہیں ہونے پائی۔ اور اگر کوئی طائی کے تمام شہر اور گاؤں اپنے نئے ناکوں سے محفوظ ہو گئے۔ جو آپ کے پونچھے ہی سراطاعت بھگا دین گے۔ کل ہم سویٹیم میں پہنچ جائیں گے۔ اور جیسا کہ فریدی غالہ کے وہیں آپ کو تخت پر بٹھائیں گے۔"

یودیز آہ سویتیم اُڑا اُڑا اور نہایت ہی محسوس شہر جو یہاں میری ناز پروردہ بیٹی کو عثمان سے ساتھ لے کر آیا تھا۔ اور یہیں اُس کی شادی ہوئی تھی جس کا یہ انجام ہوا۔ چارلس مگر انسان کو مایوس نہ ہونا چاہیے۔ آپ کا ملک تو مل گیا ہے۔ مسیح کی مہربانی

مہینہ بھی مل جائے گی۔“

گران باتون اور سوتیوم کے خیال نے یوڈیز کے دل پر کچھ ایسا اثر ڈالا تھا کہ بالکل خاموش ہو گیا اور پھر کوئی لفظ زبان سے نہ نکالا۔ دوسرے روز یہ سب معزز و صاحب التاج مفرد سوتیوم میں داخل ہوئے۔ اور اسی قصر میں جا کے ٹھہرے جس میں مینہ تہی تھی ایہ جہان کی ہر چیز یوڈیز کے دل پر تیر و نشر کا کام دیتی تھی۔ شاہ چارلس اور بہت ناٹون کے ساتھ ہونے کے خیال سے وہ دیر تک ضبط کرتا رہا مگر آخر دل قابو سے باہر ہو گیا اور زار و قطار روسنے لگا۔ چارلس نے اسے تسلی دی۔ اور کہا سچ یہ ہے کہ ہمارے لیے دنیا میں بچ ہی بچ جو اگر غور کیجیے تو آپ کا یہ ذاتی بچ اس قومی بچ سے نہیں بڑھ سکتا جس میں ہم سب مبتلا ہیں مگر مسیح کا شکر کرنا چاہیے کہ ان دونوں رنجوں میں ہم مایوس نہیں ہیں۔ مینہ ابھی زندہ ہے۔ اور اس کی قدرت سے باہر نہیں کہ جس طرح آپ کو تخت و تاج دلایا ہے اسے بھی ملا کے آپ کے سینے سے لگا دے۔ آپ پھر یہ ان کا انتظام اپنا ہاتھ میں لیں۔ اور میرے منتظر رہیں کہ بڑا بھاری لشکر لے کے آؤں اور ہم سب مل کے ہسپانیہ پر حملہ کریں گے۔“

یوڈیز نے تو آپ کے حکم پر عمل کر دیا۔ لیکن جب عرب لوگ بھی بیٹھے دین ۶۔ میرے تمام غم پر مسلمان حاکموں کے زیر حکومت ہیں۔ اور اگر ان کے نکالنے کی کوشش کی گئی تو عربوں کا نینا لشکر ہسپانیہ سے آہونچے گا۔“

چارلس نے آپ کی ساری مملکت کو آپ کے قبضے میں کر کے جاؤں گا۔ اور اگرچہ مروہ کے سامنے ہیں شکست ہو گئی مگر عرب بھی طور و س میں اتنی بڑی شکست کھا کے گئے ہیں کہ مدت تک ادھر کا رخ نہ کریں گے۔“

اب اس وعدے کے مطابق چارلس نے اٹھ کوئی طانی پر قبضہ کرنے میں مصروف ہوا۔ قریب نواح کے شہروں اور گاؤں سے نہ سپاہی جمع کر کے ایک لشکر مرتب کیا۔ اور اپنے ہمراہی ناٹون کو ان پر سردار مقرر کر کے چھوٹے چھوٹے بہتے لشکر تلام شہروں پر بھیجے کہ جان جان عرب حاکم لین انھیں نکال دیں اور ان کی جگہ عیسائی حاکموں کو مقرر کر کے واپس آئیں۔ فی الحال عربوں میں مزاحمت کی قوت نہ تھی۔ طور و س کی لڑائی اور عبدالرحمن کی شہادت نے ان کے حوصلے پست کر دیے تھے۔ دشمن فوجوں کے آنے کی روانگی کا حال سنتے ہی سب مسلمان حاکم خود ہی بھاگ کے اسلامی قلعہ و دین چلے گئے۔ اور کوئی طانی کا سارا ملک پھر

یودیز کے قبضے میں تھا۔

عثمان بن ابی لیبعہ کی لوڈی ریمانہ کو ہمارے پیرے نیز کے فردوس منظر شہر انوس ہی میں تھی۔ اور کچھ مین نہ آتا تھا کہ کمان جائے اور کس کے پاس رہے۔ شاہ یودیز کے آنے اور اپنی مملکت پر قابض ہونے کی خبر سنی تو سفر کر کے سویوم مین آئی۔ اور ایک دن یودیز چارلس کے ساتھ گرجے کی طرف جا رہا تھا کہ سامنے آئے سلام کیا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی یودیز نے گھوڑا روک لیا اور کہا ”ریمانہ اتم یہیں ہو! آج تک مجھ سے کیوں نہ ملیں؟“ ریمانہ ”یہاں ہوتی تو ممکن تھا کہ نہ حاضر ہوتی؟ مین انوس میں تھی۔ آپ کے تشریف لانے کی خبر سن کے آئی ہوں کہ اپنی شاہزادی کی یاد میں آپ کے پاس رہوں اور یہیں اپنی زندگی ختم کر دوں۔“

یودیز۔ ”(مرست سے) تم مسلمان ہو کے میرے پاس رہنا پسند کرتی ہو؟“
ریمانہ ”(آہیدہ ہو کے)“ میرے آقا عثمان شہید ہوئے۔ اُن کے بعد میرا کون ہے جس کے پاس جاؤں؟ مجھے شاہزادی مینہ سے محبت ہو گئی تھی۔ اور کبھی تھی کہ زندگی بھر انھیں کے پاس رہوں گی۔ مگر قسمت نے بے وفائی کی۔ اب وہ نہیں ہیں تو چاہتی ہوں کہ اُن کے والد کی خدمت میں رہوں۔“

یودیز ”آہ! دنیا میں بس ایک تم کو وفادار پایا۔ مین تمھیں اپنی بیٹی سمجھ کے رکھوں گا۔ اور مینہ کے عوض تمھاری صورت دیکھ کے میرے دل کو تسلی ہوا کرے گی۔“
ریمانہ نے اس وعدہ محنت و غایت کا شکریہ ادا کیا۔ اور چارلس نے یودیز سے پوچھا ”یہ کون عورت ہے؟“ یودیز نے ریمانہ کا نام لیا ہی تھا کہ چارلس نے پوچھا ”یہ وہ عورت ہے جس سے آپ کو مینہ کے زندہ بچنے کا حال معلوم ہوا تھا؟“

یودیز۔ ”جی ہاں وہی۔“

چارلس ”اس سے پوچھیے کہ مینہ کا کچھ اور حال بھی معلوم ہوا؟ وہ کہاں ہیں؟“ اور انڈلس مین پہنچ کے اُن پر کیا گزری؟“

یودیز۔ ”(ریمانہ سے) ”میرے یہ رفیق وہی مشہور شاہ چارلس نرٹل ہیں جنھوں نے عبد الرحمن بن عبد اللہ غفری کو طوروس کے میدان میں قتل کیا۔ اور سارے عربی لشکر کو تہ دبا لاکر دیا۔ گرافٹوں کے فروز میں ہم سب کو شکست ہو گئی۔ یہ پوچھتے ہیں کہ مینہ کا کچھ اور حال معلوم ہوا ہو تو بتاؤ۔“

کھینچا نہ۔ آہ! اسی بات کا صدمہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ میرے آقا عثمان کے شہید ہوتے ہی
 انھوں نے ارادہ کیا تھا کہ پہاڑ سے گر کے جان دے دیں۔ اور بہت اچھا ہوتا اگر اس وقت
 مر گئی ہوتیں۔ مگر صدمی نے ہاتھ پکڑ لیا۔ اور گرفتار کر کے امیر عبد الرحمن کے پاس قرطبہ میں
 بھیج دی گئیں۔ انھوں نے انھیں ایک زبردست حراست میں ارض شام کی طرف روانہ
 کر دیا کہ دمشق میں ہمارے امیر المومنین ہشام بن عبد الملک کے دربار میں پیش ہوں۔
 اور وہ چاہیں اپنے محل میں رکھیں یا کسی اور شخص کے حوالے کر دیں۔
 چارلس۔ رغبت و غضب کے لہجے میں ”شاہزادیوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک
 کیا جاتا ہے؟ خیر میں اس کا بدلہ لوں گا۔ عبد الرحمن تو سمجھ ہی چکا۔ اب ہسپانیہ کے
 تمام عربوں سے کھجوں گا۔ اور اُس کے بعد بنا تو خود تھا رس خلیفہ ہشام سے بھی کھجوں گا؟“
 چارلس کے یہ الفاظ ریحانہ کو ناگوار گزرے۔ اور اُس کی طرف برہمی کی چشم وابرو سے
 اُدکھنے لگی ہوئی خود فراموش بادشاہِ اغصہ نہ کر۔ اور زیادہ جوش میں نہ آ۔ نہ لوہہ میں
 کیا سمجھے کافی سبق نہیں ملا کہ اس طرح بڑھ بڑھ کے باتیں بنانے سے زبان روکے؟
 میں نے ان چند روز کے اندر ایسے تماشے دیکھے ہیں کہ میری نظر میں نہ فتح و نصرت کی
 قدر باقی رہی ہے نہ شکست و ناکامی کا خوف اندیشہ۔ یہاں تک کہ خود اپنی زندگی کی بھی
 پروا نہیں ہے۔ میری نظر میں کوئی فلاح نہیں جو مفتوح نہ ہو۔ اور ہر فتح کو یاد دلاتی ہے
 کہ فتح و اقتبالہ مندی کے وقت ہی اپنے آپ کو ذلیل و خوار اور شکست خوردہ و ناچار سمجھ لے
 پہلے فلاح میرے آقا عثمان بن ابی لیث سے تھے جو پورا برس بھی نہ گزرا تھا کہ بُری طرح مفتوح
 ہو کے مارے گئے۔ دوسرے زبردست فاتح امیر عبد الرحمن بن عبد اللہ کلبی تھے جو بڑے کروڑ
 سے فتح و نصرت کے پھر سے اُڑاتے ہوئے گئے۔ اور فلاح ہونے کے انتہائی کمال پر پہنچنے کے
 بعد بادشاہ چارلس تیسرے ہاتھ سے مفتوح ہوئے اور مارے گئے۔ تیسرا فلاح تو ہے؟ اُس
 گھڑی کو یاد کر جب تو نے دریائے نوار کے کنارے مجاہدین اندلس کا قلع و قمع کیا ہے اور
 عبد الرحمن کو شربتِ مرگ پلایا ہے اور پھر اُس گھڑی کو یاد کر جب نہروند کے سامنے اپنے
 ہزاروں رفیقوں کو خاک و خون میں غلطان چھوڑ کے بھاگتا اور اپنے زندہ بچنے کو بھی غنیمت
 جانتا ہے۔ اور ایک بکیس عورت کے سامنے کھڑے ہو کے فضول ہو سین ظاہر کر رہا ہے۔
 اس لیے سب پچھلا مفتوح فلاح تو ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہی عدی جسے نیرے سے

عثمان کی جان بیٹے بین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یہاں سے جا کے بعینہ اسی طرح طور و سبب میں
نیز و ن بین چھد کے مرا۔ اس لیے اپنی فتح پر غرور نہ کر۔

چارلس کو ریحانہ کی میا کا نہ گفتگو بہت بری معلوم ہوئی مگر عورت سمجھ کے خاموش ہو رہا
اور کہا اچھا تو دیکھنا کہ میں ہا سال موسم بہار میں کتنا بڑا لشکر لے کے آتا اور اندلس
دلوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں ؟

ریحانہ۔ ”بادشاہ جا اور اپنا لشکر لا۔ میں منتظر ہوں اگرچہ امید نہیں کہ تجھے پھر دیکھوں۔“
چارلس۔ (بڑے طیش سے) تیرا جھوٹ ثابت کرنے کے لیے میں جلدی آؤں گا۔

اس گفتگو نے چارلس مارٹل کو کچھ ایسا خوش دلا دیا تھا کہ اُسی دن روانہ ہو گیا۔
اور بلندی فرانس میں لشکر جمع کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر فوج اور جنگ کے لیے روپیہ
کی ضرورت پیش آئی۔ اُس نے حکم دیا کہ گرجے کا سراپہ اور دولت مند پادریوں اور
اسقفوں کی دولت اس دینی جہاد کے لیے لی جائے۔ اس پر پادریوں اور مقتداؤں نے
خفاقت شروع کر دی۔ یہاں تک کہ وہ ناکام ہو گیا۔ اُس کے بعد پادریوں نے اُس کے
بارے میں یہ دینی منشور شائع کیا کہ ”چارلس مارٹل کی قبر سے ایسی تعفن نکلی کہ اُس کے دوزخی
ہونے کا یقین ہو۔ اور ایک بڑے ولی اللہ آسقف نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ آتش

جہنم میں جل رہا ہے اور اب الٰہیاد تک جلتا رہے گا۔“

ریحانہ مرتے دم تک یودیہ کے پاس عورت سے رہی بینہ ارض شام کی اسلامی دنیا میں ایسی
غائب ہوئی کہ پھر کبھی اُس کا نام نہ سنا گیا۔ یودیہ آخر تک اپنے ملک پر حاکم رہا۔
مسلمانوں نے مدت تک فرانس کا رخ نہ کیا۔ اور کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ شہدائے
طور و س کے گنج شہیدان پر جا کے چراغ جلائے۔ لہذا ہم اپنے ناول کو ختم کرتے
وقت اُن پر فاتحہ پڑھ دیتے ہیں۔

مہذب الکتابی

تصانیف مولانا شبلی نعمانی مرحوم	تصانیف مولانا شمس علی صاحب	تصانیف حکیم محمد علی صاحب	تصانیف مولانا شمس الدین صاحب
۱۰ الفاروق	۱۰ ہاہ ملک	۱۰ عبرت ہر سہ حصہ	۱۰ فیاض آزاد کا ترجمہ
۱۱ تسیرۃ النہال	۱۱ یوسف نجمہ کامل	۱۱ حسن سرور	۱۱ خدائی فوہار
۱۲ الغزالی	۱۲ خدوات	۱۲ اختر وحینہ	۱۲ سیر کوہ سدا گل جلد
۱۳ آدرنگ زین العابدین پر ایک نظر	۱۳ فلور افلور زندہ گوئی	۱۳ گورا	۱۳ جام ہرشار باقصو
۱۴ رسائل شبلی	۱۴ عالم عزیز و درجنہا	۱۴ دیول دیولی	۱۴ کامنی
۱۵ مقالات شبلی	۱۵ حسن انجیلنا	۱۵ حنیف و عباسہ	۱۵ کریم و ہم
۱۶ سوانح عمری مولانا روم	۱۶ تصنیف یونہنا	۱۶ نیل کی سانپ	۱۶ کی گمان
۱۷ المامون	۱۷ درگش ہندی	۱۷ تقدیر	۱۷ پتھری ہوی دھون
۱۸ سفرنامہ شام و روم	۱۸ فردوس برین ہوی	۱۸ ادب ارم مصری	۱۸ تیشو
۱۹ صبح امید	۱۹ شہد وفا	۱۹ تصانیف مولوی بھارتی	۱۹ تصانیف عاشق حسین شاہ
۲۰ تصانیف مولانا نذیر احمد صاحب	۲۰ دکنش کال	۲۰ احسن الذین	۲۰ انار آفان
۲۱ توبۃ النصوح	۲۱ دلچسپ کامل	۲۱ طرح دار لونڈی	۲۱ نشیب فرار
۲۲ ابن الوقت	۲۲ مہودہ تلخ	۲۲ میٹھی چھری	۲۲ آفتابہ راز
۲۳ آفتاب و	۲۳ زمانہ اور اسلام	۲۳ پیار سی دنیا	۲۳ سلطان نازک دوا
۲۴ نجات النش	۲۴ کوئی روغن	۲۴ حاجی بخلول	۲۴ مشتاق و نہرہ
۲۵ چند پند	۲۵ شب غم	۲۵ دھوا کا طسمی خاؤس	۲۵ مظہر و رامانی

کلیات و دیوان

۱۰ کلیات ظفر کامل	۱۰ کلیات سودا	۱۰ کلیات میر تقی میر	۱۰ کلیات آتش
۱۱ کلیات صفدر	۱۱ کلیات نظیر الہ آبادی	۱۱ کلیات ناسخ	۱۱ کلیات انشا دہلوی
۱۲ دیوان امیر مراد آغیہ	۱۲ دیوان داغ	۱۲ آفتاب داغ	۱۲ گلزار داغ
۱۳ دیوان خواجہ درویش	۱۳ دیوان رند	۱۳ دیوان میر حسن	۱۳ دیوان غالب

ان مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ اور بھی ہر قسم کی کتابیں روانہ ہو سکتی ہیں۔

المستخرج من تصانیف مولانا شبلی نعمانی صاحب

تصانیف مولانا عبدالحکیم صاحب تشرر

تاریخ

- (۱) جنید بغدادی - حضرت جنید کے حالات - عدد
- (۲) ابو یحییٰ بن خلیلی - حضرت شبلی کے حالات - عدد
- (۳) تاریخ سندھ - عرب کے فتوحات سندھ کی محققانہ تاریخ جلد اول - عدد دوم
- (۴) عصر قدیم - اقوام سلف کی نہایت واضح تاریخ (لائبریری ایڈیشن نمبر ۱)
- (۵) حروب صلیبیہ - انگریزی سے ترجمہ اور عربی سے غنتی
- (۶) حسن بن صباح - اہل حلیہ سماعلیہ کا بانی اور بیگی کے خوجون کی اصلیت (لائبریری ایڈیشن نمبر ۱)
- (۷) سکینہ بنت حنین - چنانچہ کہنے کے حالات زندگی - عدد
- (۸) خواجہ معین الدین چشتی - ۱۶
- (۹) ملکہ نویمہ - سلف کی ایک عربی نثر دکنہ ۱۲
- (۱۰) آغا علی صاحب رئیس مرحوم کے حالات - عدد

ناول

- (۱۱) فلور فلور نڈا - اندلس میں سلطنت عرب یعنی (لائبریری ایڈیشن نمبر ۶)
- (۱۲) فیلیانا - عید کا ایک سماج واقعہ یعنی (لائبریری ایڈیشن نمبر ۶)
- (۱۳) روتہ الکبریٰ - روم پر گانہ لوگون کا حلقہ - عدد
- (۱۴) نروال نفا - دولت عباسیہ کا یہ اتصال - عدد
- (۱۵) ماہ ملک - غور لون کا عروج - عدد
- (۱۶) یوسف بیکر کال - حبیبی بنین آپ بیتی - عدد
- (۱۷) فتح اندلس - اسپین پر عربوں کا حلقہ - عدد
- (۱۸) غیب دان - دو لہن حیرت انگیز غیبی نامہ - عدد
- (۱۹) فردوس برین - حبیبی جنت کی سیر - عدد

- (۲۰) حسن کا ڈاکو - حرام پور کے نواب کی گزشت حصہ اول ۱۲ حصہ دوم ۱۱
- (۲۱) اسرار دور بار حرام پور - حرام پور کے نواب کے اور حالات نمبر ۱، ۵، نمبر ۲، ۵

متفرق

- (۲۲) الحکام الرفاعیہ سرفت میں سیدنا خور فامی کے ایک پر مغز ارسالہ کا ترجمہ - ۱۳
- (۲۳) سر سید کی دینی برکتیں - ۱۲

دکن از کی جلدیں

- | | |
|----------------|----------------|
| (۲۴) جلد ۱۹۹۹ء | (۳۰) جلد ۱۹۱۱ء |
| (۲۵) جلد ۱۹۱۲ء | (۳۱) جلد ۱۹۱۲ء |
| (۲۶) جلد ۱۹۱۳ء | (۳۲) جلد ۱۹۱۳ء |
| (۲۷) جلد ۱۹۱۴ء | (۳۳) جلد ۱۹۱۴ء |
| (۲۸) جلد ۱۹۱۵ء | (۳۴) جلد ۱۹۱۵ء |
| (۲۹) جلد ۱۹۱۶ء | (۳۵) جلد ۱۹۱۶ء |

متفرق مطبوعات دکن از پریس

- معاشرت - انگریزی کی گستان - سر جان بیک کی مشہور کتاب "یوز آف لائف" کا ترجمہ - ۱۵
- بیوفا - مشہور مصنف مولوی سید برکات احمد صاحب کی ایک اخلاقی ناول - ۱۲
- پاداش علی - ایک نہایت ہی دلچسپ ناول جو کہ "کنتیہ" کا ترجمہ ہے مولوی محمد صدیق حسن صاحب نے نہایت ہی خوبی و فصاحت سے ترجمہ کیا اور ۱۹۱۵ء کے دل افروز میں شائع ہوا - ۱۶
- جمیلہ مصنفہ مولانا صاحب موصوف - ۱۲

المشتر - حکیم محمد سراج الحق مینجر دکن از کٹرہ بزن بیگان گھنٹو

(مجموعہ تصانیف مولانا صاحب)

